DAMAGE BOOK

188416

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ

حصہ دوم و سوم

یکجا

جسے کارپردازان کارخانہ وطن لاہور نے مسٹر سیکنس
کی کتاب سے ترجمہ و تالیف کیا

سنہ ۱۹۰۶ء

سنہ ۱۹۶۳ مگھر مطابق سنہ ۱۳۲۳ھ
میں

مطبع حمید لاہور میں باہتمام مولوی محمد [illegible] مطبع [illegible] کے [illegible]
شائع ہوا

طبع اول . قیمت عہ

حسب ضابطہ رجسٹری کرا لی گئی

عرض حال

محترم ناظرین۔ حصہ اول اس کتاب کا خود میں نے مولانا احمد زندہ مورخ مرکش وسٹر میکینس کی کتب سے تالیف کیا تھا جو سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہو گیا۔ حصہ دوم سوم بھی میں اُسی انداز سے لکھنا چاہتا تھا۔ مگر بوجہ عدیم الفرصتی سال پر سال گذرتے گئے۔ اور میں اس کام کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ اور جو چند اجزا حصہ دوم کے پہلے لکھ چکا تھا۔ اُن پر کچھ ایزاد نہ کر سکا چونکہ ایکطرف اس عدیم الفرصتی سے کم ہونے کی امید دن بدن زیادہ موہوم ہوتی جاتی تھی۔ دوسری طرف خریداران حصہ اول تکمیل کتاب کیواسطے پے در پے اصرار کر رہے تھے۔ باقی حصہ کتاب کا صرف انگریزی سیاح کی تصنیف سے ترجمہ کرا کے شائع کر دیا جاتا ہے جو اسکی نظر ثانی کے لئے بھی وقت نہیں ملا۔ تاہم بہتر سے بہتر مترجم جو دستیاب ہو سکا اُس سے یہ ترجمہ کرا دیا گیا ہے اور یقین ہے کہ اُس سے شاید ہی کسی جگہہ کوئی فروگذاشت ہوئی ہوگی اس جلد میں جو حصص دوم و سوم پر مشتمل ہے۔ صرف پہلے چند صفحات میرے لکھے ہوئے ہیں۔ مراکو کا مسئلہ آجکل پھر تازہ ہو رہا ہے۔ اور اس موقعہ پر کتاب ہذا کی اشاعت یقیناً شائقین کو اُس کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد مل سکیگی۔ مسٹر میکینس نے جا بجا بہت سا زہر اُگلا ہے۔ اگر صحت نے ساتھہ دیا اور فرصت ملگئی تو انشاء اللہ طبع ثانی میں اُس کے بیانات کا شافی جواب لکھدونگا۔ والسلام

العارض بندہ **محمد انشاء اللہ** عفی عنہ مالک و اڈیٹر اخبار وطن

لاہور

مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

تاریخ مراکو حصہ دوم

فصل نہم

زمانہ فلالی حکمران سلاطین سنہ ۱۷۲۷ء سے سنہ ۱۸۹۴ء تک

بدامنی اسمٰعیل خواہ ظالم تھا یا عادل اس کے مضبوط ہاتھ کے اُٹھنے کی دیر تھی کہ تمام ملک میں پھر سخت بدامنی معہ اپنی لازمی خرابیوں اور تباہیوں کے تمام ملک میں پھیل گئی۔ وہی قومیں جو اس کی آہنی پنجہ حکومت میں ملک کو قابو میں رکھنے کا کام دیتی رہی تھیں۔ اب نا اتفاقی اور فتنہ و فساد برپا کرنے کا موجب ہو گئیں اور وہی سپاہ جو کل کی طرح اسکے اشارہ پر چلتی تھی۔ اب شورش و ہنگامہ اور بدامنی پھیلانے کا باعث ہو گئی اور تیس برس تک سلطنت ان کا مشغلہ بنی رہی جب چاہا کسی کو بادشاہ بنا دیا۔ اور جس وقت ذرا بگڑے اُسے علیحدہ کر کے اور فرمانروا بنا لیا۔ اس قلیل عرصہ میں اسمٰعیل کے سات بیٹوں کو اس طرح انھوں نے اپنا کھلونا بنا رکھا تھا۔

ہشتم احمد الذہبی بقول مسٹر میکنس اسمٰعیل نے وفات سے تین دن پہلے احمد کو تافلالت سے مکناس بُلا لیا تھا۔ باپ کی وفات پر تمام درباریوں نے جیش عبید کے اشارہ سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اسقدر داد و دہش کی اور لشکر کو اسقدر انعام و اکرام عطا کیا کہ اسکا لقب "الذہبی" یعنی سونا لٹانے والا پڑ گیا لیکن یہ نوجوان ایسا عالی ظرف نہ ثابت ہوا کہ حکومت و فرمانروائی کے نشہ و ترنگ پر غالب ہو سکے۔

اس کم ظرفی کو شراب خوری کی علت نے اور بڑھا دیا ہوا تھا۔ ان دو نشوں نے مل کر اُسے نیم دیوانہ بنا دیا۔ اُس نے خود مختاری کو بڑا مقتضی اور مدعا خونریزی اور قتل و سفک سمجھا۔ چنانچہ تخت پر بیٹھے اُسے چند دن ہی ہوئے تھے کہ اپنے باپ کے بڑے بڑے سرداروں اور جرنیلوں کو قتل کرا دیا۔ جن میں علی بن ایشی یا ابن الاشقر پاشا اور خواجہ سرایان محل شاہی کا اعلےٰ افسر مرجان اکبر بھی شامل تھے۔ مرجان کے ماتحت ۲۲ سو خواجہ سرا تھے۔ جن میں سے ہر ایک کے ماتحت کم از کم دو غلام ہوتے تھے۔ مرجان بیت المال کا بھی اعلےٰ مہتمم تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ قتل لشکر عبید کے اشارہ پر وقوع میں آئے تھے۔

بادشاہ کو عیش و عشرت میں مبتلا اور سلطنت کے قابل ارکان کے قتل میں مشغول دیکھکر مقبوضات کے گورنروں کو بھی باہم خانہ جنگی برپا کرنے کی جرات نہ ہوگئی۔ بلکہ بربر اور قبائل عرب کی طبعی سرکشی بھی پھر عود کر آئی۔ ایف پر ابو العباس احمد حکمران تھا۔ خود اس نے اور اس سے پہلے اُس کے باپ نے اس علاقہ کے باشندوں کے ساتھ طنجہ اور طرابلس کی فتح میں نمایاں کارگذاری دکھائی تھی۔ اور بنابرین بادشاہ اور رعایا دونوں کی نظروں میں اُسے بڑی وقعت حاصل تھی۔ متصلہ بندر تطاوین پر ابو حفص عمر الوقاش حاکم تھا۔ اسی بیرانہ سال ہو جانے پر اسمٰعیل نے میر منشی کی آسامی سے گورنر بنا دیا تھا۔ سب سے اول نئے عہد میں ان دونوں میں خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ابو حفص نے ابو العباس کو شکست دی اور اس فتح پر اتنا اترایا کہ زمین و آسمان کو اپنے سامنے ہیچ سمجھنے لگ گیا۔ سلطان احمد نے اس میں کچھ مداخلت نہ کی۔ جس پر ایک طرف ابو العباس کو طلب امداد کے خفیہ مضمون سے نامہ و پیام کرنا پڑ گیا۔ اور دوسری طرف باقی عمال بھی خود سر ہو گئے۔ علی بن یشی اور ابن الاشقر نے بربری قبائل کو اسطرح قابو رکھا تھا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت مشہور ہے کہ انہوں نے شریر جنات کو آفتابوں اور بوتلوں میں قید کر دیا تھا۔ ان کے قتل ہونے پر وہ پھر آزاد ہو گئے۔ اور گھوڑے اور اسلحہ خرید کر ویسے ہی سرکش اور فتنہ پرداز بن گئے جیسے کہ پہلے تھے۔ حتی کہ رفتہ رفتہ ان کی دلیری و بیباکی یہاں تک بڑھ گئی کہ دار الخلافہ کے قرب و جوار تک پہنچکر ڈاکے مارنے لگ گئے۔ دوسری طرف لشکر ایسا بے قابو ہو گیا۔ کہ جیش دوایا کا جو دستہ فاس میں مامور تھا۔ اُس نے جدید بازار و سوق الخمیس کو دن دوپہر میں لوٹ کر سینکڑوں کو قتل اور بہت سے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ باشندوں کا ایک

وفد شکایت لیکر دارالخلافہ کو گیا۔ مگر بادشاہ تک رسائی نہ ہوئی۔ درباریوں نے راستہ سے ان کو واپس کر دیا۔ اس پر اہالی فاس نے اطاعت چھوڑ کر بغاوت اختیار کر لی سلطان نے فوج اور توپ خانہ بھیجدیا۔ جس کی گولہ باری سے شہر کو بہت نقصان پہونچا۔ آخر سلطان کے بھائی مستغنی نے فریقین میں مصالحت کرا دی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ مگر اس مصالحت کو چند دن بھی ہوئے تھے کہ دو ایک رقیب جیش لشکر غلامان کے سرداروں کی مجلس نے جن کو عبید الالوان پکارا جاتا تھا احمد کو معزول کرنے کا ارادہ کر کے اہالی فاس کو اس سے مطلع کیا۔ وہ ان سے متفق الرائے ہو گئے۔ غلاموں نے ایک دستہ سواروں کا خط دیکر سلطان کے بھائی عبدالملک ابی مروان کو لانے کے لئے سجل رسالہ بھیجدیا۔ جب وہ وادی نبت پہونچ گیا تو ایک سال کی حکومت کے بعد احمد کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔

عبدالملک ثالث ابی مروان | مگر نیا سلطان بھی غلاموں کو خوش نہ کر سکا۔ وہ منتظم اور قابل ہونے کے ساتھ ہی ممسک بھی بہت تھا۔ مولائی اسمٰعیل بن لشکر کو ہر سال ایک لاکھ مثقال انعام دیا کرتا تھا۔ مولائی احمد نے تخت نشین ہو کر اسی پچاس ہزار مثقال اور ایزاد کر دیئے تھے عبدالملک سے جب انہوں نے بیعت کا انعام مانگا اور صرف چار ہزار مثقال ملے تو وہ سخت بگڑ گئے۔ اور اُسے معزول کرنے کے صلاح و مشورہ شروع ہو گئے۔ سلطان کو خبر ہو گئی اس نے ایک بزرگ کو انہیں سمجھانے اور ڈرانے کے لئے بھیجا۔ اس کا اُلٹا اثر ہوا۔ انہوں نے ایک دستہ مولائی احمد کو لانے کے لئے سجل ماسہ بھیجدیا۔ جہاں اسے معزول کر کے روانہ کر دیا گیا تھا۔ اور ادھر دارالخلافہ پر حملہ کر کے تمام شہر کو لوٹ لیا۔ عبدالملک انکے شہر میں داخل ہوتے ہی کچھ مصاحب ساتھ لیکر فاس کو بھاگ گیا اور اہالی شہر کی پناہ جا لی۔ یہ واقعہ ذالحجہ ۱۱۴۰ھ (۱۷۲۸ء) میں گذرا۔ جب غلاموں کو اس کے فاس پہونچنے کی خبر ملی تو انہوں نے اہالی فاس کے اُس دستہ کو جسے مدبروں کی سرکوبی کے لئے عبدالملک نے منگوایا تھا قید کر لیا۔ اتنے میں احمد بھی پہونچگیا۔ اس نے اہالی فاس کو ان کے دستہ کے افسر کے ہاتھ عبدالملک کے حوالہ کر دینے اور اطاعت قبول کر لینے کا پیغام بھیجا۔ باشندوں نے صاف انکار کر کے پیغام لانے والے کو قتل کر دیا۔ پھر احمد نے پھر فوجکشی کر دی اور توپوں کے گولوں سے باشندوں کا ناک میں دم کر دیا۔ محاصرہ برابر پانچ مہینے جاری رہا۔ آخر جب محصورین بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے

عبدالملک کی جان بخشی کے وعدہ پر اطاعت ماننا منظور کر لیا۔ احمد نے اس شرط کو مان لیا اور سالم بادشاہ کامی کو بھیجکر عبدالملک کی خود بھی تشفی کی کہ اُسے کسیطرح کی اذیت نہ پہونچیگی۔ وہ چاہے تو سجلماسہ چلا جائے۔ خواہ فرار ادریسی میں رہائش پذیر ہو جائے۔ عبدالملک اس وعدہ پر بھائی کے پاس چلا گیا جو اُسے اپنے ساتھ مکناس لیگیا۔ وہاں پہونچے احمد کو تھوڑی ہی مدت ہوئی تھی کہ سخت بیمار ہو گیا۔ اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ یہ بیماری مرض الموت ہے تو عبدالملک کے قتل کا حکم دیدیا۔ اور اس سے بعد تیسرے دن خود بھی ۴ شعبان ۱۱۴۱ھجری (۱۷۲۸ء) کو فوت ہو گیا۔ پیلو کا بیان ہے کہ عبداللہ کی ماں نے اُسے زہر دیدیا تھا۔

مولانا احمد بن خالد الناصری نے یہ نامہ لکھتے ہیں کہ احمد الذہبی عادات و شمایل تفتیش و لاپروائی وغیرہ جملہ امور میں بالکل امین بن ہارون الرشید عباسی کے مشابہ تھا۔ لیکن حالانکہ بادشاہی سے پہلے وہ کسی معرکہ میں شامل نہ ہوا تھا۔ اعلے پایہ کا شہسوار تھا۔

عبداللہ المرتضٰے پنجم | عبداللہ خاتون خناثی بنت بکار المغفری کے بطن سے سمٰعیل کا فرزند تھا۔ سجلماسہ سے وہ بھی عبدالملک کے ساتھ آیا تھا۔ جب لشکر غلامان باغی ہوا تو وہ پھر سجلماسہ کو واپس چلا گیا۔ احمد کے مرنے پر سب اعیان دولت اور سرداران جبوش نے اُسے بادشاہی کے لیئے منتخب کر کے اس کے نام کا خطبہ شروع کر دیا۔ اور اسے سوار بھیجکر سجلماسہ سے بلا بھیجا۔

اس کے بھی تخت نشین ہوتے ہی فاس کے آزادی پسند باشندوں سے بگڑ گئی۔ لیکن اس دفعہ زیادتی سلطان کیطرف سے ہوئی۔ اس نے چند دربار کے موقعوں پر ان کے نائبین کی عمداً تحقیر و تذلیل کی جس سے آخر برافروختہ ہو کر اُن کو مقابل ہونا پڑا مگر ایک شہر کل فوج کا مقابلہ کب تک کر سکتا۔ محاصرہ کی شدت اور گولہ باری کے پے درپے نقصانات نے اس دفعہ بھی ان کو بالآخر سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور بادشاہ کا مطالبہ مان کر اپنے باغات اور بیرونی قصبے اس کے حوالے کر دیئے۔ ان کل محاصروں میں شاہی توپخانہ معمولی ٹھوس گولوں کے علاوہ بمب کے گولے بھی چلاتا رہا تھا۔ مولانا احمد نے معمولی گولوں کو کر ر (جمع کرۃ) اور بمب کو بنب لکھا ہے۔ یہ محاصرہ ۲ ربیع الاول ۱۱۴۲ھجری کو ختم ہوا۔ اسی سال سلطان کی والدہ خناثی اور اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ حج بیت اللہ کے لیے حجاز کو روانہ ہوئے۔

فاس سے مکناسا واپس آکر عبداللہ نے بربر قبایل کی سرکوبی کے لئے بلاد آیت یمور کا رخ کیا بربر اُس کی آمد پر آیت بسری کو بھاگ گئے۔ اس نے وہان تک اُن کا تعاقب کیا اور ہزاروں کو قتل کر کے پھر کچھ عرصہ کے لئے امن قایم کر دیا لیکن رعایا کو جیسے ان قزاقون کیطرف سے امن نصیب ہوا ویسے ہی اس کے بالمقابل ایک ظالم بادشاہ سے سابقہ پڑگیا جس نے بلا تصور اونے اعلےٰ جس پر نظر عتاب پڑگئی اُسکو قتل کرا دینا اپنا معمولی شیوہ بنا لیا تھا اسکی سنگدلی وسفاکی اسی پر بس نہ رہی بلکہ بے زبان عمارات بھی اس کی وحشت و درندگی سے محفوظ نہ رہیں۔

مدینہ ریاض کی بربادی | مکناسا مختلف چھوٹے چھوٹے شہروں یا محلون کا مجموعہ تھا۔ جن میں مدینہ ریاض جسے اسمٰعیل نے بڑے شوق سے تعمیر کرایا تھا۔ سارے شہر کی رونق وزینت تھا۔ اس محلہ اور اس کے رہنے والون کی شامت اعمال ایک دن علی الصبح عبداللہ محل سے باہر نکل کر ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ وہان سے اس کی نظر منحوس اتفاقاً اس محلہ پر پڑگئی۔ خدا معلوم اُس وقت اس کے دل میں کیا آیا کہ فی الفور اس کے گرائے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اکثر وزراء۔ اُمراء اور اعیان سلطنت کے مکان اور نیز اعلےٰ درجے کے مدارس۔ حمام۔ ہوٹل سرا و قہوہ خانہ و بازار اسی حصہ میں تھے۔ اُمراء نے ایک دوسرے کی ضد بضد اس کی رونق بڑھانے کے لئے ایکدوسرے سے بڑھ چڑھ کر یہان عالیشان محل اور مکان تعمیر کرائے ہوئے تھے۔ اکثر بدنصیب باشندے ابھی خواب میں ہی تھے کہ گرانے والے قضا مبرم کیطرح ان کے سر پر پہنچ گئے۔ اور اُن کو اس وقت خبر ہوئی جبکہ چھتیں اُن پر گرنی شروع ہوگئیں۔ اس افراتفری میں جس سے جسقدر بن سکا وہی قیمتی مال متاع لیکر گھرون سے نکل گئے۔ جنکا کوئی معین و مددگار نہ تھا وہ کچھ بچانا تو درکنار جانیں بھی سلامت نہ لیجا سکے۔ اور سینکڑوں عورتیں ضعیف مرد اور بچے دبکر ہلاک ہوگئے۔ انہدام کا کام دس دن جاری رہا اور اس مدت میں وہ شہر جو آنکھون کے لئے راحت اور دل کو سرور بخشا کرتا تھا مٹی کا ایک بڑا تودہ رہگیا۔

اسی برس اس نے کئی قبیلون کے سینکڑوں بڑے بوڑھے بلوا کر بظاہر راہزنی کی سزا کا بہانہ کر کے قتل کرا دیئے۔ ان میں سے ایک قبیلہ کے لوگون کے ساتھ

بڑی محبت تھی اور چونکہ اسکو عبید نے احمد کے حکم سے قتل کر دیا تھا اس نے پہلے دن سے انکو تباہ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس عزم کی تکمیل میں اس نے اُن غلام سپاہیوں کو جو فصلات پیچھے راتب دیا بند کر دیا اور پایہ تخت کی متصلہ چھاؤنی سے غلاموں کی طاقت فضول معرکوں میں کمزور کرتے رہنے کے ساتھ ہی خود بھی انہیں حتی الوسع قتل کراتے رہنے میں کوئی دریغ نہ کرتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ معمولی سپاہیوں سے تجاوز کر کے ان سے افسروں کے متعلق بھی یہی کارروائی شروع کر دی حتیٰ کہ ۱۱۴۷ھ تک صرف اس کے حکم سے دس ہزار غلام ہلاک ہوئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو عبیدالدیوان نے اُسے معزول اور قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور دوسرے ہی دن اُس کی تعمیل کرنے والے تھے کہ عبداللہ کو اطلاع ملگئی اور وہ دو بیٹوں کو ہمراہ لیکر راتوں رات قبیلہ آیت ادارسن کے پاس چلا گیا جو بڑے ادب و احترام سے پیش آئے اور خود ہمراہ جا کر اسے تادلا چھوڑ آئے۔ وہاں سے وہ مراکش کو ہوتا ہوا وادی نول میں اپنے ننھیال مناترہ قوم کے پاس چلا گیا۔ اور تین برس تک وہاں رہا۔ دوسری طرف اس کا گورنر محمد بن علی بھی سلطان کے فرار کی خبر سنکر رات کو فاس سے نکل صبح زرہون جا کی۔ یہ واقعہ ۱۱۴۷ھ (۱۷۳۴ء) کا ہے۔

ابی الحسن علی ششم الملقب بالاعرج

عبداللہ کو فرار پر دیوان نے اسمٰعیل کے ایک اور بیٹے ابی الحسن علی کو بادشاہی کے لئے پسند کر کے سجل ماسہ سے بلوا بھیجا۔ وہ ربیع الثانی ۱۱۴۷ھ میں فاس جا پہنچ گیا اور فاس میں سعو دراس کو گورنر مقرر کر کے تاکید کر دی کہ معمولی زکوٰۃ شرعی عشر دن اور معمول خفیف ہدایا کے سوا اور کسی طرح کا ٹیکس مانندوں سے نہ لے۔ مگر کتنا سا ہو چکر جب لشکر کو انعام و اکرام دینے میں اُسکا خزانہ خالی ہو گیا تو وہ ایک سخت نالائق حرکت کا مرتکب ہوا۔ اس نے اپنی سوتیلی ماں ننانی والدہ عبداللہ کو قید کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جو چنداں مالیت کا نہ تھا۔ اس پر اسے شبہ پیدا ہوا کہ شاید خنانی نے زر و مال کو کہیں چھپا دیا ہے اور خناثی پر مال مدفونہ بتانے کے لئے بہت کچھ سختی کی۔ مگر اس عابدہ و زاہدہ فیاض منش خاتون کے پاس فی الحقیقت کوئی دولت نہ تھی۔ ابی الحسن کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور بقایا دہ وارین کی زر سیاہی خرید لی ابو عبداللہ اکنسوس لکھتا ہے۔ خاتون حرۃ[1] خناثی نہایت صالحہ۔ عالمہ اور عابدہ عورت تھی۔ اس نے

---

[1] حرۃ یعنی آزاد عورت۔ اسے خاتون یا لیڈی کا مرادف سمجھنا چاہیئے۔ مؤلف

شہر کے سینکڑوں عاجز بھی اس ظالم کی قربانی چڑھا دیے گئے۔ قبیلہ حجادہ کے دو سو اشخاص کو جب قتل کے لیے میدان کو لے گئے تو اکثر باشندگان شہر بھی تماشا دیکھنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں عبداللہ بھی محل سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب لوگ خوف کے مارے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ ان میں سے کچھ ایک متصلہ غار میں چھپ گئے۔ اُن کو وہاں گھستے ہوئے اس تیز نظر عقاب نے دیکھ لیا تھا مقتل پر پہنچکر حکم دیا کہ غار کے منھ کو پتھروں سے چن دیا جائے۔ حکم کی فوراً تعمیل ہو گئی اور سب کے سب وہیں دم گھٹ کر مر گئے۔

اِن مظالم کو غلاموں ایسے سنگدل فرقہ بھی زیادہ عرصہ کے لئے ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکا۔ ان کی جماعت نے اسے کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کا اسطرح ناحق خون کرنا کسیطرح درست نہیں ہو سکتا۔ عبداللہ اس پیغام پر اپنے اعمال سے باز آجانے کی بجائے اب غلاموں کا بھی دشمن ہو گیا۔ مگر بظاہر اس خفگی کا کچھ اظہار نہ کر کے ان کو انعام و اکرام بھیجدیا۔ اور اہلِ فازاز (بربروں) کی سرکوبی کے لیے تیار رہنے کا حکم دیدیا۔ ادھر اہلِ فاس پر جن کی طرف سے اسکے دل میں روز اوّل سے سخت کدورت بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ محمد بن علی بن یشی کو گورنر مقرر کر کے یہ ہدایت کر دی کہ فاس والوں کے پاس زر دولت کا نام و نشان باقی نہ رہنے پائے کہ اسی کے بل پر وہ ہمیشہ اکڑتے ہیں۔ نامراد گورنر نے اس حکم کی سخت تعمیل کی ہر محلہ کے نقیب جمع کر کے اُن سے زردار لوگوں کے نام معہ حیثیت معلوم کر لئے پھر ان سب کو بُلا کر جیلخانہ میں ڈالدیا۔ اور ہر ایک پر ایک ہزار سے لیکر ایک لاکھ مثقال تک جرمانہ لگا دیا کہ جب تک یہ ادا نہ ہو قید میں رہیں۔ جو متمول بھاگ گئے تھے۔ ان کے بھائیوں۔ بیٹوں اور عورتوں کو قید کر دیا۔ ان سے فارغ ہو کر کاشتکاروں اور اہلِ حرفہ سے یہی سلوک کیا۔ اور ان کے لیے علے قدر مدارج ایک سو سے لیکر ایک ہزار تک جرمانہ تجویز کیا۔ اس ظالمانہ لُوٹ سے شہر میں ایک صاحب استطاعت باقی نہ رہ گیا۔ اور ہزاروں لوگ جنگلوں پہاڑوں اور دیہات کو بھاگ گئے۔ اور سینکڑوں نے تو بلادِ سوڈان۔ تونس مصر اور شام سے ورے دم نہ لیا۔ پیچھے صرف عورتیں۔ بچے یا بے زر و قلاش مرد رہ گئے۔ ظلم کا یہ آرہ ۱۱۴۳ھ سے لیکر ۱۱۴۵ھ تک ۱۳ مہینوں تک اہالیٔ فاس کے

سرحد چلتا رہا۔

ہسپانیہ سے لڑائی

سنہ ۱۲۳۰ھ میں عبداللہ نے سبتہ کے ہسپانویوں پر حملہ کیا۔ لیکن چونکہ ایک ہسپانوی نومسلم ریپرڈا نے جو پہلے ہسپانوی بادشاہ کا وزیر اعظم تھا اسکی امداد کی عبداللہ کو فاش شکست ملی۔ اس کے بعد اس نے اوران پر حملہ کیا۔ مگر وہان بھی شکست کھائی میدان جنگ پر ہسپانویون کو عبداللہ کے نام تطاوین کے ایک انگریز سوداگر کا خط ملا۔ جس میں اس نے سامان حرب کی قیمت کا مطالبہ کیا ہوا تھا۔ اس کی بنا پر ہسپانویون نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی کہ انگلستان مراکشیون کی مدد کرتا رہا ہے لیکن ان کی کوششیں بے سود رہیں۔ ریپرڈا کے مفصل حالات بارھوین فصل میں لکھے گئے ہیں۔

سنہ ۱۲۴۱ھ میں عبداللہ نے ۱۵ ہزار عبید سوار قاید قاسم پاشا کے زیر کمان اور تین ہزار ودایا لشکر عبدالملک بن ابی عفرہ کے ماتحت بربرون کی سرکوبی کے لیے علاقہ فازاز کو بھیجا۔ جب یہ لشکر دریاے ام الربیع کو عبور کر کے میدان ادخسان میں پہنچا۔ تو بربر بظاہر بھگوڑون کیطرح خیال آیت کو بھاگ گئے۔ فوج بھی تعاقب میں وہان تک پہنچ گئی جب یہ وہان کی تنگ گھاٹیون میں داخل ہوگیا تو بربرون نے رات کیوقت پتھرون اور درختون سے گھاٹیون کے دہانون کو بند کر دیا اور علے الصباح یکبارگی ہجوم کر کے سلطانی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اس ناگہانی حملہ سے اسکے پاؤن اکھڑ گئے اور وہ دہانہ کی طرف الٹے دوڑے۔ وہان پہونچکر جب اسکو بند پایا تو ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ اور گھوڑے اور اسلحہ چھوڑ کر پتھرون اور درختون کو ہٹانے یا ان پر چڑھکر دوسری طرف کو نکل جانے کے لیے پیدل ہوگئے۔ بربرون نے سب سامان لوٹ لیا۔ پھر بھگوڑون کو پکڑ کر ان کے جسم کے کپڑے بھی اوتار لیے کسی کو قتل نہ کیا اور سب کو اس تباہ حالت میں مکناسا کو واپس کر دیا۔ عبداللہ نے ان کی دلجوئی کے لئے ان کو زر ودولت اور ملبوسات عطا کرنے کا وعدہ کر کے اپنے صدر مقام مشرع الرمہ کو بھیجدیا مگر ان کے دل اس کی طرف سے صاف نہ ہوئے۔ ان کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ بربرون نے ان کے ساتھ یہ سلوک اسی کے اشارہ سے کیا ہے۔

یہ شبہ عبداللہ کے برتاؤ سے دن بدن زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ عبداللہ کو عبدالملک

بہت کو علوم اپنے والد شیخ بکار سے حاصل کئے تھے۔ مینے ابن حجر کی کتاب اصابہ کے حاشیوں پر اس خاتون کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے متعدد عالمانہ حاشیے دیکھے۔

ابی الحسن نے کچھ تو اس نالایقی سے لوگوں کو آزردہ کر لیا۔ دوسرے اس کے گورنر نے بھی اس کی نصیحت کے برخلاف فاس کے باشندوں پر پہلے جیسے گورنروں کی طرح ظلم وستم شروع کر دیا۔ جس پر وہ پھر باغی ہو گئے۔ ان کو مطیع کرکے ابی الحسن بربرہ قبائل سے عوض لینے کے لئے جرار لشکر لیکر جبل فازوز کو روانہ ہوا۔ مگر اس لشکر کا بھی وہی حشر ہوا جو عبداللہ کی مہم کا ہوا تھا۔ البتہ بربروں نے سلطان اور اسکے خاص دستے سے کچھ تعرض نہ کیا۔ مکناس واپس آکر لشکریوں نے نئے ملبوسات۔ اسلحہ اور راتب مانگا۔ مگر اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ ان کے مطالبہ کو پورا کرتا۔ اس سے لشکری بہت بیزار ہو گئے اور ملک میں تمام قحط پھیل گیا۔

عبداللہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا اتنے میں خبر پہونچی کہ عبداللہ مکناس کیطرف بڑھا آرہا ہے۔ کچھ لشکریوں کی صلاح ہوئی کہ اُسے اپنا بادشاہ بنالیں اور کچھ ابی الحسن کے طرفدار رہے۔ اول فریق غالب رہا۔ اور ابی الحسن بھائی کی آمد سے پہلے فاس جدید کو بھاگا۔ اور رجب جیش دوایانے اسے وہاں داخل نہ ہونے دیا تو قانہ اسکے راستہ اصدف عرب کے قبیلے کے پاس چلا گیا۔ جو بڑی عزت سے پیش آئے اور اسے اپنا داماد بنالیا۔ وہ ان کے پاس سلطنت وحکومت کو فراموش کرکے کئی برس رہا۔ پھر ۱۱۶۹ھ میں مکناس چلا آیا۔ مولوی عبداللہ نے اُسے فاس میں ایک عالیشان مکان رہنے کے لئے دیدیا۔ مگر عبید نے اُسے جلد گرفتار کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ بڑا منحوس شخص ہے۔ اسی کی وجہ سے ملک خراب ہوا ہے۔ اس پر عبداللہ نے اسے تافیلات کو بھیجدیا۔ جہاں وہ تادم وفات مقید رہا۔

مولا محمد بن اسمٰعیل المعروف بابن عربیہ عبداللہ کو اہالی مکناس راستہ میں ہی بمقام تادلا جاملے اور اس کی بیعت جاکی اور اس کے مخالف عبیدی سردار سالم کو جو مکناس سے بھاگ نہ رہوں کو چلا گیا تھا۔ پکڑ کر اس کے سامنے پیش کیا جو اسیوقت قتل کر دیا گیا۔ سالم نے اہل فاس کی اتفاق رائے سے اسمٰعیل کے ایک اور بیٹے محمد کو آنے کے لئے لکھ بھیجا ہوا تھا۔ وہ ابھی راستہ میں تھا کہ اسے سالم کی گرفتاری وقتل کی خبر پہونچ گئی۔ جس پر وہ چوری سے فاس

جاکر وہان اپنے ایک دوست کے مکان میں چھپ رہا۔ عبداللہ قصبہ الی کران پہونچا۔ تو لُٹے وہان جو اہالی فاس کے نائب بھی استقبال و رحمت کو لئے آملے۔ وہ اس دفعہ بھی اُن سے بڑی بے توجہی اور سختی سے پیش آیا۔ فاس والے بگڑے دل تو پہلے ہی سے تھے اس برتاؤ سے وہ اس دفعہ بھی بگڑ گئے۔ کمناسیون سے بھی عبداللہ کچھ اچھی طرح پیش نہ آیا سب نے صلاح و مشورہ کرکے عبداللہ کے کمناسا پہونچنے سے پہلے محمد کو فاس سے لا کر اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس اطلاع خطر پر عبداللہ پھر جبال بربر کو بھاگ گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۷۳۶ء کا ہے۔

محمد کو بھی دو اڑھائی برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ اور بادشاہ تو زر و دولت بالجبر چھینا کرتے تھے۔ اس نے لشکریوں کا پیٹ بھرنے کے لئے رعایا کے کھیتوں اور گھروں سے گندم اور جو تک جمع کر منگوائے اور وہان جھاڑو پھروا دی۔ ابھی تخت پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ایک رات مولائی عبداللہ غارتگروں کی طرح اصطبل شاہی پر آپڑا۔ اور اس کے محافظوں کو قتل کرکے طویلہ کو آگ لگا دی۔ مولائی محمد نے شہر سے باہر اس کا تعاقب کیا لیکن عبداللہ دور نکل گیا تھا۔ ملک میں چاروں طرف بدامنی پھیل رہی تھی۔ ایسی حالت میں لشکریوں کی تنخواہ کے لئے روپیہ بہم پہنچنا بھی مشکل ہو گیا۔ اور انہی بدبختوں نے ۱۷۳۶ء ۲۴ صفر ۱۱۵۰ھ کو مولائی محمد اور اس کے معتمد گورنر فاس کو گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ اور مولائی مستضی بن اسمٰعیل کو تافیلالت سے بلا کر تخت پر بٹھا دیا۔ لیکن ایک سال کی آزمائش کے بعد وہ بھی الگ کر دیا گیا۔

لشکر کی تنخواہ اور انعام کے لئے جب اور کسی طرح روپیہ نہ مل سکا تو انہوں نے پہلے وہ ذخیرے جو سلطان اسمٰعیل نے شورہ و نیلا تھوتھا۔ فولاد۔ جہاگنی لکڑی اور دیگر مختلف اجناس کے جمع کر رکھے تھے نکال کر بیچ دیئے۔ جب ان سے بھی کچھ نہ ہوا تو شاہی محلوں کے گنبدوں سے تانبے اور گلٹ کے پترے اتروا دیئے۔ اور بالآخر تانبے کی توپیں تڑوا کر پیسے مضروب کرالئے۔ ان جزورسیوں سے ظاہر ہے لاکھوں اور کروڑوں کی رقم کہاں دستیاب ہو سکتی تھی۔ اس کے لئے اب باشندگان فاس اور دیگر مقامات کے ہستوں کو ستانا شروع کیا۔ اور ایک بڑے بزرگ کو اس شبہ میں کہ صرہ فنالی کا روپیہ اس کے پاس امانت رکھا ہے پٹوایا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ دوسری طرف مولائی عبداللہ نے بربر و عرب کے قبائل کو ہمراہ لیکر ملک میں وہ اودھم برپا کر دیا کہ الامان۔

آخر عبید نے مستضی کو معزول کر کے عبد اللہ کو پھر بلا بھیجا۔ مستضی طنجہ وغیرہ ہوتا ہوا
مراکش کو چلا گیا۔ اس کے عہد کا بڑا واقعہ یہ ہے کہ اہل طیطوان نے اس کے
بادشاہ ہونے پر کوئی وفد مبارکباد کہنے کے لیے نہ بھیجا۔ ابی العباس پاشا والی طنجہ
طنجہ کو اس سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کا موقعہ ملگیا۔ اس نے مستضی سے اجازت لیکر
پھر بھی طیطوان پر حملہ کر کے شہر کو لوٹ لیا۔ اور عوام الناس کے علاوہ [illegible]
شہر کو تہ تیغ کر دیا۔ مستضی کی والدہ قبیلہ وکالہ کی لڑکی تھی۔

عبد اللہ نے تیسری مرتبہ پانچ برس حکومت کرنی لی۔ ابھی ایک سال و نیز اس کے مقدر
میں لکھا تھا۔ یہ پانچ برس بھی بدستور سابق ظلم و ستم، قتل و غارتگری اور خانہ جنگیوں میں
بسر ہوئے۔ جن میں سب سے اہم ابی العباس پاشا گورنر طنجہ کی بغاوت تھی۔ آخر عبید بھی باغی ہو
ساتھ شامل ہو گئے۔ جس پر عبد اللہ کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ پہلے اس کی والدہ خناثی
مکناس سے بھاگی اور دوسرے دن عبد اللہ بھی بھاگ کر اپنے ماموں معافری بن جربر
کے پاس چلا گیا۔ اور اس کی جگہ مولائی زین العابدین ابن اسمٰعیل کو جو ابی العباس کا مہمان
بنکر طنجہ میں مقیم تھا بادشاہ بنا دیا۔ یہ ربیع الاول ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) کا واقعہ ہے

مگر اہل فاس اور قبیلہ ودایا نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ وہ لشکر لیکر مکناس سے
ان کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ لیکن ابھی راستہ میں ہی تھا کہ غلام بگڑ کر واپس چلے گئے
اور تخت نشینی سے دو ہی ماہ بعد زین العابدین کو تخت سے جدا کر دیا۔ عبد اللہ تو پہلے
ہی خیال پر دریں منڈلا رہا تھا۔ وہ فوراً بربری لشکر لے کر پہنچ گیا۔

ودایا اور اہل فاس نے اسے بڑی خوشی سے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ جو اب
چوتھی مرتبہ سلطان تھا مگر چند ماہ بعد جب مستضی بھی آ گیا تو عبید و ابی العباس اس کے
طرفدار ہو گئے۔ فریقین میں ذی قعدہ ۱۱۵۸ھ سے لیکر آغاز ۱۱۶۰ھ تک لڑائی
ہوتی رہی۔ کبھی عبد اللہ بھاگ جاتا اور کبھی مستضی۔ آخر عبد اللہ کو بربر کی مدد سے فتح نصیب
حاصل ہوئی۔ پہلی فتح میں عبد اللہ اور اس کے معاون بربریوں کو لغی لشکر کا کل
سامان غنیمت میں ملا جس میں بہترین گھوڑوں ۱۲۰ خچر و دیگر سامان کے علاوہ بیس
[illegible] جنگی سامان توپیں اور بندوقیں [illegible]
[illegible] عبد اللہ [illegible]

کہ وہی لڑائی تھی جس میں وہ شامل ہوا۔ اس فتح کے بعد عبداللہ نے طنجہ پر حملہ کر کے ابی العباس کی حکومت و طاقت کی قطعی بیخکنی کر دی۔ یہاں سے بھی اُسے بے شمار مال زر ہاتھ آیا جسے ابی العباس کا خاندان پشتوں سے جمع کرتا چلا آیا تھا۔ طنجہ سے واپسی کے وقت تعنی دس ہزار لشکر لیکر عبداللہ کا مزاحم ہوا۔ اس میں بھی عبداللہ غالب رہا۔ اور پانچ ہزار سے زاید گھوڑے اُسے غنیمت میں ملے۔ اس فتح سے خانہ جنگی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور سب فریقوں نے عبداللہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔

اس خانہ جنگی کے دوران میں دو قابل ذکر واقعات یہ گذری۔ جو خناثی ۷ جمادی الاول ۱۱۵۵ھ کو جوار بیت اللہ میں جابسیں۔ اسی سال (۱۷۴۲ء) جب حاجیوں کا قافلہ حجاز کو روانہ ہوا۔ تو مولائی عبداللہ نے ۳۴ چھوٹے بڑے قرآن مجید جن کی جلدیں سنہری اور ہر ایک پر بیش قیمت جواہرات اور موتی جڑے ہوئے تھے ہدیۃ بیت اللہ شریف اور مزار نبوی کو روانہ کئے۔ ان میں ایک وہ مصحف کبیر تھا جو عقبانی کے نام سے مشہور تھا۔ اور جو عادت و احترام میں مصحف عثمانی سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا تھا۔ اسے مشہور صحابی عقبہ بن نافع الفہری فاتح مغرب نے حضرت عثمان کے نسخہ سے بمقام قیروان اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اور اندلس کے اموی بادشاہوں کے پاس نسلاً بعد نسل چلا آتا تھا۔ اندلس سے اسے سعدی شرفا مغرب میں لائے۔ چنانچہ منصور نے یہی قرآن شریف بڑا اپنے دوسرے بیٹوں سے بڑے بیٹے الشیخ کے لئے مخصوص کی تھی۔ آخر ۱۱۵۵ھ میں یہ در یتیم اپنے اصل وطن حرم شریف کو پہنچ گیا۔ قرآن شریف کے ان نسخوں کے ساتھ ۲۰۰ سو مختلف رنگوں کے یاقوت حجرہ نبوی کے لئے بھیجے گئے۔

اس تحفہ کی روانگی کے بعد عبداللہ سات برس زندہ رہا۔ یہ سات برس بھی بری طرح کٹے۔ کبھی غلاموں سے بگاڑ اور بربریوں سے صلح۔ کبھی فاسیوں سے صلح اور بربریوں سے عناد۔ کوئی سال خیریت سے گذرنے نہ پایا۔ خانہ جنگی کے خاتمہ پر پہلے بربریوں سے بگاڑ ہوا۔ یہ معاملہ ابھی طے نہ ہوا تھا کہ غلام بگڑ گئے۔ سلطان نے ودایا کو بلا بھیجا۔ اور ان کی پناہ میں مکناس سے فاس جدید کو چلا گیا۔ ادھر غلام بنی حسن وغیرہ مخالف قبایل کی مسلسل ایذا دہی سے تنگ آ کر اسی سال ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء)

میں شریف الریلہ کو خالی کر کے مکناس آگئے۔ اور اصطبل۔ قلعہ شہر میلان۔ الغرض جہاں جگہ ملی۔ ڈیرے ڈال دیئے۔ اور ۱۱۴۱ھ میں چند برسوں کی مسلسل لڑائی سے اکتا کر سید محمد بن عبداللہ کو جو مراکش میں گورنر تھا لکھا کہ اگر چاہو تو ہم تمہاری بیعت پر رضامند ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا خطبہ شروع کر دیا۔ مگر محمد نے باپ کی نافرمانی سے صاف انکار کر دیا۔ اور بادشاہی اختیار کرنے کی بجائے مصالحت کرانے کے لئے مراکش سے نکلا۔ تا آنکہ عبداللہ کو اپنے باپ کا پھر تابع فرمان بنا گیا۔ جو اس لحاظ سے پانچ دفعہ معزول ہو کر چھٹی دفعہ سلطان تسلیم کیا گیا۔ پیرانہ سالی میں عبداللہ کی سفاکی اور بھی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ عمر کے آخری دو برس وہ فاس جدید کے قریب مقام دار دبیبغ میں پڑا رہا۔ ڈر کے مارے کوئی اس کے قریب نہ پھٹکتا تھا۔ انگریز مورخ ٹہروٹن کا بیان ہے کہ ۱۷۲۱ء میں اپنے سامنے عبداللہ کو ۳۵۰ باغیوں کو قتل کراتے دیکھا۔ جن میں سے پہلے شخص کو اس نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ان کی لاشیں بلا دفن کئے میدان میں عرصہ تک سڑتی رہیں۔ بیلو لکھتا ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ نے ایک ہفتہ میں دو ہزار دو آدمی قتل کرائے۔ بالآخر ۲ صفر ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء کو یہ قہر الٰہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ملک کی ہلاکت گئی۔ اس کی خوشحالی کا زمانہ پھر عود کر آیا۔ اور چتر شاہی پھر ایسے بادشاہ کے سر پر سایہ افگن ہوا جو نیک نہاد۔ عقلمند۔ رعیت پرور اور عادل ہونے کے ساتھ ہی سچا۔ دیندار۔ باحمیت اور صاحب اقبال بھی تھا۔ یہ اسی ظالم عبداللہ کا دوسرا بیٹا محمد تھا۔ جس کا تیسرا بھائی باپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

مولائے مستضی معزول ہو کر ۱۱۵۰ھ میں بلاد خود کو بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے مولائے عبداللہ کے تعاقب پر مختلف علاقوں میں گشت کرتا ہوا طنجہ پہنچا۔ اور وہاں کے گورنر قائد عبدالکریم ایغی کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اور لوگوں پر سخت ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ جس سے تنگ آکر اہل ایف نے ایک دن اس پر اچانک حملہ کر کے اُسے قید کر لیا اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ان کے پنجے سے رہائی پانے پر اس نے اپنے بھائی عبداللہ سے سابقہ تقصیرات کی معافی مانگ کر درخواست کی کہ اس کی رہائش کے لئے کوئی جگہ خود ہی مقرر کر دے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ تو نے میرا کوئی قصور

نہیں کیا۔ اگر تو جنگ کرنا چاہتا ہے تو میری طرح باپ کے ملک کو چھوڑ۔ اب اگر تو میری حمایت و اطاعت میں آنے کو تیار ہے تو میں اسے خوشی سے منظور کرتا ہوں۔ میری رائے میں آصیلا کی رہایش تمہارے لئے مناسب ہوگی۔ اور اگر تو ملک چاہتا ہے۔ تو میدان تیار ہے۔ مستضی خط پڑھ کر بندر آصیلا کو چلا گیا۔ اور خضر غیلان کے مکان کو مرمت و درست کرکے سنہ ۱۱۶۶ھ میں وہاں آباد ہوگیا۔ چند دن بعد وہاں کے بعض اہل طمع اس کے دوست بن گئے۔ اور اُن کے مشورہ پر اس نے غلہ کا بیوپار شروع کر دیا۔ وہ گندم وجو وغیرہ متصلہ علاقہ کے عرب دہقانوں سے خرید کر منھ مانگے نفع پر ممالک غیر کے انصار و تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتا جن کے جہاز اب چاروں طرف سے آصیلا میں پہونچنے شروع ہوگئے۔ اس فایدہ سے دنوں میں اس کی حالت سنور گئی۔ سیکڑوں خوشامدی جمع ہوگئے اور اس نے طیطوان و طنجہ سے اسلحہ خرید کر اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔ عبداللہ کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو بھائی کو آصیلا میں رہنے کی اجازت دینے پر بہت نادم ہوا۔ اور اسی وقت ایک طرف اپنے بیٹے محمد گورنر مراکش کو اور دوسری طرف قاید ابی محمد کو آصیلا جا کر مستضی کو وہاں سے نکال دینے کا حکم بھیجدیا۔ سلطانی فوج کے پہونچنے پر مستضی کے بیٹے نے شہر سے باہر آکر حجت پیش کی کہ ہم یہاں سلطان کی اجازت سے رہتے ہیں اور اس نے ہمیں اس بندر کی آمدنی عطا کر رکھی ہے۔ تم کیوں تعرض کرتے ہو۔ لیکن گورنر نے ایک نہ مانی۔ اور جب تک مستضی باہر نکل آیا محاصرہ جاری رہا۔ مستضی اخراج پر شیخ ابی بکر بن عربی کے مزار کو چلدیا اور گورنر اس کا مال و اسباب اور اسلحہ و بارود وغیرہ لیکر مستضی کے بیٹے کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں پہونچگیا عبداللہ نے ہتھیار اور بارود رکھکر باقی تمام سامان مستضی کے خاندان کو دیدیا۔ جو سنہ ۱۱۶۶ھ میں مستضی کو سجلماسہ میں جا ملا۔ سجلماسہ پہونچنے سے پہلے چند قبایل کو اپنے ساتھ ملانے کی ناکام کوشش کی تھی وہاں جا کر اس نے ملک و سلطنت کا بالکل خیال چھوڑدیا اور باقی زندگی بسر کرکے سنہ ۱۱۷۰ھ میں راہی ملک بقا ہوگیا۔

جشن العید | مولائی محمد بن عبداللہ کے عہد کی تاریخ شروع کرنے سے پہلے ہم اسکے آگے کے حالات مابعد ہمیں موقعہ پر بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا احمد بن خالد ناصری

لکھتے ہیں کہ مولائے اسمٰعیل کے اواخر عہد میں عبید کی افواج تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی
رفاہ و عزت میں اس وقت ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ ان کی بارکیں عالیشان محلات سے
سرافراز تھیں۔ گھوڑے اور اسلحہ جیسے ان کے پاس تھے۔ شاید ہی دنیا کی کسی اور سپاہ
کے پاس ہوں یہی کیفیت وردی اور ان کے دیگر سامان کی تھی۔ ان میں سے ستر ہزار
سوار و پیدل مشرع الرملہ کی بارکوں میں رہتے تھے۔ یہیں سالار پاشا کے ماتحت ایک ہزار
ینگچری دکیشاریہ سپاہ کا رسالہ بھی رہتا تھا۔ ترکی ینگچریوں کی طرح مراکش
ینگچری بھی پیدل تھے۔ صرف افسر گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ تاوت اور
وجدہ وس میں پانچ ہزار پیدل تھے۔ اور باقی پچاس ہزار مغرب کے دوسرے
قلعوں میں منقسم تھے۔ جہاں وہ ہر طرح کے آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے
تھے۔ ہر قلعہ کے متصلہ علاقہ کے باشندوں کو حکم تھا کہ پیداوار کے اعشار میں سے
اسقدر غلہ اور چارہ قلعہ والوں کی فوج اور ان کے جانوروں کے لئے پہنچا دیا
کریں۔ سلطان اسمعیل کے وقت تک اس انتظام میں کوئی خلل نہ پڑا۔ اسکی وفات
پر جب اسمٰعیل کی اولاد میں خانہ جنگی برپا ہوگئی تو ایک طرف قبایل نے مقررہ رسد
پہونچانی بند کردی۔ اور دوسری طرف سلاطین نے مسلسل جدال و قتال سے ان کی
خبر گیری کا کوئی خیال نہ رکھا جس پر ان قلعوں سے عبید فاقہ کشی سے تنگ آکر
قلعوں کو چھوڑ چھاڑ ہمسایہ قبایل میں منتشر ہوگئے۔ اور عرب و بربر قبایل نے
تمامی قلعوں کو لوٹ کھسوٹ کر ایسا ویران کر دیا کہ پھاٹکوں کے کواڑ اور چھتوں
کی لکڑیاں تک اوتار لے گئے صرف دیواروں کے ڈھانچ باقی کھڑے رہ گئے
یہی حالت مولا عبداللہ کے عہد میں حبشیوں کے مشرع الرملہ سے مکناس چلے جانے
پر مشرع الرملہ کی ہوئی۔ تو جس وہاں کے عالیشان محلوں اور بارکوں کی ریتیکے
اینٹ پتھر اور شہتیر تک اوتار کر لے گئیں۔ اور وہاں ان کو کوڑیوں کے مول
بیچ ڈالا۔ کچھ عرصہ فقط دیواریں کھڑی رہیں۔ مگر ان کی باری بھی جلد آگئی۔ اور
غارتگروں نے ان کو گرانے پر اکتفا نہ کر کے دفینوں کی تلاش میں فرشوں اور
زمین کو بھی کھود ڈالا۔
مکانات کے ساتھ یہاں تک لشکریوں کی بھی جمعیت پریشان ہوگئی۔ مکناس سے نصف

زیادہ سپاہی نہ پہونچے۔ باقیماندہ اپنے اپنے سابق قبایل اور مالکون کے پاس چلے
گئے۔ جو مکناس پہونچے۔ ان میں سے بھی اکثر ہر ایک چیز کی گرانی کیوجہ سے وہان
زیادہ مدت نہ ٹھیرے۔ بڑے بڑے شہرون میں یونہی تو ہمیشہ گرانی کا زور رہتا ہے۔ مگر
ان دنون خشکسالی اور خانہ جنگی نے اور بھی قحط برپا کر رکھا تھا۔ پس صرف وہی لوگ وہان
رہ گئے جو یا تو متمول تھے۔ یا کوئی ہنر جانتے تھے۔ اور ان لوگون کا بھی قافیہ تنگی مکان سے
تنگ ہو رہا تھا۔ شہر میں کوئی گنجایش نہ ہونے کے باعث انہون نے شہر کے متصل باغات
اور زمینون میں ڈیرے ڈالدیے تھے۔ جہان بربر قبایل اکثر چھاپے مارتے رہکر
ان کے بال بچون اور مال و اسباب کو اٹھا لیجاتے۔ اس طرح اس لشکر کا بھی حصہ کثیر
حصول معاش کے لئے دیہات اور قبایل میں جا بسا اور سپاہگری کے فن اور بندوق
و توپ کے ہنر کو بھولا کر عام لوگون کیطرح ہوگئے۔ اس سپاہ کی بے سر و سامانی
کا یہ عالم تھا۔ جب ۱۱۰۹ھ میں مکناس میں زلزلہ آیا۔ تو عبید سے پانچ ہزار کے قریب
دیوارون کے نیچے دب کر مرگئے۔

مولای محمد کے عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے وقت تک اس سپاہ کی حالت
یوماً فیوماً بدتر ہوتی چلی گئی۔ اس دور اندیش و بیدار مغز فرمانروا نے باقی سلطنت کے
دوسرے صیغون اور محکمون کیطرح اس لشکر کو بھی پھر بحال کرکے سپاہ کا مقتدر
ترین حصہ بنا دیا۔ جب اس نے ادہر توجہ کی تو عبید کی تعداد چند ہزار سے زیادہ
نہ پائی۔ اس نے واداکی طرح منتشر افراد کو پھر قبایل سے جمع کر دیا اور پہلے کیطرح
بیش قیمت گھوڑون۔ اسلحہ اور وردیون سے اس پرانے لشکر کو دوبارہ مرتب
کرکے دولت اسمعیلہ کو اپنی حسن سیرت اور قابلیت سے خواری و ذلت کے بعد
از سر نو عزت اور ذلت و گمنامی کے بعد حیات تازہ بخشی۔ سید احمد بن خالد اس موقعہ
پر ایزاد کرتے ہیں کہ مذہب اشعریہ کے مطابق فسق و فجور کی وجہ سے امام معزولی
کا مستوجب نہیں ہو جاتا۔ بنابرین مولا احمد بن اسمعیل جایز امام اور مولا عبدالملک
اسپر خروج کرنے والا تھا۔ اسیطرح عبداللہ جایز بادشاہ تھا اور اس کے ساتھ
جنگ کرنے والے سپاہی باغی سے زیادہ رتبہ نہ رکھتے تھے۔

سعدی محمد بن عبداللہ
سنہ ۱۸۵۹-۱۸۷۳ء

محمد شتم بن عبداللہ جو سابق میں گورنر سعی تھا تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نیک او عقلمند شخص کے سر پر چتر شاہی سایہ افگن ہوا۔ اس نے مراکو میں ۱۴ سال تک حکمرانی کی۔ اس کے عہد حکومت میں ملک نے ہر قسم کی ترقی کی اور چاروں طرف فارغ البالی کے آثار نظر آنے لگے[۵۳]۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ رود ائیا کو غارت کر کے اور قبض کا محاصرہ کر کے ان دونو مقامات پر اپنا قبضہ کر لیا[۵۴]۔ تمام ملک میں جسقدر ظالم اور سخت گیر گورنر تھے ان کو گرفتار کر لیا شہروں میں از سر نو قلعے بنا کر ان کو مضبوط کیا۔ سلی اور رباط دو بندرگاہ تھے۔ ان دونوں میں اسوقت ایک جہاز رہا کرتا تھا۔ چنانچہ سعدی محمد نے ان کو فتح کر کے ہمیشہ کے لیئے ان کی آزادی اور خود مختاری کا خاتمہ کر دیا۔ اور ان دونو مقامات میں اس نے عمدہ عمدہ بندرگاہیں بنوا دیں۔ اسی زمانہ میں ۱۸۶۰ء میں شہر موگاڈر اور فیدالا کی اس نے بنیاد ڈالی۔ اور فرانسیسیوں نے سلی اور لارش پر فوجکشی کی لیکن ان کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اسمعیل کے کتب خانہ میں اسوقت بارہ ہزار کتابیں تھیں پس سعدی محمد نے اس خیال سے کہ لوگوں کو ان کے پڑھنے کا زیادہ موقعہ ملے ان کو اپنی تمام سلطنت کی بڑی بڑی مساجد میں تقسیم کر دیا۔ بیس اس پر مدارس کا ایک مرتبہ پھر زور ہوا۔ اور انہوں نے خوب ترقی کی[۱۴]۔ ۱۸۶۶ء میں اس نے یورپ[۵۵] اور ٹرکی سے[۵۶] زیادہ دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔ چنانچہ اسی پر ٹرکی سے سلطان سوم نے کثرت سے توپیں۔ بندوقیں۔ بم کے گولے اور سامان جنگ ایک

[۵۳] الزیعانی صفحہ ۱۲۱۔ [۵۴] اس زمانہ میں جارڈوائن نے اسکی سب سے زیادہ اس امر کی تعریف کی ہے جو پولیس کا ایک اعلیٰ درجہ کا لفٹنٹ تھا اس نے تمام قزاقوں کی بیخکنی کر دی تھی [۵۵] الناصری صفحہ ۹۷۔
[۵۶] الزیعانی و الناصری صفحہ ۹۵ سعدی محمد کے زمانہ میں ۱۸۶۰ء و ۱۸۸۳ء میں انگلستان ۱۸۶۶ء میں فرانس ۱۸۶۶ء ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۵ء میں ہسپانیہ ۱۸۶۶ء میں ڈنمارک ۱۸۶۸ء میں ٹسکنی اور ۱۸۶۸ء میں ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ سلطنت مراکو نے متعدد عہدنامے کئے اور لنڈن۔ وئینا۔ پیرس۔ لسبن۔ ہیند رڈو۔ ہیگ۔ روسالٹا کو مراکو سے سفیر بھیجے گئے [۵۷] ۱۸۸۶ء میں الزیعانی جو بہت بڑا مورخ تھا سفیر مقرر ہو کر ٹرکی کو گیا وہاں پر اسکی اسقدر تعریف اور عزت ہوئی کہ عبدالحمید ہمیشہ اس سے آپکو لکھا کرتا تھا۔ ٹرکی سے واپس آنے پر وہ پہلے تو تازہ اور اسکے بعد تفیلالت کا گورنر مقرر ہوا۔ لیکن الیزید نے اسکو ایک سازش کنندہ قرار دیکر گرفتار کر لیا اور قیدخانہ میں بھیج دیا۔

۱

جہاز میں بار کر کے سیدی محمد کے پاس مراکو بھیجا۔[۱] اس تمام سامان جنگ سے ۱۷۶۹ء آئندہ سال ہی اہل "پرتگال" سے میزیگن واپس لینے میں کام لیا گیا۔ ۱۷۷۴ء میں سیدی محمد نے ہسپانیہ کے قلعہ ملیلا کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن کارلس سوم نے ایک عہد نامہ کے واسطے کہا جس کی رو سے اس نے بر و بحر میں امن و صلح قایم رکھنے کی شرط پیش کی۔ موروں کے سفیر نے اسکو منظور کر کے اسپر دستخط کر دیے۔ اس پر وہ سفیر بہت زیادہ مورد عتاب ہوا۔ محمد نے کہا کہ اگر اہل ہسپانیہ ہمارے سامان جنگ کو بحری راستہ سے طنجہ اور موگاڈور کو لے جاویں تو میں اپنی فوجوں کو واپس بلا لونگا۔ چنانچہ بادشاہ ہسپانیہ اسپر رضامند ہو گیا۔ اس پر محمد نے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا اور بری لڑائی کا خاتمہ ہو کر امن قایم ہو گیا۔[۲]

الیزید کی بغاوت ۱۷۷۵ء | یہ بات چونکہ فوجوں کے منشا کے خلاف ہوئی اس وجہ سے انہوں نے مکینیز میں لڑائی اور فساد کی کوشش کی۔ یہ حالت دیکھکر سلطان نے اپنے بیٹے الیزید کو فوج کے مغلوب کرنے کے واسطے بھیجا۔ محمد کی یہ تدبیر خلاف ثابت ہوئی۔ کیونکہ باغیوں نے الیزید سے یہ کہا کہ ہم تم کو بھی اپنا سلطان بنالیں گے۔ امید وار رضامند ہو کر باغیوں کا بھی ساتھی بن گیا۔ اس وقت محمد کو بڑی مشکل پیش آئی اور بدقت تمام زودائیا اور بربرہ کی فوج کی مدد سے اس نے ان کو مغلوب کیا۔ الیزید نے زرہوان کے معبد میں جا کر پناہ لی اور وہاں شریعت کی سفارش پر ہی اس کے باپ سلطان نے اسکے قصور کو معاف کیا۔ جیشیون کی جستمند فوج بھی اسکو سلطان نے اطراف ملک میں بھیجدیا۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بعد میں جو بغاوتیں ملک میں ہوئیں وہ شروع نہ ہو سکیں۔ اسکے علاوہ ۱۷۷۶ء و ۱۷۷۸ء میں سخت امساک باراں ہوا اور تمام ملک میں قحط پڑ گیا۔ سلطان نے رعایا کی امداد کرنے اور اسکو قحط کے اثر سے محفوظ رکھنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور بطور قرض حسنہ کے زر کثیر رعایا کو بانٹ دیا۔

تکلیف دہ زمانہ ۱۷۸۳ء | اس کے بعد بھی سلطان کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اور اس کا اضطراب بدستور قایم رہا۔ ۱۷۸۳ء میں ایک شخص حاج الیموری نامی نے

---

[۱] ایضاً صفحہ ۱۴۴۔ [۱] الناصری صفحہ ۱۰۴۔ الناصری میں یہ بھی لکھا کہ سیدی محمد نے مکہ معظمہ کے سلطان سے اسی زمانہ میں ایک عہد نامہ بھی کیا تھا۔ [۲] الزیعانی صفحہ ۱۴۵۔

مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اہل بربر اس کے پاس جوق جوق آنے لگے اسکے
ادعائے مہدویت کو تسلیم کرتے اور اس کی بیعت ہو جاتے تھے[۱]۔ لیکن سلطان محمد نے
اس کی سرکوبی کے واسطے ایک سخت مہم بھیجی جس نے اس مدعی مہدیت کے مریدوں اور
معتقدوں کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ اسکے بعد بھی سلطان کی پریشانیوں کا خاتمہ نہ ہوا
الیزید نے زیارت حرمین شریفین کی اجازت چاہی۔ سلطان نے اسکو منظور کر لیا۔
ان ہی دنوں میں سلطان نے اپنے ایک سفیر کو کچھ تحایف دیکر ایک شریف کے پاس بھیجا
تھا۔ جو سلطان کا داماد بھی تھا۔ الیزید نے دغا پا کر اس سفیر کے پاس سے تمام
تحایف کی چوری کروا دی[۲]۔ اس پر سلطان نے اسکی اچھی طرح گوشمالی کی اور ولیعہدی سے
خارج کر دیا۔ لیکن اس نے بڑی دلیری کی اور تین سال کے بعد طیطوان کے متصل ملا
عبدالسلام کی عبادتگاہ میں آن کر پناہ لی۔ اور یہاں سے ہی ایک اور بغاوت کی تدابیر
سوچنی شروع کر دیں۔ سنہ ۱۷۹۰ع میں سلطان بذات خود اس کی گوشمالی کے واسطے گیا۔
لیکن اسکا کاسۂ زندگی لبریز ہو چکا تھا۔ پس اس نے راستہ میں قضا کی اور تمام دنیا و
مافیہا کو خیرباد کہا۔ اس وقت مراکو میں عام طور سے کشت و خون شروع ہو گیا۔ جو ملا
اسمٰعیل کی خونریزی سے اگر زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہ تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ
حالت زیادہ عرصہ قایم نہ رہی[۳]۔

مولد ام الیزید
سنہ ۱۷۹۰ع

یہ بات بہ چند مرتبہ بیان کی گئی ہے اور عام طور پر یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ
ملا الیزید کی والدہ انگلستان یا آیرلینڈ کی رہنے والی تھی
یہ عورت وینس سے کاؤنٹ کنول کے افسر کی بیوہ تھی۔ لیکن جس بنیاد پر یہ بات

۱؎ الناصری صفحہ ۵۰۔ ۲؎ ایضاً ۵۲۔ ۳؎ قونصل مائرا نے لکھا ہے کہ اس وقت سلطان محمد کے
دوسرے بیٹے عبدالرحمن نے اپنے بھائی یزید کے پاس ایک پیغام بھیجا جو حسب ذیل ہے: "مجھ کو والد کے انتقال کی
خبر ملی ہے اور میں نے سنا ہے کہ تم اپنے عبادتخانہ سے باہر نکل آئے ہو۔ سلطان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور میرے باپ کے
روپیہ کو بیوقوفوں کے بیچ اڑا رہے ہو۔ اے بدنصیب چوہے یا تو تو اپنے سوراخ میں گھس جا ورنہ اگر تو انسان ہے
تو مراکش میں آ کر مجھ سے مل۔ کیونکہ تجھ کو جان لینا چاہیئے کہ تجھ جیسے کسی بادشاہ کے رہنے کی جگہ نہیں رہے گی۔"
۴؎ دیکھو صفحہ ۱۱۰ لیمپریر کا جو الیزید کی تخت نشینی سے ایک سال پہلے مراکو میں مقیم ہوا تھا۔
اس نے لکھا ہے کہ الیزید کی نانی انگریزی قوم کی عورت تھی۔

بنی ہیں۔ وہ تعزیتا فسانہ ہیں۔ تاریخ سے ان کا ٹھیک پتہ نہیں چلتا سیگو نے لکھا ہے کہ میرے ایک ہمعصر نے اس حکومت کے واقعات اعلیٰ ذاتی واقفیت کی بنیاد پر لکھے ہیں۔ لیکن اس نے اسکا نام ظاہر نہیں کیا ہے الغرض اس نے لکھا ہے کہ الیزید کی ماں ہسپانیہ کی ایک لونڈی تھی اور اسکا نام سگیتا تھا۔ بہرحال وہ کسی کے بطن سے ہو وہ بدباطن جو اب تخت شاہی پر متمکن ہوا ہمیشہ علانیہ طور پر انگریزون کے ساتھ مراعات کیا کرتا تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی عام طور پر تمام سلطنتون سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ لیکن انگریزون کو اس سے بھی مستثنےٰ کر دیا۔ الیزید کو باشندگان ہسپانیہ کے ساتھ بہت زیادہ کاوش تھی اور اسکے حرکات و سکنات سے ہمیشہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کو نفرت اور حقارت کی نگاہون سے دیکھتا ہے سلطان محمد کا وزیر اہل ہسپانیہ کے ساتھ بہت مراعات کیا کرتا تھا۔ پس الیزید نے ایک دن طنجہ میں ہسپانیہ کے سفارتخانہ کے دروازہ پر اس وزیر کے ایک ہاتھ اور دو بڑے بڑے حاکمون کے سرون میں میخیں ٹھکوا دیں۔ وزیر کے دوسرے ہاتھ کو کاٹ کر اوجدا کے پاس بھیجا اور اسکا سر قلم کر کے میکنیز میں ہسپانیہ کے گوشہ نشین لوگون کی خانقاہ کے سامنے ایک ستون پر نصب کرا دیا اور اس کے بعد اس کی بہت کچھ بیحرمتی کی۔[۵۱] ان تمام باتون کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن اعلان دشمنی و جنگ سے پہلے ہسپانیہ کے قونصل اور سفیر نہایت عقلمندی سے وہان سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔[۵۲] الیزید کی یہ خواہش تھی کہ کسیطرح سیوتا کو واپس

---

[۵۱] میکنیز میں جو یہودی نائب قونصل رہا کرتا تھا الیزید نے اسکی ایڑیون میں سوراخ کر کے باب منصور الالج پر ایک کھونٹی پر لٹکا دیا اور شیب بن عطار کو جو قوم کا یہودی لیکن اسکے باپ دادا ایمان لا چکے تھے زندہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلوا دیا۔[*]

[۵۲] ہسپانیہ کا قونصل وغیرہ سیر کا ارادہ ظاہر کر کے ہسپانیہ کے جہازون میں سوار ہو گئے لیکن مورون کو ان کا اصلی منشا معلوم ہوا تو ان کی آتش غضب مشتعل ہو گئی۔ لاریکی اور موگاڈور کے نائب قونصلون نے اسکی شکایت کی کہ ہمارے اہل و عیال کو ہم سے جدا کر لیا گیا۔

[*] ان تمام کارروائیون کے مفصل حالات انگریز قونصل کے مراسلون میں جو اس نے بنویت ہی کو بھیجے تھے مندرج ہیں۔ وہ مراسلے ہنوز مراکو کے محافظخانہ میں موجود ہیں ::

لے لیا جاوے اور اس بارہ میں اُسے انگریزون کی امداد پر بھروسہ تھا اور بالخصوص اس وقت جبکہ ہسپانیہ سے اس کی جنگ کا خاتمہ ہونے والا تھا اس نے انگریزون کی امداد پر علانیہ طور سے اپنے بھروسہ کا اظہار کر دیا۔ اس نے انگریزون سے مدد لینے کے واسطے لاریکی انگریزون کو دینا چاہا لیکن انہون نے اسکے لینے سے انکار کر دیا۔[۱۵]

اصول اور عمل الیزید کا قول تھا کہ مراکو کے ہر ایک سلطان کو اسقدر خونریزی کرنی چاہئیے کہ اس کے قلعہ کے دروازہ سے شہر تک ہمیشہ خون کی نہر جاری رہے اور لوگون کی زندگی ہمیشہ خوف اور اندیشہ کی حالت میں بسر ہو۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنی سلطنت کے بعض اضلاع میں یہودی رہا کرتے تھے انکو غارت کر دیا۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ اس کے حبشیون کے رسالے خوش ہون اور اچھی طرح کام کریں۔ اس کے علاوہ اس نے چند یہودی عورتون کو زندہ جلوا دیا۔ اس نے خود اپنے ہاتھون سے طنجہ کے پاشا کو دو مرتبہ گولیون سے مجروح کیا۔ اس کے دونون کان کٹوائے اور اسکا سر پاش پاش کرا دیا۔ اسی پاشا کی بیوی کی پستانون کو شکنجہ میں دبوا دیا اور اس کی دیا شائی [illegible] کو دو دن تک ہلکی ہلکی آگ کے اوپر آویزان رکھا اور اس کے سر پر میخیں جڑوا دیں۔ لاریکی کے رئیس اور باسابش کی عمر [illegible] اسی سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ تھی ان دونون کی داڑھیان جڑ سے اکھڑوا دیں۔ مراکش کے مفتی صاحب نے حکم دیا کہ ظالم سلطان کو تخت شاہی سے معزول کر دیا جاوے اور حقیقت میں اس کا یہ حکم بالکل انصاف پر مبنی تھا۔ لیکن الیزید اسپر نہایت برہم ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ مفتی کی زندہ کھال تمام جسم سے اوتار لی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے تمام اعضا ایک ایک کر کے علیحدہ کر دئیے گئے اور اسکے بعد اسکا سر قلم کرا دیا۔ الغرض الیزید کے مظالم اسقدر بڑھ گئے تھے کہ ان کی کوئی حد و شمار نہ رہی تھی اور بیان سے باہر ہیں۔ یہانتک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں [illegible]

[۱۵] اس مکار ظالم کو انگریزون نے صرف اسقدر مدد دی کہ انہون نے کرنل [illegible] کو اپنی فوج سے نوکری کی ملازمت کر کے سپاہ کے ساتھ مراکو جا کر انکی امداد کرنے کی اجازت دیدی۔ جب وہ جنگ کے بعد بھاگ کر تحفظ کے مسلمان ہو گئے تھے ان کو سلطان کے حکم سے برہنہ کر کے انگریزی قونصل کے حوالے کر دیا گیا اور وہ جبرالٹر کو بھیجدئیے گئے اسوقت [illegible] بارود کی بجائے آٹا استعمال کرنے بنرد ۲۵ میکو صفحہ ۱۷۵ ایضاً صفحہ ۱۷۹

سلطنت کرنے کے بعد اس کی بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ اس کے دوسرے بھائیوں نے اسکے خلاف سلطنت کا دعویٰ کیا۔ تمام رعایا ان کی ساتھ ہو گئی۔ اور الیزید سے بغاوت شروع کر دی۔ وہ ان کی سرکوبی کے واسطے اٹھا لیکن ناکامیابی ہوئی۔ مرلہ[۱] ⁂

عہد ہشام سنہ ۱۷۹۲-۹۵ء الیزید کی سلطنت کے خاتمہ کے بعد فوراً مراکش میں اعلان کر دیا گیا کہ مولا ہشام تخت نشین کیا گیا۔ لیکن سلطنت کے دوسرے حصوں میں اسکے دوسرے بھائیوں کی بادشاہت کا اعلان کیا گیا۔ یعنی سلطنت فیض کے نصف شمالی حصہ میں مسلمہ اسی سلطنت کے نصف جنوبی حصہ میں سلیمان دوم اور طفیلالت میں عبدالرحمن کو بادشاہ بیان کیا گیا۔ اسی وقت سوس کے بعض حصص میں وہاں کی رعایا نے سعدی احمد و موسیٰ کے بیٹے کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ان تمام بھائیوں میں تین سال تک سخت جھگڑے ہوتے رہے۔ بالآخر سلیمان اپنے تمام بھائیوں پر غالب آ گیا۔ ہشام کو تخت چھوڑنے پر مجبور کیا اور تمام سلطنت کو پھر ملا کر ایک کر لیا۔[۲]

عہد سلیمان سنہ ۱۷۹۵-۱۸۲۲ء سلیمان کے عہد حکومت میں سلطنت مراکو میں ایسی ہی خوشحالی اور فارغ البالی ہوئی جیسی کہ محمد ہفتم کے زمانہ میں تھی۔[۳] اس زمانہ میں اہل مراکو کثرت سے بحری چوریاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کی پوری طور پر بیخکنی کرنے کا فخر اسی سلطان کو حاصل ہے

---

[۱] الیزید کے مفصل حالات انگلستان کے صیغہ خارجہ کے ایک مراسلہ میں لکھے ہوئے ہیں اور اب وہ بیلک ریکارڈ آفس "مراکو" جلد ۱۰ء ۲۵ میں موجود ہیں۔ ⁂ الزیعانی و الناصری صفحہ ۱۲۹۔

[۲] مولا سلیمان کی تخت نشینی کے موقع پر اسکے وزیر محمد بن عثمان نے ایک عجیب ترتیب مولا سلیمان بادشاہ کی جانب سے شائع کیا اسکے الفاظ بالکل بادشاہ کے الفاظ معلوم ہوتے تھے چنانچہ اس میں لکھا تھا کہ میں امن قائم کرنیکے واسطے کس طرح طفیلالت گیا۔ لیکن چونکہ میری امن پسندی اور رحم دل کثرت کیوجہ سے فوج اور رعایا نے مجھکو تخت نشینی کے واسطے بلا بھیجا ہی ارادہ کر لیا ہے کہ اپنی سلطنت کی نگرانی میں اور غیر ممالک کے تعلقات کی سلسلہ رعایا کی امیدوں کے موافق ہی کام کرونگا۔ مولا سلیمان سے اس کی رعایا نے کہا تھا کہ بلحاظ رحمدلی کے سلطان بہ نسبت مراکو کے بہشت بریں کے زیادہ قابل ہے۔ ⁂ بروک جلد اول صفحہ ۳۵۹۔

[۳] الزیعانی ⁂

اس کے باپ سعدی محمد سے بھی اس کے متعلق غیر ممالک سے چند عہد نامے کئے تھے جن کی وجہ سے اس کی سختی بہت کچھ کم ہو گئی تھی۔ لیکن اب اس عہد میں کسی نہ کسی وجہ سے یورپ کے تعلقات میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں جس زمانہ میں عیسائی غلاموں کی کثرت تھی اور غیر ممالک کے ساتھ مراکو کے تعلقات وسیع تھے اس زمانہ کے حالات ہم کو کسیقدر زیادہ معلوم ہیں۔ لیکن اس کے بعد کے اندرونی حالات ہم کو برائے نام ہی پتہ چلتا[۵۷] معلوم ہوتا ہے کہ اہل مراکو کی یہ خواہش تھی کہ عیسائی سلطنتوں سے بالکل بے تعلق اور الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ ایسی پالیسی ہے جو اب تک برابر اسی حالت پر چلی جاتی ہے۔ یورپین اور یہودیوں کے واسطے سلطان کا حکم تھا کہ جب تک ضمانت نہ دیں اور اجازت حاصل نہ کرلیں اسوقت تک حدود سلطنت سے باہر قدم نہ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہوا خود سلطان نے اس کی مثال قائم کی کہ یورپ کی عیش پرستی کو ختم کیا جاوے۔ سلطان سلیمان کے عہد حکومت میں سنہ ۱۷۹۹ء و سنہ ۱۸۰۰ء میں دو مرتبہ وبا نازل ہوئی۔ تمام رعایا تباہ و برباد ہو گئی۔ ایک مرتبہ اس کے باپ کے زمانہ میں بھی یہی وبا سنہ ۱۷۸۰ء میں نمودار ہوئی تھی۔ الغرض اس وبا کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں قحط پڑ گیا اور تمام ملک میں بد امنی پھیل گئی۔ ایک طرف کوہ اٹلس کے بربری لوگوں نے بغاوت شروع کی اور دوسری طرف ابراہیم اور سعدی پسران الیزید نے یکے بعد دیگر اپنے چچا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں سعدی العربی شریف وزان کی حمایت کی وجہ سے سلطنت مراکو کا شمالی حصہ ان کے قبضہ میں آگیا۔ سنہ ۱۸۲۲ء میں سلطان سلیمان نے اپنی وفات سے کچھ ہی دنوں پہلے اسکو اپنے بھتیجوں سے پھر چھین لیا۔ انہیں دنوں حمودہ پاشا بن علی بانی (سبلے) نے تیونس سے مراکو کو ایک سفارت بھیجی اور اس سے بھی زیادہ ایک دلچسپ خط عبد اللہ بن سعود وہابی فاتح بدعت کنندگان[۵۸] ملک حجاز نے جزیرہ نمائے عرب سے بھیجا۔ یہ شخص عبد اللہ بن سعود

---

۵۷ یہ سچ ہے کہ جیکسن کی بے بہا تالیفات میں ہی "علی بے" "ڈوبے" "اذرشوسبو" اسی زمانہ میں شائع ہوئیں لیکن یہ تمام کتابیں غیر ممالک کے لوگوں کی تالیفات سے ہیں اور اسی وجہ سے ان میں قومی زندگی کا نام کو بھی ذکر نہیں۔ سوائے "علی بے" کے اور تمام کتابوں میں اہل مراکو کے خیالات اور جذبات کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

۵۸ انسامری صفحہ ۱۴۲۔

اپنے زمانہ میں اسلام بہت بڑا مصلح قوم تھا۔ اقصائے مغرب میں جہاں اصلاح کی بہ قدر زیادہ ضرورت نہ تھی جس قدر کہ مشرق میں تھی۔ اکثر لوگ اسکے حامی و مددگار بنے[1] تھے اور ان کو اسکے ساتھ بڑی ہمدردی تھی۔ سلیمان نے اپنے عہد حکومت میں جو آخری کام کیا وہ یہ تھا کہ عبدالرحمن دوم بن الہشام کو اپنی زندگی میں تخت شاہی پر بٹھا دیا عبدالرحمن پہلے موگادر میں حاکم مال تھا۔ سلیمان کے زمانہ سلطنت کا سب سے بڑا اور مشہور واقعہ یہ ہے کہ اس نے اوجدا کو واپس لے لیا تھا۔

عبدالرحمن دوم ۱۸۲۲-۱۸۵۹ء

عبدالرحمن دوم بڑا مصلح کامل۔ کفایت شعار اور تجارت کا شایق تھا سلطان سلیمان نے جو اسکو اپنے بیٹوں پر ترجیح دی اور تخت نشین بنایا اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسکو اس امر کا پورا یقین تھا کہ یہ میری ہی جیسی پالیسی پر حکمرانی کریگا۔ اس کی حکومت کے ابتدائی سالوں میں معمول کے موافق ملک میں بغاوتیں ہوئیں۔ لیکن ان کو اچھی طرح فرو کر دیا گیا[1]۔ اسکے زمانہ میں دوسری سلطنتوں میں باہم دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے اور گذشتہ صدی میں یورپین سلطنتوں کے ساتھ جو غیر اطمینانی حالت پیدا ہو گئی تھی اور دوستانہ تعلقات میں جو عدم اطمینانی پیدا ہو گئی تھی وہ اس کے عہد میں رفع ہو گئی اور باہم رابطہ و اتحاد و دوستی قایم ہو گیا۔ لیکن اس زمانہ میں چونکہ یورپ کے بحری چوروں کی بڑی کثرت ہو گئی اس وجہ سے یورپ کے ساتھ زیادہ عرصہ تک دوستی قایم رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سب سے پہلے ۱۸۱۸ء میں انگلستان سے اور پھر ۱۸۲۹ء میں ہسپانیہ اور آسٹریا سے لڑائی کے آثار پیدا ہو گئے۔ یا کم و نہ کم یہ خیال تو ضرور ہوتا تھا کہ جو مال و اسباب سمندروں میں لوٹ لیا جاتا ہے اس کے متعلق کوئی جھگڑا ضرور کھڑا ہوگا۔ باشندگان آسٹریا نے مراکو کے چند بندرگاہوں پر گولہ باری ضرور کی۔ ہر چند کہ ان کو اپنے حملوں میں ناکامیابی ہوئی لیکن ان کو کچھ حقوق پھر بھی حاصل ہو گئے۔ امپیریل گارڈ کے دو دستا سیکشن نے بغاوت شروع کی۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ فاس میں جمہوری سلطنت قایم ہو گئی۔ لیکن سلطان نے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک اسکا محاصرہ رکھا۔ بالآخر

[1] الناصری صفحہ ۱۷۰-۱۷۳

نتیجہ یہ ہوا کہ فاس اور مکناس کے درمیان میں ایک لاکھ روپیہ لٹ گیا سپاہیوں نے روندیا
کے تیس ہزار آدمیوں کو غارت کر دیا۔ باغی افواج کو جس وقت شکست دیکر ان کی
بغاوت کو فرو کر دیا تو وہ تمام ملک میں منتشر ہو کر بھاگ گئیں اور اسوقت سے پھر
کبھی انہوں نے ملک میں بد امنی نہیں پھیلائی۔

فرانس کے ساتھ لڑائی سنہ ۱۸۳۰ء

سنہ ۱۸۳۰ء میں فرانس اور الجیریا میں مناقشہ شروع ہو گیا اس کی وجہ سے مراکو میں بھی اس زمانہ میں بہت سے نئے واقعات پیش آئے
ابتدا میں عبدالرحمن کو بھی اس لوٹ مار میں شریک ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ اور
ٹلمسین پر حملہ بھی کیا لیکن بے سود ثابت ہوا۔ سنہ ۱۸۴۴ء میں عبدالرحمن کو مجبور کر کے
ایک عہد نامہ پر دستخط کرائے گئے۔ جس کی رو سے ٹلمسین پر اپنے تمام حقوق سے
اس نے دست برداری کی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وہ اس بات پر بھی مجبور کیا
گیا کہ آئندہ شاہ الجیریا سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اور اس سے کسی قسم کی خط و کتابت
نہ کرے۔ اس زمانہ میں الجزائر کا بادشاہ عبدالقادر تھا جو نہایت مشہور و معروف
آدمی تھا۔ فرانسیسیوں نے جو عہد نامہ کرایا تھا اسکا آخری حصہ بالکل بیکار
ثابت ہوا[1]۔ سنہ ۱۸۴۷ء میں جس وقت انہوں نے عبدالقادر کو مغلوب کر کے
اس کی سلطنت سے نکالا تو وہ بھاگ کر مراکو پہنچا۔ اور وہاں پناہ چاہی۔ لیکن ابتدا
میں انکار کر دیا گیا۔ اس کے دو سال بعد سنہ ۱۸۴۹ء میں جبکہ وہ مال غنیمت لیکر سرحد
مراکو کو عبور کر کے گیا۔ اسوقت اوجدہ پر حملہ کرنے کا فرانسیسیوں سے بہانہ کر دیا گیا[2]۔
امیر عبدالرحمن نے مراکو کے سرحدی شہر پر دوبارہ قبضہ کرنے کی غرض سے اپنا
فوج کو فراہم کر کے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور چند چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے
بعد جنگ اسلی میں لڑائی کا نتیجہ اہل مراکو کے خلاف نکلا[3]۔ طنجہ اور موگادور
پر بہت کچھ گولہ باری ہو چکی تھی۔ بلکہ موگادور تقریباً بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ وہاں

[1] سی محمد بن ادریس عبدالرحمن کا وزیر تھا عبدالرحمن نے جو عہد نامہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آئندہ
عبدالقادر کو کسی قسم کی مدد نہ دونگا اسکی خلاف ورزی کرنے پر اس ابن وزیر کی زبان نکلوالی۔
[2] الناصری صفحہ ۵۹ و ۱۳۵ ہر باب کے حصہ میں ایک نوٹ بطور ضمیمہ کر دیا ہے اسکو ملاحظہ فرمائیے۔
[3] سنہ ۱۸۴۴ء میں ہی اس جنگ کے مفصل حالات پیرس میں شائع ہوئے تھے۔

کے جزیرہ پر فرانسیسیون نے قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن شہر کے چارون طرف جو قومیں رہتی تھیں انہون نے اسکا محاصرہ کر لیا۔ عام طور پر لوگ اسقدر کثرت سے باہر چلے جاتے تھے اور اپنے وطنون کو چھوڑتے جاتے تھے کہ ایک مرتبہ جب کاری اعلان شائع کیا گیا تو ایک آدمی بھی کہیں باقی نہ رہا تھا جو اسکو سنتا اور اس پر کاربند ہوتا۔ جب عہد نامہ صلح لکھا گیا تو اس مین منجملہ دیگر شرایط کے یہ بھی لکھا تھا کہ عبدالقادر کو آئندہ کبھی مدد نہ دیجاوے گی اور اوجدا جو للاتہ مغنیہ سے بہت زیادہ قریب شہر ہے اس مین کبھی دو ہزار سے زیادہ فوج نہ رہے گی۔ اسی وقت سرحد قایم کرنے کے واسطے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس نے اکثر مقامات پر اسقدر خراب حدبندی کی کہ دوسرون کو ہمیشہ اس کی تصحیح کے واسطے کہنے کا موقعہ مل سکتا تھا۔ اسوقت فرانسیسیون سے جو بڑی غلطی ہوئی اور جسکا انکو افسوس بھی بہت رہا یہ تھی کہ انہون نے توآت مین جو نہایت زرخیز ملک تھا اور جو ٹمبکٹو کے راستہ مین واقع ہے مسلمانون کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اہل فرانس کی نظریں ابتدا سے اس کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ بالآخر ۱۸۴۷ع میں عبدالقادر کے پیچھے مراکو پڑی درپے ہوئی جس کی وجہ سے وہ فرانسیسیون کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔ لیکن پھر وہان سے جلاوطن کر کے دمشق کو بھیجدیا گیا۔ ان دنون مراکو کے باشندون کے خیالات اس قسم کے ہو رہے تھے جسکی وجہ سے عبدالرحمن کو عام بغاوت کا اندیشہ تھا۔ جب وہ اپنا تمام خزانہ تفیلالت کو لیگیا حالانکہ اب تک ہر طرح امن قایم تھا۔

فرانسیسیون اور پرشیون کے دعاوی۔ سنہ ۱۸۵۱ع

فرانسیسیون کو اب تک اپنے مقبوضات قایم کرنے کے دعوی تھے جس وقت ان کی جماعت کافی طور سے جمع ہو گئی تو انہون نے ساتی پر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن اس لڑائی جھگڑہ سے رتبت کو کوئی تعلق نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسیون کا جو مقصد تھا وہ ان کے حسب منشا پورا ہو گیا۔ اس کے کچھ دن بعد شاہ پروشیا اور ریف کے لوگون میں جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شاہ نے ان پر دفعتاً حملہ کر دیا تھا اور خشکی پر اترنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن اپنے خرچہ کا تاوان لیکر اپنے ارادہ سے باز رہا۔ اسوقت میں بحری چورون اور قزاقون کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔ غیر طاقتیں

بھی اب بحری قزاقون کی حمایت نہ کرتے تہین. مختلف طریقون سے عہد نامے ہونے لگے اور مراکو اب اپنی اصلی حالت پر آنے لگا۔

سیدی محمد سنہ ۱۲۷۶ھ سنہ ۱۸۵۹-۱۸۷۳ء

سینتیس سال کی حکومت کے بعد عبدالرحمٰن کا انتقال ہوگیا اور اسکا بیٹا محمد سنہ ۱۲۷۶ھ اس کی بجای سریر آرائے سلطنت ہوا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی حیات ہی مین اپنے اس بیٹے کو اپنا ولیعہد قرار دیا تھا۔ باوجودیکہ اس کے باپ نے اسکو اس جلیل القدر مرتبہ کے واسطے منتخب کیا تھا لیکن تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد اسکو اپنے بڑے رقیبون سے لڑنا پڑا[a]۔ آخرکار جب ہسپانیہ سے اسکی لڑائی چھڑی اسوقت اسکو اُن سے امن ملا۔ عبدالرحمٰن کی زندگی کے آخری دنون مین بھی میڈرڈ دارالخلافہ ہسپانیہ سے بہت سی شکایتین پیدا ہونے لگی تہین۔ وہان کے باشندی بہت سے عجو پیش کرنے لگے تہے۔ بالخصوص ہسپانیہ کے ان قلعون کے متعلق جو مراکو مین واقع تھے اور اُن قلعون کے باشندون اور الریف کی قومون مین باہم سخت تنازعات شروع ہوگئے تھے[b]۔ سلطان عبدالرحمٰن کے انتقال کے بعد جبکہ سلطنت مین بدنظمی پھیل گئی اس وقت اس سے تین باتون کا خاص طورسے مطالبہ کیا گیا۔ اول یہ کہ ہسپانیہ کے چند باشندی جو میلیلا کے قریب گرفتار کرلئے گئے تھے ان کو آزاد کردیا جاوے۔ دوسرے تاوان دیا جاوے۔ تیسرے ہر ایک صوبہ مین کچھ آزادانہ حقوق دیئے جاوین[c]۔ جوقت سلطان نے پہلے مطالبہ کو منظور کرلیا تو دوسرون کی بابت اور زیادہ زور دیا گیا۔ ان باتون پر ہسپانیہ کے

[a] الناصری صفحہ ۱۱۲ [c] اس جنگ سی قبل ہسپانیہ و مراکو کے سفیرون کے درمیان مین جو خط و کتابت ہوئی تہی اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہسپانیہ کا یہ ارادہ تھا کہ یا تو سیوتہ کے علاوہ تمام ملک اس بناپر اپنے قبضہ مین کرلیا جاوے کہ الجیرہ کے باشندے ہر روز آئے دن بغاوتین کرتے رہتی ہین ورنہ بصورت دیگر جنگ کا اعلان کردیا جاوے اسکے بعد اسی تعلق طاقتون کے نام جو گشتی چیٹھی بھیجی گئی تہی اس سارے ایک بے بنیاد اور جھوٹا بہانہ اور عذر رکھا گیا تھا۔

[b] کتاب "لینڈ آف دی مورس" کا ایسوان باب ملاحظہ ہو۔

ایک یا کئی اخبارون نے بہت زیادہ زور دیا اور گورنمنٹ ہسپانیہ کو اعلان جنگ کی ترغیب دی جس پر وہ آمادہ ہو گئی اور جنگ کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان اکتوبر کے مہینہ میں کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ زمانہ جنگ کے قابل نہ تھا۔ لیکن چونکہ ہسپانیہ میں جاہلانہ اور وحشیانہ جوش پھیلا ہوا تھا۔ اس نے سب کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور کسی کو اسکا خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ موسم کی خرابی کیوجہ سے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس جوش نے ہی ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی اور نتیجہ اور انجام کا پر ان کو ذرا بھی توجہ نہ ہوئی۔

جنگ تطاوین سنہ ۱۸۶۰ء

سیوتہ کے قلعہ میں جو ہسپانیہ کی فوج رہا کرتی تھی وہ معہ جہازون کے ایک امدادی بیڑہ کے ٹیٹوان کی جانب آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اس فوج اور بیڑہ کے کمانڈر پرم اور ڈانل اور رباس تھے۔ دسمبر کے مہینہ تک ان کو کہیں سخت مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔ یکم جنوری کو جبکہ نوروز کا دن تھا اہل ہسپانیہ نے مسلمانون کو سخت شکست دی جس میں مورون کی بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ فروری کے آغاز سے پہلے ہی ٹیٹوان کے باشندے اسکو لوٹ کر اور خالی کر کے چلے گئے تھے لیکن فروری کے مہینہ میں چند یہودیون اور مورون کی درخواست پر جو وہان باقی رہ گئے تھے ہسپانیہ کے لوگ ٹیٹوان میں داخل ہو گئے۔ وادراس جو ٹینجیر کے راستہ میں واقع ہے وہان مارچ میں عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں مورون کو شکست فاش ہوئی اور اب اس جنگ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔[۱] اگست میں ایک صلحنامہ ہوا اور اس میں اہل ہسپانیہ نے جو شرائط پیش کی تھیں وہ سب منظور ہو گئیں ان شرائط میں یہ بات بھی شامل تھی کہ

۱؎ گوڈارڈ جلد دوم صفحہ ۲۹۰ و ۳۰۰ ٹائمز کے نامہ نگار ہروان کی رپورٹون میں اس جنگ کے مفصل حالات موجود ہیں نیز ڈی امیچس میں بھی اسکے واقعات درج ہیں۔ سنہ ۱۸۵۹ء کی جنگ میں اور نیز دوسری لڑائیون میں جو ہسپانیہ اور مراکو کے درمیان ہوئیں انکے عجائبات میں ایک یہ بات بھی تھی کہ غیر ملک کے افسر اکثر قتل ہو جاتے تھے اکثرون کے سرون اور گردنون میں گولیان لگیں اسکی وجہ یہ تھی کہ یا تو انکے کھڑے ہونے یا گھوڑون پر سوار ہونیکی حالت میں تاک کر انھیں پر نشانے لگائے جاتے تھے اس سے مسلمانون کی نشانہ بازی کا پتہ لگتا ہے کتاب ہارڈمین صفحہ ۲۱ ملاحظہ ہو
[illegible]

تیطوان کے چاروں طرف کا ملک دیدیا جاوے[۱۰]۔ علاوہ ازین ہسپانیہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اگر باشندگان بربرہ کسی وقت میں حملہ کریں تو گورنمنٹ ہسپانیہ ان کی گوشمالی کرے لیکن گورنمنٹ مراکش اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرے گی۔ نیز یہ کہ ساحل سوس پر مچھلی کا جو شکارگاہ ہے اور جس کو اہل ہسپانیہ "سنتا کروز دی ماریلو پینا" کہتے تھے اس میں ان کو ہر قسم کے حقوق دیئے جاویں[۱۱]۔ اور چالیس لاکھ پونڈ بطور زرتاوان کے ادا کیا جاوے جس کی ضمانت کے واسطے تطاوین ان کے ہی قبضہ میں رہیگا[۱۲]۔

ملکی آزادی

آخری شرط پر انگلستان نے اعتراض کیا اور کہا کہ مراکو کی ملکی آزادی بدستور قایم رکھنی چاہیئے۔ اسی بنا پر مراکو کو لنڈن سے قرضہ لیکر اہل ہسپانیہ کو ادا کرنا پڑا[۱۳]۔ مراکو کا جسقدر محصول درآمد و برآمد تھا اس کی رسیدوں پر اس قرضہ کی ضمانت دی گئی۔ چنانچہ ۱۸۸۲ء تک انگلستان اور ہسپانیہ کے محررہی ان کی جانچ پڑتال کرتے رہے[۱۴]۔ اور محاصل کی جو کچھ آمدنی ہوتی تھی وہ دونو قوموں میں بحصہ مساوی تقسیم ہو جاتی تھی۔ اس انتظام سے قبل مراکو کے محاصل درآمد و برآمد کی آمدنی صرف ساڑھے تین لاکھ پونڈ سے کچھ زیادہ تھی۔ لیکن درحقیقت یہ اسی انتظام کا نتیجہ تھا کہ اب اس مد کی آمدنی ستر لاکھ پونڈ کے قریب پہنچ گئی ہے۔

اس وقت سے لیکر اسوقت تک بہت کم ایسے بڑے واقعات پیش آئے ہیں جن کی وجہ سے سلطنت مراکو میں کسی قسم کی بدامنی یا بدانتظامی پیدا ہوئی ہو۔ الناصری جو اسی زمانہ کا مراکو کا بڑا مورخ تھا اور جس نے اپنی کتاب "کتاب الاستقصا

[۱۰] ہارٹ جلد دوم صفحہ ۲۸ [۱۱] کتاب "دی اینڈ آف دی مورس" کا انیسواں باب ملاحظہ ہو۔
[۱۲] اس وقت اوڈنل تیطوان کا ڈیوک مقرر ہو گیا۔ [۱۳] پانچ لاکھ ایکہزار دو سو پونڈ کی چند دستاویزیں لکھی گئیں مسٹر جان ڈرمنڈ ہے کے ہاتھوں سے یہ کام کارروائی ہوئی جس کی وجہ سے اسکا بہت کچھ اعتبار ہوا۔ [۱۴] انگریزوں کا قرضہ تو ۱۸۸۲ء میں ختم ہو گیا اور اس وجہ سے انہوں نے اسی سال میں اپنی نگرانی اٹھالی لیکن ۱۸۸۸ء تک ہسپانیہ کا قرضہ موجود رہا اور ۱۸۸۳ء کے بعد صرف انہی کی نگرانی باقی رہی ہو

اپنی ساٹھ سال کی عمر میں شائع کرائی تھی اس نے سلطان محمد موجودہ سلطان کی تخت نشینی کے زمانہ سے لیکر جنگ ہسپانیہ کے خاتمہ تک واقعات چیستہ گنجان صفحون پر لکھے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس میں کوئی ایک بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

اس عہد حکومت میں بھی معمول کے موافق بغاوتیں ہوئیں جن میں سے ایک شخص مسمی جیلانی الرفیع کی بغاوت قابل ذکر ہے۔ اس شخص کی سلطان نے پورے طور پر گوشمالی کی اور لڑائی کے ختم ہوتے ہی اسکو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد سعدی محمد نے چودہ سال تک امن اور چین کے ساتھ سلطنت کی۔ لیکن اس عرصہ میں بھی معمول کے موافق غیر سلطنتوں کے سفیر آتے رہے اور آئے دن نت نئے اپنے حقوق جتاتے اور طلب کرتے رہے۔ بالآخر ۱۸۷۳ء میں سلطان نے وفات پائی اس کی موت کسی اور طرح نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنی ہی موت مرا۔

| الحسن سوئم
۱۸۷۳ء – ۱۸۹۴ء |

الناصری نے لکھا ہے کہ "اب خلیفۃ المسلمین۔ شاہ دوران۔ آقائے نامدار الحسن بن محمد بن عبدالرحمٰن دام ملکہٗ وحشمتہٗ سریر آرائے سلطنت ہوئے"۔ مولائی الحسن کے پاس جب اسکے باپ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس زمانہ میں وہ سوس میں ایک فوج کا سپہ سالار تھا۔ مراکش میں سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اسکی بادشاہت کو قبول و تسلیم کرکے اسکا اعلان کر دیا۔ لیکن فاس کے باشندے تو کبھی کسی سے خوش ہونے والے ہیں نہیں انہوں نے اسکو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نئے سلطان نے مراکش سے رباط تک دو مہینہ میں اپنا سفر طے کیا اور اس عرصہ میں برابر نہایت سختی کے ساتھ اپنے مخالفوں سے لڑتا رہا۔ لیکن اس کے بعد بھی رباط اور مکناس کے درمیان میں بنی حسن ابھی مغلوب کرنے کو باقی تھا اور اس کے کسی صورت سے قابو میں آنے کی امید نہ تھی۔ آخر کار الحسن سوئم ان تمام مقامات پر قابض ہو گیا اور مکناس میں بھی اس کی بادشاہی کے اعلان میں کامیابی ہو گئی۔ بس اس کے چند مہینوں بعد اسکو فیض جانے کی جرأت ہوئی۔ فاس اور مکناس کے درمیان میں اگرچہ صرف ایک ہی دن کا راستہ ہے لیکن بنی مطیر راہ میں مانع آیا اور ایسی سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کئی دن راہ میں لگ گئے۔

فاس میں اعلان شاہی

حفیظ کی حالت تو اس قابل نہ تھی کہ اسکو قبضہ میں لانے اور انتظام قایم کرنے میں کیسی قسم کی دقتیں اوٹھانی پڑتیں لیکن قدیم فاس نے الحسن حجیم کو بادشاہ تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کے آنے میں مزاحم ہوتے اور ایک ضعیف العمر نابینا شریف کے کہنے پر سلطان کو شہر میں داخل ہونے سے باز رکھنے کی غرض سے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ اسی شریف نے وہان کے باشندون سے یہ معمولی بات کہکر کہ تم پر اب نئے نئے بڑی بھاری محصول اور محاصل مقرر کر دیئے جاوینگے۔ ان کو بھڑکا رکھا تھا۔ قدیم فاس کے باشندون نے اس شرط پر اس کو ابتدا میں سلطان تسلیم کیا کہ وہ عنکاس کے ٹیکس کو موقوف کر دے جسے ہمیشہ سے وہان کے لوگ ناپسند کرتے رہے ہیں چنانچہ سلطان نے ان کی اس شرط کو منظور کر لیا تھا۔ لیکن اس نے اس شرط کو عرصہ تک قایم نہیں رکھا اور ان پر دوبارہ ٹیکس مقرر کر دیا جس سے ان میں اسکی جانب سے اور بھی زیادہ برے خیالات کی آگ مشتعل ہو گئی۔ ایک دن اتفاق سے بازار میں مال کے حاکم اعلےٰ کے ایک ماتحت اور ایک چمار میں کچھ جھگڑا ہوا جس پر دونون طرف سے گولیان چلنے کی نوبت آ گئی۔ بس پھر کیا تھا عام طور سے غدر شروع ہو گیا۔ چمارون نے امین مال کے مکان کو لوٹ لیا۔ لیکن تمام اہل شہر پر سلطان کے غصہ و غضب کا خوف طاری تھا۔ اس واسطے انہون نے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ تا وقتیکہ سلطان عنکاس وغیرہ کے ٹیکسوں کی منسوخی شرط کو مثل سابق کے برقرار نہ رکھیگا اسوقت تک ہم دروازے نہ کھولیں گے۔ سلطانی فوج نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا اور آخر کار مکارون اور دغابازون کی مدد سے وہ فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ یہ تو ضرور ہوا کہ پہلی مرتبہ جو ستر سپاہی باب محروق سے شہر میں داخل ہوئے ان کو شہر کے لوگون نے باز اریں ہی گولیون سے مار دیا۔ حاج لینو سلطانی فوج کا جنرل تھا۔ زیادہ تر اسی کی کارگذاریون سے اس مرتبہ فتح نصیب ہوئی تھی۔ لیکن اس کی اسقدر قوت ہو گئی تھی کہ خود سلطان اس سے خایف ہو گیا تھا اسی وجہ سے بمشکل تمام سلطان نے اسکو گرفتار کر کے طیطوان بھیجدیا جہان وہ پندرہ سال تک مقید رہا

عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ اس جنرل کو قید خانہ میں جو بی جلاب کی سزا دیجاتی ہی۔

مُلّا الحسن کا چال چلن

الغرض اس ہیبت کے ساتھ ملا الحسن سویم مراکو کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ درحقیقت اسکا تخت شاہی پر بیٹھنا مراکو کی خوش قسمتی کا باعث تھا۔ اس کے عہد حکومت میں سلطنت میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں بالخصوص غیر ممالک کے تعلقات اسقدر زیادہ وسیع ہو گئے کہ اس سے پہلے چند بادشاہوں کے عہد میں بھی ایسے نہیں تھے۔ اسکے زمانہ سلطنت میں جو غیر ممالک کے سیّاح وغیرہ مراکو گئے۔ انہوں نے مراکو کے حالات نہایت آزادی اور مبالغہ کے ساتھ لکھے وہ چونکہ ملا الحسن کی رعایا اور اس سے پہلے بادشاہوں کے حالات سے ناواقف تھے اسوجہ سے انہوں نے اسکے متعلق یہ رائے قایم کی کہ ملا الحسن ہمیشہ خون کا پیاسا رہتا ہے۔ وہ بڑا ظالم و جابر ہے ہمیشہ لوگوں کو قتل کرنے اور ان کو تباہ و غارت کرنے پر کمربستہ رہتا ہے۔ وہ اسقدر ظالم اور خود مختار ہے کہ گویا اسکے ضمیر قلب ہی نہیں علاوہ ازیں اسکے حاکموں اور عاملوں کا ایک گروہ اس سے بھی زیادہ جابر اس کی حمایت میں ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اپنی حرم سرائے میں ہمہ وقت عیش و عشرت میں مشغول رہتا ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اگر اس کے متقدمین سلاطین اور اس کی رعایا اور عمال کی حالت سے اسکا مقابلہ کیا جاوے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سلطان بہت رحمدل شریف مزاج حلیم۔ اور خونریزی کا سخت مخالف تھا۔ وہ بہت سی اصلاحیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن صرف اسوجہ سے ان میں ناکامیاب رہا کہ وہ درحقیقت بالکل خود مختار حکمران نہ تھا۔ حالانکہ اکثر اسکو خود مختار ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسلامی خیالات کے اعتبار سے ملا الحسن ایک نیک بادشاہ تھا۔ لیکن اسکو پوری قوت حاصل نہ تھی۔ ملا اسمٰعیل جیسا شخص نہ صرف موروں کی حالت کے اعتبار سے وہاں کے واسطے زیادہ موزوں تھا۔ بلکہ غیر ممالک کے لوگوں کے خیالات کے اعتبار سے بھی جس قسم کے اوصاف وہ مشرقی بادشاہوں میں ہونا پسند کرتے ہیں وہ ملا اسمٰعیل میں موجود تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ملا الحسن کو چونکہ اکثر میدان جنگ میں نبرد آزمائی کا اتفاق ہوا۔ اسوجہ سے ایک جنگجو شخص کی حیثیت سے اس نے شہرت حاصل کی لیکن جب کبھی وہ بذات خاص میدان میں آتا تھا

تو اس کی محافظت کے واسطے چار گارڈ ہوا کرتے تھے اور ان کے جسم پر بھی مثل سلطان کے زرہ بکتر ہوا کرتی تھی[1]۔

ینیج الاجنگ ملاالحسن سے پہلے جقدر بادشاہ سلطنت مراکو میں گذرے ہیں ان کے عہد حکومت میں خاص ان کے ہی ملک کی اندر کی لڑائیوں کو مفصل طور سے بیان کرنا چنداں ضروری نہیں معلوم ہوا لیکن چونکہ اس کے بغیر یہ بات اچھی طرح معلوم نہیں ہوسکتی کہ مراکو میں حکومت کا طریقہ کیا ہے اور کس طرح وہاں کے سلاطین اس ملک پر حکمرانی کرتے ہیں اسواسطے اب ہم اس آخری عہد کے فوجی کارناموں اور مہموں کو بتاتے ہیں سلطان الحسن کی حکومت کا آغاز اور اختتام دونوں جنگوں میں ہی ہوا ہے اور یہ لڑائیاں اسکو اپنی رعایا کی سرکش قوموں سے ہی لڑنی پڑیں جس وقت فاس میں اعلان شاہی کو منظور وتسلیم کرلیا اس وقت آلریف کا پہاڑی صوبہ مطیع کرنے کی واسطے باقی تھا۔ اور جسوقت وہ بھی سر ہوگیا تو باشندگان مراکش نے سلطان کے خلاف ہتھیار اوٹھالئے جس وقت سلطان جنوبی صوبہ کی بغاوتوں کو بمشکل فرو کرکے اوجدا کو جارہا تھا۔ اسی وقت اسے مجبور ہوکر فوراً نہایت عجلت کے ساتھ پھر فاس کو جانا پڑا۔ فیض اور اوجدا کے درمیان میں ملاالحسن کو سب سے پہلی بڑی بھاری شکست غیاطہ کے ہاتھوں سے ہوی اس نے سلطان کی فوج کو ایک تنگ راستہ میں ایسا پسپا کیا کہ وہ متحیر رہ گئی اسی وجہ سے اس وقت سے اس کی فوج کے تمام سپاہیوں نے اس راستہ کا نام "وادئی دوزخ" رکھدیا۔ غیاطہ شاہی حرم کو بھی چھین کرلیگیا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سخت نقصان سلطان کو اوٹھانے پڑے۔ اسکے بعد وہ تعاقب کرتا ہوا دوسرے راستہ پر پڑگیا اور اس میں بھی اسکو کامیابی ہوئی تھی کہ اوجدا میں پہنچ گیا۔ لیکن ایک خاص ترکیب اور چالاکی کے ساتھ باغی گورنر گرفتار کرلیا گیا اور پھر فوجیں واپس ہونی شروع ہوگئیں متصل کی ایک قوم کی مدد سے جو ملک کی تمام حالت سے بخوبی واقف تھی غیاطہ کو برائے نام مطیع بنالیا۔ لیکن اسوقت مراکو کے کسی سپاہی یا افسر کو بغیر بھیس بدلے ہوئے اپنے ملک میں پہنچنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

[1] مارٹینیر صفحہ ۱۳۱۔

غیر ممالک کی فوجون کا جمع ہونا ۱۸۶۰ء

فاس میں سلطان کو ایک سال ہی امن کے ساتھ گذرا تھا کہ تمام جھگڑے اور لڑائیان شروع ہوگئیں۔ لیکن پھر ملک میں امن قایم ہو گیا۔ اس کے بعد ایک سال ایسا سخت قحط پڑا کہ بسبب لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ ہم نے اسکے بعد سے از سر نو زندگی پائی ہے۔ اسی سال سلطان نے مراکش کو مراجعت کی جہان پہنچکر وہ بیمار ہوگیا۔ جس وقت اس کی بیماری کی خبر عام ہوئی تو زار بربرہ کے باشندون نے تمام ملک میں بغاوت شروع کردی اور اسی اثنا میں غیر ممالک کے جنگی جہاز بندرگاہون میں آنے لگے اور انہون نے اپنے آنے کی وجہ یہ بیان کی کہ غیر ممالک کے جو لوگ یہان آباد ہیں ان کی حفاظت کی غرض سے ہم آئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ان کے آنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام ملک کے باشندون میں جوش پیدا ہوگیا اور انہون نے بغاوتیں شروع کردیں۔ ۱۸۶۱ء میں ملا الحسن دوبارہ بیمار ہو گیا لیکن اس مرتبہ بھی اسکو صحت ہوگئی۔ اسی وجہ سے دو تو دفعہ غیر ممالک کی فوجون اور جہازون کا اکٹھا ہوکر آنا بیکار ثابت ہوا مراکو میں عام طور پر یہ حالت تھی کہ جب بادشاہ کہیں چلا جاتا تو بدامنی کے آثار پیدا ہوجاتے تھے اور ہر شخص خود مختار بنجاتا اور اپنی مرضی کے موافق کام کرنے لگتا تھا۔ لیکن اب کچھ دنون کے واسطے وہان کی یہ حالت رفع ہوگئی اور نہ وہان کی پہاڑی قومون کو اور نہ غیر ممالک کے لوگون کو لوٹ مار کا موقع ملسکا جسکی ان کو بہت کچھ امیدیں تھیں۔

چھوٹی چھوٹی لڑائیان ۱۸۶۹ء

۱۸۶۹ء میں جس وقت سلطان میدان جنگ میں آیا۔ تو قبایل بن موسٰی۔ ابن عتاب اور بن مطیر کی بغاوتون کو فرو کرکے ان کو اپنا مطیع بنگیا۔ اسکے بعد اگلے سال ۱۸۷۰ء میں سلطان کے ایک چچا نے قبیلہ کلائیہ کو ریف کا رہنے والا تھا سخت لڑائی کے بعد مغلوب کیا۔ اسی سال وزان کے گرد نواح کی مختلف قومون نے شورش پیدا کردی لیکن جون کے مہینہ میں ان کی بھی گوشمالی کرکے ان کو دبا دیا۔ جولائی کے مہینہ میں قبیلہ ایت یوسی کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور اسکے بعد قبیلہ ہٹیلینہ نے سر اوٹھایا لیکن اس کی بھی سرکوبی کردی گئی۔ مکناس اور رباط کے درمیان میں دو قبیلے رہتے تھے جن کا نام زمور اور زائیر تھا۔ یہ دونون قبیلے اسقدر سرکش تھے کہ تمام

سلطنت میں اُن کا جواب نہ تھا۔ انہون نے بھی کچھ جھگڑے پیدا کر رکھے تھے۔ ان کے طے کرنے کی واسطے سنہ ۱۸۸۱ء میں سلطانی فوج روانہ ہوئی اسکے بعد تادلا کی پہاڑی قومون کی سرکوبی کی گئی اور ان بعد قبیلہ زائیانی کی۔ ان مسلسل لڑائیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک انگریز فوجی معلم مقرر کیا گیا اور اسکے بعد چند فرانسیسی عارضیاً بلاکر اسواسطے رکھے گئے کہ وہ شاہی افواج کو دوبارہ مرتب کریں۔ کیونکہ اسوقت اسکی سخت ضرورت تھی۔ نیز فرانسیسی افسرون سے ہی متعلق یہ کام تھا کہ وہ سلطانی فوج کو جدید آلات جنگ کے استعمال کا طریقہ سکھا دیں۔

سوس کی اول مہم سنہ ۱۸۸۲ء

ان تمام لڑائیون کے بعد ملا الحسن نے سوس پر حملہ کیا۔ اس مقام پر یہ اسکا پہلا ہی حملہ تھا اور اس نے عہد حکومت میں جسقدر حملے کئے تھے ان سب سے یہ مہم بڑی تھی۔ اسوقت تمام صوبہ میں صرف دو کیدون نے سلطان کی حکومت کو تسلیم کرکے اطاعت قبول کی چنانچہ وہ بالکل شمالی حصہ میں "اگر یرا میز" اور "نزودنت" میں آباد کر دیے گئے۔ جس وقت شاہی افواج نے کوہ اٹلس کو دوبارہ عبور کرنے کی واسطے میدانون کو چھوڑا۔ اس سے پہلے وہان تینتالیس کید ایسے تھے جن کو اس نے آباد کیا تھا اور جن میں سے اکثر عہدہ دار بھی تھے ان سب نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اب ان کی خود مختاری کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ شہنشاہ کی فوجون کو بہاڑی نقصان اُٹھانے پڑے اور اُن کو سخت سے سخت مشکلات پیش آئیں۔

یورپین اقوام کا اثر

اس موقع پر جو نئی بات ہوئی اور جو خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ تھی کہ غیر ممالک کا ایک دخانی جہاز سواحل کے مختلف شہرون میں غلہ وغیرہ اور کئی قسم کا سامان لیجانے کے واسطے مقرر کیا گیا چنانچہ وہ اگر یرا اور مسّا میں یہ چیزیں لیجانے لگا۔[۵] لیکن اگلو کے قریب چونکہ سمندر میں سخت تلاطم تھا اسوجہ سے وہان کسی قسم کا سامان نہ جا سکا اسوجہ سے جب تک اشیائے خورد و نوش وہان پہنچ سکیں وہان کی فوج میں قحط کی حالت موجود رہی۔ اگلو وہ انتہائی مقام تھا جہان

[۵] اس کے متعلق مفصل حالات اخبار دی فیلڈ مطبوعہ ۲ ستمبر میں جانسٹن کو وین اور ڈیپن نے شائع کرائے ہیں۔

تک سلطان پہنچ سکا اور اپنی فوجون کو لے گیا تھا لیکن اسکا چچا اپنی فوج کے ایک دستہ کو وآواستا کا یانون تک لیگیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک دوسرا دستہ تمفائیا کو اس غرض سے بھیجا کہ وہان جو انگریزون نے ایک کمپنی قایم کی تھی اسپر حملہ کرے۔ غالباً اسی حملہ کی وجہ سے سلطان کا وہان اقتدار قایم ہو گیا اور اس نے ایسی پولیٹکل ضیافت کی کہ ۱۸۹۵ء میں یوروپین قومون کو آخرکار وہان سے ہٹنا اور اس قدر زیادہ تاوان دینا پڑا کہ سلطان کو اس سے رقم کثیر مل گئی۔[1]

سوس کی قسمت کا فیصلہ ۱۸۱۰ء اٹھارویں صدی کی آغاز سے ہی سوس کا بڑا حصہ علانیہ طور پر خود مختار ہوگیا اور اسکا فرمانروا سعدی حشام بن احمد و موسلے تھا۔ اسکے بعد اسی کی طرح اس کی اولاد وہان حکومت کرتی رہی۔ لیکن ملا الحسن کی مہم کے بعد جو باہم خط و کتابت ہوئی اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہان کا شریف سلطان کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ سلطان نے اسوقت جسقدر نئے کید مقرر کئے تھے ان میں اس شریف کا ایک بیٹا بھی تھا۔ ملا الحسن کو اسوقت وہان ایک جدید چھاؤنی قایم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس نے تزنیت ایک نیا شہر آباد کر کے وہان چھاؤنی ڈال دی۔ اس سے اسکی غرض یہ تھی کہ ایلیغ جو اس کے خاندان کے دشمنون کا گھر تھا اسپر پورا قبضہ کر لیا جاوے۔ لیکن ایک مسئلہ ہنوز طے ہونے کو باقی تھا وہ یہ کہ گورنمنٹ ہسپانیہ کو سوس کیجانب توجہ ہوئی۔ اسکو یہ بات یاد تھی کہ ۱۸۶۰ء میں ایک عہد نامہ کی رو سے ساحل پر کسی ایک مقام پر مچھلی کا شکار رکھنے کا حق حاصل ہے پس اس لڑائی سے اُس نے فایدہ اٹھانے کی غرض سے سوس میں ایک بندرگاہ لینے کے واسطے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور ایک جہاز کو سوس کے حالات معلوم کرنے کے واسطے بھیجدیا۔ چونکہ خود اہل ہسپانیہ میں اس بات پر اختلاف تھا کہ کون سا بندرگاہ لیا جاوے۔ بہرحال انہون نے مقامات تجویز کر کے پیش کئے ملا الحسن نے ان دونوں مقامون میں سے کسی ایک مقام پر بھی ان کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے باہمی اختلاف کی وجہ سے سلطان کا اس طرح انکار کر دینا بھی کچھ باعث تعجب نہیں۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ہنوز طے نہیں ہوا اور

[1] کتاب "دی لینڈ آف دی مورز" کا بیسوان باب ملاحظہ ہو۔

مقابلہ ہی پڑا ہوا ہے۔ بالآخر ایک چھوٹی موٹی لڑائی کے بعد سلطانی فوج گرمی کے موسم میں بڑا طول طویل کوچ کے باعث سخت نقصان اُٹھا کر مراکش کو واپس ہوئی اور اگست ۱۸۸۲ء میں منزل مقصود پر پہنچ گئی:۔

سخت مقابلہ اس کے دوسرے سال سلطان نے ضلع ٹاڈلا کو فتح کر کے اور پر زور قبیلہ زائیان کو اپنا مطیع بنا کر صوبہ سوس میں داخل ہوا۔ اسوقت تمام صوبہ کے باشندون نے اسکی حمایت کی۔ یہ حالت صرف اسوقت تک قایم رہی جب تک کہ شہر سما آل کے لوگ ترقی میں حارج اور مانع نہیں آئے۔ لیکن جس وقت ان کے نئے قلعہ پر گولہ باری کی گئی۔ اس سے وہ فوراً سہم گئے اور بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ آخر میں مجبور ہوکر اطاعت قبول کر لی۔ لیکن پھر بھی عورتون کیوجہ سے شرایط اطاعت طے نہیں ہوتے انہون نے شاہی فوج کے ہاتھون میں جانا منظور نہ کیا۔ اور مردون سے کہا کہ تاوقتیکہ سلطان بغیر کسی شرط کے معاف نہ کردے اطاعت قبول نہ کرو۔ واپس ۱۸۸۳ء میں لڑائی ازسرِنو شروع ہوگئی۔ لیکن ایکدن رات کو شہر کے تمام آدمی اسے خالی کر کے چلے گئے۔ جب صبح کو سلطانی فوج نے یہ حالت دیکھی تو تمام شہر کو توپ کے گولون سے اوڑا کر غارت کر دیا۔ اگلے مہینہ میں ملک زائیر پر دوبارہ حملہ کیا گیا اور تمام مہینہ ہی میں صرف ہوگیا۔ بعد ازان کامل چار مہینہ کی جنگ و جدل کے بعد افواج شاہی مکناس پہنچ گئیں۔

الغرض ستمبر آیندہ تک مکناس میں ہی دربار شاہی رہا اس کے بعد فاس کو منتقل ہوگیا لیکن اسی اثنا یعنی ۱۸۸۳ء میں زیمورا اور ایاطہ رومی کے باشندون سے لڑنا پڑا اگست ۱۸۸۴ء میں قصبہ المیس جو میلو یا کے جنوب میں ہے اسکو ڈائنامیٹ سے اُڑا دیا گیا۔[۵] مراکو میں ڈائنامیٹ کے استعمال کا یہ پہلا موقعہ تھا لیکن یوروپین اقوام کی تعلیم سے اہل بربرہ کی تباہی کے وقت عام طور پر یہ بھی استعمال کیا گیا تھا ۱۸۸۵ء میں سلطان نے اپنے چچا مُلا الامین کی ماتحتی میں ایک مہم تیشناوان کو بھی بھیجی۔

---

[۵] العمرانی نے لکھا ہے کہ بندوق کی باروت کا موجد ایک ڈاکٹر تھا علم کیمیا کے آغاز کے زمانہ میں ہی یعنی ۱۳۳۰ء میں وہ ایکدن کوئی کیمیائی تجربہ کر رہا تھا اسوقت اسکو باروت کے اجزا کی کیفیت معلوم ہوئی تھی چنانچہ اس نے اُن سب کو یکجا جمع کر کے باروت بنالی۔

مطبع کے کام کا آغاز ۱۸۸۳ء

۱۸۸۳ء میں گورنمنٹ مراکو نے ایک ایسی قوت سے کام لینا شروع کیا۔ جو قدر نیامیٹ سے بھی کہیں زیادہ قوی تھی یعنی اسی سال طنجہ میں ایک مطبع کھولا گیا اور وہاں سے ایک ہسپانی اخبار جسکا نام المغرب الاقصا تھا جاری ہوا۔ اس اخبار کے جاری ہونے کے چند ہی مہینہ بعد ایک دوسرا اخبار ریویل ڈو مراکو جاری ہوا۔ اور بعد ازاں ۱۸۸۶ء میں ٹائمز آف مراکو نکلا[۱]۔ اس زمانہ سے لیکر آئندہ کے تمام واقعات سلطنت مراکو بقید زمانہ ان اخبارات میں موجود ہیں۔ لیکن اندرونی حالات کا ان سے پتہ نہیں چلتا بلکہ ان کا پتہ یا تو سواحل کے شہروں میں ملتا ہے یا افواہی باتوں میں جو عام طور پر زبان زد خلایق ہیں۔ ناصری نے واقعات مراکو کو آیندہ بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جن کا مقامی یورپین اخباروں کو پورا پورا علم نہیں ہوا۔ لیکن متمدن کے لوگوں نے سواحل پر جو کچھ کارروائیاں کیں ان کا جسقدر حال الناصری کو معلوم ہوا اسی قدر بغیر کسی اختلاف کے اکثر اہل مراکو کو معلوم ہے۔

جون ۱۸۸۵ء میں ملا الحسن ایک مہم لیکر مکناس اور رباط کو گیا۔ لیکن جب تک کہ تلیغہ کے شمالی حصہ میں نہیں پہنچ گیا۔ اسوقت تک وہاں جنگ کا آغاز نہیں ہوا۔ اسکے بعد مراکش آیا اور تمام موسم سرما وہاں ہی بسر کیا۔

دوم جنگ سوس ۱۸۸۶ء

شروع مارچ ۱۸۸۶ء میں سلطان کو ایک اور بڑی بھاری مہم پیش آئی یہ سوس کی دوسری مہم تھی غرضکہ وہ اپنی فوج کو صفی۔ مگادر اور اگادیر انمیر کی راہ سے لیگیا۔ اس موقع پر دارالامی کو بالکل تباہ و برباد کردیا اور ترنیت کو دیکھتی ہوئی تمام فوجیں ارکشیش اور دریا ی وادانون کیطرف آگے بڑھتی چلی گئیں۔ حتی کہ گلیمین تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس مہم میں سابقہ مہم کی بہ نسبت بہت زیادہ حصہ ملک کو فوجوں نے طے کیا۔ اور جہاں جہاں ہو کر گذریں وہاں شریف کی قوت اور اختیارات حاصل کرلی گئیں۔ اس سال دعوت عظیم اتفاق سے ۱۴ جولائی کو ہوئی لیکن وہ ترودنت میں ہی بڑی شان و شوکت کے ساتھ دی گئی۔ اس سے فارغ ہو کر ترودنت سے فوجیں روانہ ہوئیں اور درہ بیباوان کے راستہ سے کوہ اٹلس کے زیرین حصہ کو طے کیا۔ راہ میں افواج سلطانی نے کیفیفات کے متعدد بڑے بڑے قلعوں کو

[۱] مراکو میں مطبع جاری ہونے کے مفصل حالات کے واسطے تیسرا حصہ ملاحظہ ہو۔

مسمار کر دیا اور ہوارہ وادیٔ تمنان سے قبائل کو نیست و نابود کر دیا۔ لیکن یہی وقت ان تمام حالتون کی خبریں یوروپ میں مشہور ہوگئیں۔

۱۸۸۶ء اس کے بعد تادلا اور جنوبی نطیفہ کو اور نیز دمنات کو شاہی افواج نے فتح کیا۔ لیکن دمنات اُسوقت سے آج تک مورون کے قبضہ سے نہیں نکلا۔ ان مقامات کو فتح کر کے فوجون نے رابت کیجانب کوچ کیا۔ لیکن راہ میں شاویہ میں چند سخت لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن باوجود ان لڑائیون کے فوجیں بغیر کسی مزاحمت کے باعث سے کمناس کو چلی گئیں۔ یہ مہم مئی سے لیکر اگست تک جاری رہی لیکن اس مہم میں سخت محنت کرنے کی وجہ سے سلطان کی تندرستی جواب دیگئی۔ حتیٰ کہ موسم سرما میں اُس کی زندگی سے بالکل مایوسی ہوگئی اور عام طور پر یہ اندیشہ ہوگیا کہ تمام کاروبار سلطنت درہم برہم ہوجاویں گے ساتھ ہی یورپ میں مراکش کی جانب سے اضطراب پیدا ہونا شروع ہوگیا اور نومبر میں اور بھی زیادہ ہوگیا۔ کیونکہ نومبر میں ہی ہسپانیہ نے اس امر کی کوشش کی کہ کسیطرح جزیرہ پریجل کو اپنے قبضہ میں کر کے آبنائے جبرآلٹر میں شامل کر لیا جائے۔

۱۸۸۸ء مئی ۱۸۸۸ء میں افواج شاہی نے دوبارہ کوچ شروع کیا اس کوچ سے صرف یہ مقصد تھا کہ بن ایم گیلا جو کئی صدیون سے خود مختار بنا بیٹھا تھا اسکو زیر کیا جاوے۔ کیونکہ مولا اسمٰعیل کا عرصہ سے ارادہ تھا کہ مراکش سے لیکر کمناس تک تکنہ سڑک بنائی جاوے۔ اس مہم کی روانگی کے وقت ہر ایک کام بخیر و خوبی انجام پایا۔ بسبب سردارون نے اظہار وفاداری کیا اور اپنی خدمات پیش کیں ان حالتون کو دیکھتے ہوئے یہ خیال ہوتا تھا کہ لڑائی کی بہت کم نوبت آویگی۔ مولا سرور جو سلطان کا چچا تھا معہ تین سو سوارون کے قبیلہ آیت سوخان کے پاس بعض امور کا فیصلہ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ جب وہ وہان پہنچا تو ابتدا میں اسکے ساتھ اس قبیلہ کی لوگون نے اچھا سلوک اور برتاؤ کیا۔ لیکن بعد میں جو کچھ پیش آیا اس کے متعلق ایک شخص کا بیان بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ شخص وہان موجود تھا اور اس سے اس واقعہ کے علاوہ اور بھی اکثر باتیں وہان کی معلوم ہوئی ہیں:۔

"تین دن تک تو سلطانی فوج اور سلطان کے چچا نے ایت سوخان کے

ساتھ مثل بھائیوں کے کھانا کھایا اور اسیطرح رہے۔ تیسرے دن فوج نے اپنی گھوڑوں کو قرب و جوار کے دیہات میں چراگاہوں میں پھرنے اور کھانے کی غرض سے بھیجدیا اسی دن شام کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جبکہ سب لوگ آرام کر رہے تھے۔ کہ دفعتاً بندوقوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جو لوگ زندہ رہے وہ سب قبیلہ آیت سخمان کے لوگوں کے پاؤں پر گر پڑے لیکن ملا سرور مرحوم نے ان کے قدم زمین پر نہیں رکھا۔ جسقدر فوج وہاں بھیجی گئی تھی اس میں سے معدودے چند آدمی ہی واپس آئے اور اب وہ سب مقید ہیں اور ان میں اکثر لوگ بڑے بڑے منصب دار اور ذی رتبہ تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ وہاں پشت دکھا کر بھاگ آتے جس وقت سلطان کو یہ خبر ملی وہ فوراً اسکا عوض لینے کے واسطے روانہ ہو گیا۔

اس علاقہ کے تمام سرداروں نے وہ خلعت جو ہمارے سلطان نصراللہ تعالے (خدا اسے فتحیاب کرے) کی جانب سے عطا ہوئے تھے پھینک دیئے اور قسم کھالی کہ ہم آدمی نہیں کتے ہی ہوں جو اسے اپنے ملک میں سے گذرنے دیں اور ہم اپنی لڑکیوں کی شادی اسکے خاندان میں ہرگز ہرگز نہیں کرینگے۔ چنانچہ ایک سردار نے آکر وہ خلعت سلطان کے سامنے ڈالدیں لیکن ان باتوں سے سلطان کے ارادہ میں کچھ فرق نہ آیا۔ وہ زیادہ تر مستعدی کے ساتھ بڑھتا گیا۔ جب آیت سخمان میں وارد ہوا شہر کو باشندوں سے خالی پایا تو پھر ان کے معاونین کیطرف رخ کیا۔ اور ان کو تباہ کر دیا جو کچھ وہاں تھا آدمی کھا گئے جو چیز ان سے بچ رہی اسے انکے جانوروں نے خوب پیٹ بھر بھر کر کھایا اور ان کا پسماندہ آگ کے شعلوں کی خوراک ہو گیا۔ الغرض وہ مقام جو سبز باغ کی مانند لہرا رہا تھا خاک سیاہ ہو کر ویرانہ کیصورت میں بدل گیا۔

۱۸۸۹ء اگست کا مہینہ تھا جب مکناس میں پہنچے موسم سرما فاس میں بسر کیا۔ آئندہ سال کوئی نہ کوئی وجہ ایسی پیش آتی رہی جو مانع سفر ہوئی اور ماہ جون میں شمال مشرق کیطرف کوچ ہوا۔ سب سے پہلے غار متصل ریف کا حساب پاک کیا پھر ملا عبدالسلام بن مشیش کے مزار کی زیارت کی اور شیشاوان۔ تطاوین اور طنجہ کی طرف کوچ کیا۔ گو امید تو کم تھی مگر تطاوین اور طنجہ میں بڑے زور کا استقبال ہوا۔

یہان تک کہ ملا الحسن نے دس ہزار پونڈ دریائے تطاوین پر پل تعمیر کرنے کو لئے دیئے۔ مگر طنجہ میں اس سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ اہل یورپ کیطرف سے آؤ بھگت ہوئی اور باوجود اس امر کے کہ کئی قسم کے خدشات خیال میں تھے۔ مگر وقت امن و آرام سے گذر گیا۔ وہان سے براہ لاآریکی فاس کیطرف مراجعت کی اور ایت سخیمان بر ملا سرور کی موت کا انتقام لینے کی غرض سے حملہ کیا۔ بعد ازان مراکش کی راہ لی۔

سنہ ۱۸۹۰ء جنوبی دار الخلافہ میں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا جو اس قابل تھے عقد نکاح باندھا اور ملک میں چونکہ امن آسایش تھی ایک سال فوج کی بھرتی میں صرف کیا۔ سلطان کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی اور جب باہر دربار عام میں جلوہ گر ہونے سے معذوم ہوگیا تو یورپ میں کئی قسم کے اور توہمات پھیلنے شروع ہوگئے۔

قلعہ طنجہ کا صحن جس میں سلطان مرحوم مدبران دولت خارجیہ کی ملاقات کرتا تھا (درمیانی محرابوں سے خزانہ کو رستہ جاتا ہے جس کے سامنے صناد یق خزانہ رکھے ہیں)

سنہ ۱۸۹۱ء پھر عقابوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آنے لگے گویا غنیم کے جنگی جہازوں کا بیڑا آن موجود ہوا ہے اور اس کی یہ تعبیر کی گئی کہ مراکو میں جلد ہی بادشاہ گردی ہونے والی ہے۔ فرانسیسیوں نے یہ کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح نخلستان طوات ہاتھ لگ جائے اور اس مدعا کو حاصل کرنے کے واسطے شریف وزان کو روانہ کیا مگر اس میں ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ شریف صاحب تو گھر ہی پچھلے راہی ملک بقا ہوئے اور سلطان نے شفا پائی اور آیندہ سال تفیلات کی طرف کوچ کیا۔

آخری مہم سنہ ۱۸۹۳ء والٹرلی ہیرس نے اس آخری مہم کا بیان بڑی خوبصورتی مگر صحت کے ساتھ کیا ہے کیونکہ وہ بھی اتفاق سے اسوقت میں ملا الحسن کے پاس تھا اگرچہ کوئی ایسی لڑائی واقع نہ ہوئی لیکن تاہم مجید او رایت کو تحفہ تحائف دیکر خاموش رکھنا پڑا۔ سیزان کی نگرانی ہی کرنی پڑی گو اس قسم کی کاروائی ایک عرب النبل بادشاہ کے واسطے ایک معیوب امر تھا۔ ۱۵ اکتوبر میں سلطان اس سر سبز منزل مقصود میں پہنچا۔ لیکن چالیس ہزار سپاہ کے واسطے جس میں نوکر شاگرد پیشہ بھی شامل تھے اسقدر سامان رسد وغیرہ نہیں تھا جس سے موسم سرما بسر ہو سکے

بنابریں اگرچہ سلطان کی صحت کمزور تھی اور راستہ سخت دشوار گذار تھا لیکن حکم صادر ہوا کہ فوج واپس ہوگی۔ دن کی گرمی رات کی سخت سردی اور اسپر خوراک کی قلت کے سبب سے اسباب جمع ہوگئے کہ سپاہی بکثرت مرنے لگے اور اسپر یہ بھی کہ سپاہ اپنی حفاظت سے بے خوف نہیں رہ سکتی تھی۔ موسم سرما کا شروع تھا درہ گلدہ گذرنے تک سردی زیادہ بڑھ گئی اس مقام پر جو آٹھ ہزار فٹ اونچا ہے غضب کی سردی پڑنے لگی اور سردی کی شدت سے سپاہی خچر گھوڑے۔ اونٹ جان دینے لگے۔ تمام لشکرگاہ پر برف پڑ گئی۔ جدھر نگاہ کرو برف ہی برف نظر آرہی ہے۔ ہزار جدوجہد اور کوشش سے جوں توں کرتے اس کثیر التعداد فوج کا باقیماندہ حصہ کوہ اٹلس کی مہلک برف اور پہاڑیوں سے بصد مشکل نکل کر میدان میں پہنچا۔ مراکش تک پہنچتے پہنچتے بادشاہ بہت ضعیف ہوگیا۔ تھکاماندہ سفروں کا مارا ہوا سلطان اپنے نقرہ گھوڑے پر سوار ہے اسکے سر پر قرمزی رنگ کی مخمل کا چتر لہرا رہا ہے اسکی صورت دیکھکر آدمی کے خیال میں اس ہیبت کی تصویر کا ایک نقشہ اتر آتا تھا۔ مولاالحسن کو مراکش میں چین حاصل نہ ہوا۔

سنہ ۹۴ء اسکی غیبت میں اسکی ریفی رعایا اور اہل ہسپانیہ میں لڑائی ہوگئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کو تقریباً ایک کروڑ روپیہ بابت ہرجانہ دینا پڑا۔ اور قبل ازیں اس مہم پر تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ ضرور خرچ ہوا ہوگا۔

افسوسناک خاتمہ ان واقعات سے سلطان مجبور ہوا کہ اپنا آرام ترک کرکے رباط اور فاس کیطرف کوچ کرے۔ کیونکہ ریفی اقوام کی سرکوبی ضروری تھی مگر فاس میں پہنچنے کا ارادہ ظہور میں نہ آیا اور نہ ہی یہ مہم سر ہوئی بلکہ آدھی رات کو مولاالحسن کا جنازہ رباط میں داخل ہوا۔ چند روز پیشتر سلطان نے تادلہ میں وفات پالی۔ لیکن اسکے معتبر حاجب شیخ احمد نے جو اسوقت وزارت کے عہدہ پر مامور تھے سلطان کی موت کو مخفی رکھا۔ چپ چاپ رباط میں نعش لائی گئی اور اپنے جد اکبر سعدی محمد مستعصم بن عبداللہ کے پاس مدفون کی گئی۔

دوسرے روز علی الصباح سلطان کا پیارا بیٹا عبدالعزیز جسکو سلطان نے اپنی جانشینی کے قابل بنایا تھا اور جسکو آگے رباط میں روانہ کیا تھا سلطان قرار دیا گیا اور اس

اس خوشی میں بڑے جلسے منائے گئے شہزادہ کی عمر اسوقت سولہ سال کی تھی اور انتظام کی قابلیت نہیں رکھتا تھا نظم ونسق ملک شیخ احمد بن موسیٰ کے ہاتھ میں بطور نائب السلطنت دیا گیا۔ یورپ کی کل طاقتیں شہزادہ کی حمایت کیلئے آمادہ تہیں۔ عنان حکومت شیخ احمد کے ہاتھ میں تھی۔ اسواسطے عبدالعزیز خفیف سی لڑائی کے بعد کامیاب ہوگیا اور جو بغاوت رحامنہ و دیگر مقامات میں اٹھی تہی وہ ایسی سختی کے ساتھ فرو کی گئی کہ تمام قوم کے دلوں میں خوف چھا گیا اور انکو بے اطاعت کئے نہ بن پڑی۔

جو امن و آسایش اسوقت سے مراکو کو حاصل ہے وہ شیخ احمد کی سیاست اور تدابیر ملکی کی بدولت ہے اور اس امر میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اس قسم کا انتظام مراکو کے حصہ میں کبھی نہیں آیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خوش نظمی کب تک قایم رہیگی۔

یہ امر مسرت انگیز ہے کہ موجودہ سلطان اپنے والدہ عموکی بہت تعظیم تکریم کرتا ہے اور ان کا اسکے مزاج میں بہت دخل ہے۔ یہ فریق ایکطرف ہے اور وزیر سابق حاجی معاتی بنانی[1] اسکے بھائی محمد صغیر سابق وزیر جنگ دوسری طرف۔ ہر دو فریق میں ہمیشہ سے سخت رقابت چلی آتی ہے۔ بنابریں جب شیخ احمد بن موسیٰ نے دیکھا کہ اس کے پاؤں بالکل جم گئے ہیں تو سلطان مرحوم کے بعد جسکو مرے ہوئے ابھی پانچ ہفتہ بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ فریق مخالف کو جس میں چند چھوٹے چھوٹے عہدہ دار شامل تھے کمناس میں قید کر دیا اور ان کی جائداد ضبط کر لی۔ اس فریق پر سازش کا الزام لگایا گیا تھا اور اس الزام کی تائید میں وجوہات کافی تہیں۔ کیونکہ اس فریق کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ عبدالعزیز کی تخت نشینی ان کے زوال کی یقینی دلیل ہے۔

مولائی عبدالعزیز چہارم کی تخت نشینی کا اعلان سنہ ۱۸۹۴ع

فاس میں نئے سلطان کی تخت نشینی کے اعلان کا انتظام اعلےٰ درجہ کی حکمت عملی سے کیا گیا۔ سلطان الحسن کی موت کا اخفا کیا گیا اور ابھی ملک میں اس واقعہ کی خبر نہ ہونے پائی تھی کہ مشہور اور معتبر اشخاص کو بجلد مسجد میں جمع کرکے اس طریق سے فرمان سنادیا گیا کہ گویا کوئی نئی بات وقوع میں نہیں آئی۔ مولائی عبدالعزیز کی اطاعت کا بیعت

[1] یہ بنانی خاندان جو دراصل ہسپانیہ کا رہنے والا ہے بارھویں صدی میں بڑا نامور تھا۔ اسی خاندان کا ایک شخص یوسف ثانی کا وزیر تھا اور مہدی ابن تعارت کا دوست تھا۔

جگہ دروازے بند کر کے تحریر کیا گیا۔ اس معاملہ میں شیخ احمد کے دو شخص بڑے معاون تھے ایک اسکا چچا اسمٰعیل اور دوسرا اسکا بھائی عمر۔ بصورت دیگر اسمٰعیل[۱] ایک نہایت خوفناک حریف ثابت ہوتا۔ کام کا سرانجام تو اس صورت سے ہوگیا۔ چونکہ فصل سے درو کا وقت تھا اور کئی سال کے بعد اس سال فصل اچھی تھی ملک کے لوگ فصل کے سنبھالنے میں بہت مصروف تھے الغرض لوگوں نے اطاعت کا جوا گردن پر بے چون و چرا رکھ لیا اور مانند سابق کوئی شورش برپا نہ کی۔

اہل مراکو آزادی کے از حد دلدادہ ہیں سلطان کی وفات پر ہمیشہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ انتظام درہم برہم ہو جائیگا جب تک اسکا جانشین بزور شمشیر اپنی اطاعت کا لوہا نہ منالے۔ لیکن اس موقعہ پر اگرچہ ساحل پر غیر ممالک کے جہاز موجود اور ان سے حملہ کا بھی اندیشہ تھا مگر ملک میں سوائے چند مقامات کے امن و امان ہی رہا۔ نئے سلطان نے معہ اپنی افواج براہ بین حسن۔ زمری۔ زرہون۔ مکناس۔ فاس کیجانب کوچ کیا۔ جہاں رسم جلوس ادا کی گئی اور کسی قسم کی مخالفت ظہور میں نہ آئی۔

تھوڑا عرصہ بعد سلطان کے بھائی عمر و محمد تخت کے دعویدار ہوئے اسلئے انکو گرفتار کیا گیا۔ چونکہ شیخ احمد وزیر اعظم تھا اس لئے اس نے اپنے ایک بھائی شیخ ادریس کو عہدہ نظارت اور دوسرے بھائی شیخ سعید کو وزیر جنگ مقرر کیا۔ اسوقت سے لیکر آجتک وزیر نائب السلطنت کے اختیار میں کسی قسم کی خلل اندازی نہیں ہوئی۔ بہت سی اصلاحیں[۲] کی گئیں اور اگر کوئی شکایت لوگوں کو ہے تو صرف یہ ہے کہ حکومت سلطان نہیں بلکہ وزیر کر رہا ہے

[۱] جوں ہی اسمٰعیل مسجد میں داخل ہوا اسکے مکان پر پہرا کھڑا کیا گیا مگر جب معاونوں نے اطاعت تحریر ہو چکا تو پہرا اٹھا دیا گیا۔ [۲] یہ اصلاحیں بالعموم صیغہ مال کے متعلق نہیں لیکن شیخ احمد نے جو نہایت قابل تعریف کام کیا یہ تھا کہ اس نے ممالک مشرقیہ میں طاعون کی وجہ سے حکم نافذ کر دیا کہ کوئی شخص مکہ شریف کو حج کو نہ جائے۔ یہ حکم طنجہ کے ممالک غیر کے سفیران کی تحریک پر جاری ہوا تھا۔ اس مضمون کا ایک فرمان جامع مساجد میں پڑھا گیا فاس کے علما سے اسبارہ میں استشارہ نہیں کیا گیا۔ علما کے سامنے سلطان کی خواہش کا اظہار کیا گیا اور فتویٰ لیا گیا تھا۔ ۱۹۰۴ء میں سلطان نے قید خانجات واقع ساحل و دیگر مقامات کی صفائی کرا لی اور قیدیوں کے روزانہ خوراک میں ایزادی کی۔

اب سوال یہ ہے کہ سلطان عبدالعزیز کے سن بلوغ پر پہنچنے پر شیخ العمہ حکومت سے دست بردار ہوگا یا نہیں۔

یادداشت محاربہ اہل فرانس ۱۸۴۴ء

لوئیس فلپ کے تیسرے بیٹے پرنس ڈی جانول نے جو ایک ناتجربہ کار نوجوان تھا بے سوچے سمجھے طنجہ پر گولہ باری کردی۔ پرنس کی عمر اسوقت ۲۶ سال کی تھی اور وہ شہرت کا ازبس دلدادہ ہو رہا تھا۔ طنجہ کی گولہ باری جو دیواروں اور فصیل شہر تک ہی محدود تھی بتاریخ ۶ر اگست ۸ بجے سے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ انگریزی و دیگر جہاز صرف تماشا دیکھا کئے۔ منادر کی گولہ باری بتاریخ ۱۵ر اگست شروع ہوئی اور جواب بھی بالخصوص جزیرہ میں زیادہ تر سخت گولہ باری سے دیا گیا۔ آخر تک مسٹر ڈرمنڈ ہے۔ وزیر دولت برطانیہ کی یہی کوشش رہی کہ کسیطرح متخاصمین آپس میں مصالحت کرلیں مگر اسکی کوشش مشکور نہ ہوئی اور اہل مراکش نے جو اپنی نزاکت حالت کا وزن کرنے سے قاصر تھی اسکی درخواست سے انکار کردیا۔ اور ادھر فرانسیسی پرنس کی جوشیلی طبیعت نے کوئی بات نہ چلنے دی۔ کیونکہ اسے اپنی طاقت پر بہت بھروسا تھا۔ باشندگان یورپ جو وہاں سکونت پذیر تھے بہزار دقت جبل الطارق و کیڈز کو بغرض حفاظت روانہ کیے گئے اور ان کے مکانات پر پہرہ لگادیا گیا۔ طنجہ میں تو یہ انتظام چل گیا مگر منادر میں نہ چلا کیونکہ وہاں بعض سوداگر گورنمنٹ کے مقروض ہونے کے باعث ترک مقام نہ کرسکے۔ آخرالامر شہر خالی کیا گیا اور محاصرین نے لوٹ لیا۔

مارشل بوجنڈ نے جانول کی کارروائی کا حال سنکر جواب دیا کہ آپ نے میرے نام ایک ہنڈی تحریر کی ہے لیکن یقین جانو کہ اسکی ادائیگی میں توقف نہیں ہوگا۔ بتاریخ ۱۹ جون فوج اجدہ میں داخل ہوئی اور بتاریخ ۱۹ جولائی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں اور حملوں کے بعد فوج ملساریا واپس ہوئی۔ شروع اگست میں سلطان کے مقابلہ کے لئے پھر فرانسیسی فوج سرحد سے پار اتری۔ سلطان بھی معہ چھ ہزار سوار۔ دس بارہ ہزار پیدہ سپاہی اور تقریباً ساٹھ ہزار سوار جو نئے بھرتی کیے گئے تھے دریائے اسلی پر پڑا تھا۔ اہل مراکو ایک نیچے رات کے دشمن کے کیمپ میں جا پہنچے اور مین

صبح کا ذب کے وقت حملہ کر دیا۔ دوپہر کے وقت بوجنڈ مارشل سلطان کے بیٹے کے کیمپ میں چائے پی رہا تھا۔ اہل مراکو کے زندہ و مردہ کی تعداد جو دشمن کے ہاتھ لگی بارہ پندرہ ہزار تھی اور تقریباً ڈھائی سو ان کو اپنے مردہ و زخمی تھے۔ بیمار اسکے علاوہ تھے جو بوجہ گرمی و ماندگی بحساب دو سو ہر روز ہسپتال میں داخل ہوتے تھے۔

باب دہم

باوجود اس امر کے کہ اگر سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی کل ریاستوں میں ملکی انتظام یکساں سا نظر آتا ہے۔ مگر مراکو میں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے جو خاص توجہ کے قابل ہے اس میں ہر دیگر جملہ اہل اسلام کی مانند قرآن مجید کے احکام و قوانین اور نیز احادیث کی پابندی کیجاتی ہے۔ مراکو کے بعض خاندان مثلاً اول ادریسی۔ سوم فاطمی۔ ہشتم سعدی اور نہم فلالی (جو آجکل حکمران ہے) محمدؐ کی اولاد ناسے بلاتے ہیں اور اس ملک میں ان کو شریف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے مسلمانوں پر ان کی تعظیم و تکریم لازم ہے۔

خلافت اور یہ امر کہ وہ پیغمبر کی اولاد میں سے ہیں ان کے حق میں خلافت کے واسطے ایک بھاری دلیل ہے۔ حالانکہ ترکون کو یہ استحقاق کبھی حاصل نہیں ہوا۔ دیگر خاندان مثلاً موحدین مرینا بھی خلیفہ کہلانے لگے حالانکہ ترکون کیطرح انکو حق نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خاندان مرابطی کے بعض امیروں نے امیر المومنین کہلایا نہ کہ امیر المسلمین لیکن جب سے سلطانی کا لفظ استعمال ہونا شروع ہوا ہے تو امیر المومنین کا خطاب اب کم ہی استعمال میں آتا ہے۔ تاہم خطبوں وغیرہ میں سلطان کے لفظ کو امیر المومنین سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہرکیف سلطان مراکو اہل مراکو کے نزدیک مسلمہ طور پر ایک دینی و دنیوی حاکم ہے اور اسی بنا پر پہاڑی بربری۔ عربی صحارا کے غربوں پر اسکا بڑا اثر ہے یہ کہنا ذرہ مشکل امر ہے کہ سلطان کی رعایا کا دلی خیال اسکی نسبت کیا ہے۔ مگر مختصر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ رعایا اسکی نہایت تعظیم کرتی ہے۔ اسکی ایک وجہ تو یہ کہ اسکا منصب بہت اعلیٰ اور وہ ایک مقدس خاندان کی یادگار ہے۔ دوسرے یہ کہ

اس کے اختیارات میں کوئی خلل نہیں دے سکتا۔ اگرچہ سلاطین مراکو سے بعض اوقات
سخت تعدی و ظلم سرزد ہوا ہے۔ مگر اس سے اس کی رعایا کی نمک حلالی میں کبھی بھی کسی
قسم کا فرق نہیں آیا۔ اور مراکو کی تاریخ میں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کبھی کسی ظالم
حاکم کو باغی رعایا نے تخت سے اوتار دیا ہو۔ اگرچہ بعض اوقات نوکروں نے موقعہ
پاکر امیر کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن اس قسم کے واقعات اس صورت میں ظہور پذیر ہوئے
ہیں جب کوئی اور دعویدار مدمقابل بنکر کھڑا ہو گیا ہے۔ ممالک شرقیہ میں زیادہ تر
اسی ضرب المثل پر عمل چلا آیا ہے جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ پس جس کسی کے بازو
میں زور ہوا وہی مالک بن بیٹھا اور اسکا کوئی مزاحم نہ ہو سکا۔

شاہی القاب القاب جو سلطان کے واسطے استعمال کئے جاتے ہیں وہ کاتب کی
جدت طبع کے مطابق ہوتے ہیں۔ تاہم حضرت الشریف یا بعالی وغیرہ القاب اکثر استعمال
کئے جاتے ہیں مگر سید سلاطین مولا و مولانا کے الفاظ سے خطاب کئے جاتے
ہیں۔ جن سلاطین کا نام محمد ہو ان کی نسبت سیدی یا سیدنا مستعمل ہوتا ہے۔

سلطان ایک مطلق العنان حاکم ہوتا ہے اور گو کسی خود رائے اور بے اصول شخص کے
ہاتھ میں عنان حکومت ہو تاہم اسکو محدود الاختیار رہنا پڑتا ہے اور اسکی بنیاد وہی
مذہبی برکت ہے جو اس کی طاقت کی جڑ ہے۔ بنا بریں حریفوں کا خواہ وہ کیسے ہی
نزدیکی رشتہ دار کیوں نہ ہوں پہلے ہی بندوبست کیا جاتا ہے بعض کو کسی نہ کسی
بہانہ سے قتل کرایا جاتا ہے اور باقیماندہ کو تفیلات میں جلاوطن کیا جاتا
ہے۔ مگر اب یہ دستور متروک ہو گیا ہے۔ طرفہ بات اس ملک میں یہ ہے کہ اگرچہ یہاں
کے لوگ اپنے خدا کے بھیجے ہوئے سلطان کے اسقدر فرمانبردار ہیں کہ اس کی
بعض ناواجب کارروائیوں پر بھی سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ لیکن جب کوئی ایسی اصلاح
پیش ہو جو مذہب میں خلل انداز معلوم ہوتی ہو تو فی الفور بگڑ کھڑے ہوتے ہیں اور
مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی تجاویز ہوں جو بادی النظر میں معمولی
دکھائی دیتی ہوں خواہ ان کے نتائج کیسے ہی سخت و اہم کیوں نہ ہوں تو انکی
نسبت سکوت اختیار کیا جاتا ہے۔ القصہ کوئی رواج اس ملک میں ایسا نہیں ہے
کہ اگر اسے آہستہ آہستہ دانائی سے ترک کرایا جائے تو اس میں کوئی دقت پیش آئے۔

سلطنت سے مشیران

دراصل اس ملک میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو سلطان کے دست اختیار کی مزاحم ہوسکے الا دینی مزاحمت کا حق طایفہ علماء کو حاصل ہے اور ہر معاملہ اہم میں انکی رائے لی جاتی ہے اور پھر نہایت آزادی سے اسکا اظہار کیا جاتا ہے اگر سلطان بذات خود علماء کا مشورہ جیسا کہ اکثر اتفاق کیا جاتا ہے کبھی نہ بھی لے تو رعایا کے لوگ خود بخود استفتا کرتے ہیں اور اگر آراء متناقض ہوں جو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے تو اپنے اپنے خیال کے مطابق بلا تامل ایک نہ ایک طرف اختیار کر لیتے ہیں فی الحقیقت لوگ قدیمی رسم و رواج کو پسند کرتے ہیں اور بدعت کو بنظر پسندیدگی نہیں دیکھتے ہیں۔ لیکن دانا لوگ پیشتر ہی سے سلطان کے اس حد تک قائل ہیں کہ وہ ایسے معاملات میں اپنی رائے ظاہر کرنے سے پہلے سلطان سے استمزاج و استصواب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں ایک امر مضمر ہے جسکا تصفیہ بلحاظ اغراض اسلام حضرت الشریف ہی کر سکتے ہیں۔ جیسا حضور عالی مناسب خیال کریں ویسا ہی ہونا چاہیے۔

سلطان اور اس کے وزیران

حالانکہ جماعت سلطانی مشیران معاملات عہد و پیمان میں خواہ وہ دشمن کے ساتھ کئے جاویں یا دوست کے ساتھ نہایت مفید صلاحکار ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر عملی طور پر دیکھا جائے تو ان کا عدم و وجود برابر ہے۔

رعایا کی آزادگی

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ مراکو میں درآن ملکی انقلاب واقع نہیں ہوتے تاہم اگر کوئی ناواجب تجویز پیش کیجائے یا کوئی جابرانہ محصول ملک پر عاید کیا جائے تو لوگ فوراً سلطان کے برخلاف بھی بلا تامل ہتھیار اٹھاتے ہیں اور ایسا ہی وہ کسی اہلکار جسکو وہ پسند نہ کرتے ہوں کے معزول کرنے کی صورت میں کرتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک باغی صوبہ کے لوگ سلطانی فوج کے ساتھ جنگ و جدال کر رہے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ سلطان ایک گورنر کو مقرر کرنا چاہتا تھا اور رعایا اس کے برخلاف تھی۔

سازشیں

سلطانی حرم اور دربار کی سازشیں بھی سلطنت کو ایک قسم کا ضعف پہنچاتی رہتی ہیں مراکو کے لیے ایک بے غرض [illegible] سے بڑھ کر

کوئی شخص زیادہ خوفناک نہیں ہے۔ سلطان کے حریم میں سیاہ و سفید بہت سی مستورات ہیں۔ حرم میں داخل ہونے کی عزت اسقدر اعلےٰ خیال کیجاتی ہے کہ بڑے بڑے رئیس اپنی خوبصورت لڑکیون کے واسطے رشوت دیتے ہیں۔ حریم سلطانی کے واسطے قسطنطنیہ سے بھی عورتیں حاصل کیجاتی ہیں۔ ہماری ایک دوست نے تین عورتیں خریدکیں ایک سلطان کے نذر کی جو موجودہ سلطان کی والدہ سرکیشیا کے رہنیوالی تھی اور دو اپنی ذات کے واسطے رکھ لیں۔ ان عورات سلطانی میں سے بعض فرنسیسی زبان اور چند سرین باجے کی بھی جانتی ہیں۔ جب حریم میں ان مستورات کی تعداد زیادہ بڑھ جاتی ہے تو سلطان تحفۃً سپہ سالار وغیرہ کو جنکو قاید کہتے ہیں بخش دیتے ہیں اگرچہ بعض اوقات یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ زوجیت کے لباس میں یہ کوئی سلطانی جاسوس ہی نہ ہو۔

خدام — شیخ احمد بن موسیٰ موجودہ وزیر اعظم [جو نائب سلطنت ہے] کی تربیت سلطان کے ساتھ محلسرا میں ہوئی اسکا عہدہ حاجب تھا۔ اور سلطان کی ملاقات اسکی وساطت سے ہوتی تھی۔ وہ محل میں رہتا تھا اسواسطے اسکا نام بابا احمد پڑ گیا یعنی سلطان کا باپ۔ حالانکہ یہ خطاب اکثر خواجہ سراؤن کو دیا جاتا ہے۔ محلسرا میں خواجہ سراؤن کی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ یہ لوگ بہت روپیہ صرف کرکے الی سینیا سے لائے جاتے ہیں۔ یہان انکو وصیف کہتے ہیں ان کے اصلی نام عطر کافور۔ مشک۔ عنبر وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ محل کا کاروبار حبشی لڑکے کرتے ہیں مستورات کی خدمت خواجہ سراؤن اور عورتون کے متعلق ہوتی ہے جو نشاط کا کام بھی کرتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ سلطان مرحوم پنجشنبہ کے روز باغ میں تمام مخدرات کا معاینہ کرتے تھے اور جنکو پسند فرماتے تھے ان کے واسطے اشارہ کردیتے تھے کہ خاص محل میں بھیجدی جاویں۔ جہان وہ ہفتہ کا کچھ حصہ ان کے ساتھ بسر کرتے تھے۔

اولاد سلطانی — شہزادون اور شہزادیون کی تربیت جو تعداد میں بےشمار ہوتی ہیں خانقاہون وغیرہ مقدس مقامات میں کیجاتی ہے۔ یہ مقامات الگ الگ جگہون میں واقع ہوتے ہیں ہر ایک بچہ کے ساتھ اسکا ایک ہمعمر ساتھی ہوتا ہے تاکہ دنیا میں وہ اسکا بے لوث و بےغرض دوست بنا رہے۔

ہر سال ان لڑکون اور لڑکیون کی جو کافی عمر کے ہوجاتے ہیں شادی کی جاتی ہے شادیان سرکاری خرچ پر حسب ہدایت سلطانی ہوتی ہیں اور وہی چند باقی محل مین رہ جاتے ہیں جنسے سلطان کو بہت محبت ہو یا جنکی والدہ کا ابھی تک رسوخ باقی ہو۔

انتخاب ولیعہد

ولی عہد کا تقرر بالکل سلطان کے اختیار میں ہے اور اکثر یہ دستور ہے کہ جس شاہزادہ کو اس عہدہ پر مقرر کرنا ہو پہلے اسے فوج کا سپہ سالار یا گورنر مقرر کیا جاتا ہے۔ گویا یہ ولیعہد کے تقرر کا امتیاز ہوتا ہے اور ایسے جلیل القدر ذمہ واری کے عہدہ پر اسے اس غرض کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے کہ قابلیت حاصل کرے چونکہ سلطان کے دل میں ایک یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید اس تقرر کو اسے منسوخ کرنا پڑے اس واسطے اس امر کی احتیاط کی جاتی ہے کہ ولیعہد کی طاقت اس حد تک نہ بڑھ جائے کہ سلطان کے برخلاف کام آسکے اور اکثر ایسا وقوع میں آیا ہے۔ اور جب ولیعہد کی عمر بیو[ی] کی ہو اور ایسے ذمہ واری کے عہدہ کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ تو سلطان اسے ضروری مواقع پر اپنے ساتھ رکھتے ہیں جیسا کہ موجودہ سلطان کی صورت میں کیا گیا۔ لڑکیون کی شادی صغیر سنی میں ہی کیجاتی ہے لیکن انکو کوئی منصب بطور حق وراثت نہیں ملتا۔ نہ ہی شہزادون کے لڑکون کو کوئی خطاب سوائے لفظ مولا کی عطا ہوتا ہے۔

افسران خاص

شاہی خاص محافظین کی جماعت میں بعض خاص افسر بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً مولی المضال جو چھتر بردار ہوتا ہے جس پر چکن دوزی و طلائی کام اور لعل و جواہر سے مرصع ہوتا ہے۔ مولی الشواش یعنے چوری بردار۔ مولی المشوار (نقیب) جو ہمیشہ بہت بلند آواز ہوتا ہے۔ مولی الخضراب۔ مولی الکحل۔ مولی آتزفل۔ فیا و جلاد۔ مولی الفراش۔ مولی الرواح۔ مول الماء۔ مولی الامار۔ مولی السجاب۔ علم بردار وغیرہ وغیرہ ایک دفعہ ایک دوغلہ عورت حاجب کے عہدہ پر ممتاز تھی۔

ادارۂ حکومت

سلطنت مراکو میں سب سے اول و افضل سلطان ہوتا ہے جسکی جانب سے کل امور بالواسطہ یا بلاواسطہ فیصلہ پاتے اور طے ہوتے ہیں سلطان کے ماتحت زمرۂ وزرا ہوتا ہے جسکا یہ فرض ہے کہ اس کی خواہشون کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ایسے عہدہ داران کی کوئی مقررہ تنخواہ سرکار کیطرف سے نہیں ہوتی۔

اور یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ کمی وہ رعایا سے پوری کر سکتے ہیں اس واسطے اس ملک میں رشوت کی گرم بازاری حد سے زیادہ ہے اور اس خصوص میں کسی عہدہ دار پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بنا برین اس قسم کے منصب حاصل کرنے کے واسطے بڑی بڑی رقوم پیشکش کیجاتی ہیں۔ سلطان کی داہنی طرف وزیر کبیر یعنے صدر اعظم جو اکثر مشیر کل اور وزیر برانی بھی ہے ہوتا ہے لاکن طنجہ میں یہ صورت نہیں ہے وہاں امور خارجیہ کا مہتمم ایک کمشنر ہوتا ہے۔ کمشنر کا در اصل تو یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ممالک غیر کے سفراء سے جو وہاں مقیم ہیں معاملات کا تصفیہ کرے الا معاملات اہم میں اسکو کلی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔

دیوان خاص

ایک وزیر دخلانی ہوتا ہے اور گورنرون کا تقرر اسی کے اختیار میں ہوتا ہے یہی باعث ہے کہ یہ عہدہ پرلے درجہ کا باعث تصور ہوتا ہے بعد ازان مولی المال یا مشیر مال ہوتا ہے۔ شاہی خزانہ تین بڑے بڑے شہرون میں رکھا جاتا ہے یعنے فاس۔ مکناس اور مراکش میں یا جہان مصلحت وقت ہو مراہل مراکو سرخ فیتہ سے نفرت کرتے ہیں اور وہ کبھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ بجز اس صورت کے جب کوئی شخص کام کرنا نہ چاہے اعلےٰ افسران اکثر فرش پر بیٹھکر کام کرتے ہیں۔ مکان کے باہر دروازہ پر یا اصطبل کے صحن میں قالین بچھا لیتے ہیں اور ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ جملہ اعیان دولت تکیے لگائے بیٹھے ہیں اور نزدیک ہی سلطان بھی رونق افروز ہے ✣

فرامین شاہی

وزرا و دیگر عہدہ داران کے علاوہ بہت سے منشی ہوتے ہیں جو شاہی مراسلات وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ جب مراسلات تحریر ہو جاتے ہیں۔ تو اُن پر مُہر لگائی جاتی ہے دو مہریں ہوتی ہیں چھوٹی اور بڑی۔ مراسلہ کے سرے پر مُہر لگائی جاتی ہے اور مکتوب الیہ مہر کو بوسہ دیکر پیشانی سے لگا لیتا ہے جب کبھی یہ مطلوب ہوتا ہے کہ کسی شاہی فرمان کا اعلان کیا جائے اور یا بغرض اطلاع عام اس قسم کی خبر کی اشاعت کی جائے کہ فلان قوم کی گوشمالی کے واسطے مہم جانے والی ہے تو مراسلات کی نقول قصبات میں روانہ کی جاتی ہیں جو جامع مساجد میں پڑھی جاتی ہیں اور ساتھ تو بیں چھوڑی جاتی ہیں۔ اس قسم کی تحریرات ایک خاص گروہ کی معرفت جنکو مسخرین کہتے ہیں ارسال کیجاتی ہیں اور شاید دنیا میں اس جماعت کے اشخاص سے بڑھکر کوئی حریص ہوگا۔[۵]

[۵] شاید ہندوستان کے تعمیل کنندہ عملے سے زیادہ نہ ہون۔ مترجم

جب سلطان کسی شخص کو باریاب ہونے کی اجازت دیتا ہے تو یہ لوگ اور ان کے ماتحت فیس یا تحفے مانگ کر اسکو بڑا تنگ کرتے ہیں اور شرم انکے پاس تک نہیں پھٹکتی۔

سرکاری تحایف جو کوئی سلطان کی خدمت میں حصول قدمبوسی کی غرض سے حاضر ہوتا ہے اس سے یہ بھی توقع کیجاتی ہے کہ وہ کچھ تحایف بھی نذر کریگا اور اکثر یہاں تک ہوتا ہے کہ تحایف کی ایک فہرست تیار کرالی جاتی ہے اور تمام اشیا جو پیش کیجاتی ہوئی ہیں وہ سلیقہ سے بچھائی جاتی ہیں اور نذر یا تحایف پیش کنندہ کی خواہش تحایف کے مطابق ہوتی ہے بشرطیکہ وہ سلطنت کے کسی اعلے افسر کو خوش کرنا بھول نہ گیا ہو۔ تحایف ریشمی کپڑے وغیرہ ہوتے ہیں یا کوئی ایسی اشیا جو شخص دیکھنے کے لئے ہی ہوں۔ تمام سلطنت میں سلطان ہی ایک ایسا فرد بشر ہے جو نقدی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اگرچہ مسموع ہے کہ سلطان مرحوم کبھی کبھی اشرفیوں کا صرہ قبول فرما لیتے تھے جب کوئی اور چیز نذر پیش کنندہ کو دستیاب نہ ہو سکتی تھی۔

دربار عام سلطان کا دربار عام محض اعزازی ہوتا ہے کیونکہ تمام معاملات بجز کسی خاص بھاری معاملہ کے وزرا ہی طے کرتے ہیں۔ رعایا کے کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ کسا (ایک قسم کا کھلا چوغہ ہوتا ہے) پہنکر سلطان کے حضور میں شرفیاب ہو۔ تمام اشخاص ہمیشہ برنوس میں حاضر ہوتے ہیں اور اسکا دایاں کندھے کو اوپر پیچھے کی طرف ڈال لیتے ہیں۔ جو لوگ سلطان کے حضور میں بغرض شرف نیاز آتے ہیں وہ سر سے برہنہ ہوتے ہیں اور سلطان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں مگر سلطان ہمیشہ بیٹھا رہتا ہے۔ سلطان مراکو کا لباس بہت سادہ ہوتا ہے۔ البتہ گھوڑے کا ساز و یراق بہت شاندار ہوتا ہے اور اس میں رنگ کی بوقلمونی نظر آتی ہے۔

شاہی سواری سلطان عرض لشکر و طواف کے موقعہ پر اور بروز جمعہ مسجد میں جانے کو لئے سوار ہوتے ہیں۔ چار کوتل گھوڑے مختلف رنگ کے لائے جاتے ہیں سلطان ہر وقت ان میں سے ایک سواری کے واسطے انتخاب کر لیتا ہے۔ دیگر مواقع پر کبھی کبھی گاڑی کا بھی استعمال کیا جاتا ہے مگر چونکہ وہاں سڑکیں نہیں ہیں اس لئے بہت فاصلہ تک گاڑی نہیں چلائی جا سکتی۔ شاہی گاڑی نہایت آہستہ آہستہ جاتی ہے اسواسطے سپاہی ہاتھوں میں کوڑے لئے ہوئے آگے چلتے ہیں تاکہ رستہ کسیطرح مدرک جائے سلطان

کے ساتھ ساتھ خاص خدام ہوتے ہیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے جن میں سے چوری بردار و چھتر بردار خاصکر دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ چھتر[1] مراکو میں بطور ایک سلطانی نشان کے استعمال ہوتا ہے اور ممالک شرقیہ میں بھی اسکا استعمال اکثر نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مراکو میں چھتر کا استعمال خاندان سعدی نے شروع کیا تھا۔ گو ان سے پہلے گاہ بگاہ استعمال ہوتا تھا۔

سلطان کی سواری آہستہ آہستہ بڑھتی ہے خلقت کا ہجوم کثیر ہوتا ہے ہر موڑ پر مرد بلند آواز سے بزبان عربی دعا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا کو تادیر سلامت رکھے اور فتح اسکے نصیب کرے۔ اسیطرح چھتوں پر سے عورتوں کی آواز آتی ہے۔ پھر عرضیاں ڈالی جاتی ہیں جو ایک خاص افسر کی تحویل میں رکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ اہل مراکو کا وزرا[2] کی نسبت خواہ کیسا ہی خیال کیوں نہ ہو سلطان کے عدل و انصاف پر ان کو کلی اعتقاد ہے۔

جب کوئی شخص سلطان کی ملاقات کا شرف حاصل کر چکتا ہے تو سلطان کیطرف سے بھی تحائف دیئے جاتے ہیں اور یہ تحائف اکثر گھوڑے۔ تلوار اور زین کی قسم سے ہوتے ہیں۔ جب اشخاص ممالک غیر کو گھوڑے بخشے جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ ان کی راہداری کے واسطے درخواست کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ سوائے اسکے ان جانوروں کو بیرون حدود ملک لیجانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس وقت کی وجہ سے جو حصول

---

[1] ہندوستان کے بعض حصص میں مثلاً مرہٹوں اور فارس میں چھتر کا استعمال ہوتا ہے۔ برہما۔ جاوا۔ و ممالک ملحقہ میں تو یہ حال ہے کہ جسقدر چھتر کی تعداد زیادہ ہو اسی قدر بادشاہ کا مرتبہ و اقتدار زیادہ متصور ہوتا ہے اور یہ رسم زمانہ قدیم میں بھی رائج تھی کیونکہ نینوا اور مصر کے پتھروں پر اسکی تصویر نظر آتی ہے اور کسی زمانہ میں تمام عالم میں اسکا رواج تھا۔ کیونکہ یہ سائبان وغیرہ جو یورپ و مصر میں شاہی سواری وغیرہ کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں یہ اسی کی نقل ہے :-

[2] الاموں کہتا ہے کہ تمام برائیاں جو کسی ملک میں دیکھی جاتی ہیں وہاں عہدہ داروں کیطرف سے ہوتی ہیں۔ جانچ۔ بارو کتاب بائبل ان سپین میں تحریر کرتا ہے کہ سلطنت مراکش ردی ترین سلطنت ہے اور اس کے ساتھ خوش سلوکی سے تعلق قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انہوں نے اکثر بدنیتی ظاہر کی اور اکثر معاملات میں بدعہدی کی :-

راہداری میں پیش آتی ہے لوگ گھوڑون کو اسی جگہ فروخت کردیتے ہیں کیونکہ کبھی کبھی راہداری لینے میں اسقدر خرچ ہوجاتا ہے جو گھوڑی کی قیمت سے بڑھ جاتا ہے اور راہداری طنجہ میں جاکر حاصل کرنی پڑتی ہے۔

لشکرگاہ شاہی سفر میں شاہی قیام سب سے اونچی جگہ پر نصب کئے جاتے ہیں اور سب سے بڑے خیمہ کی درمیانی چوب پر ایک سنہری گولہ لٹکا ہوتا ہے گویا سلطانی خیمہ کا یہ نشان ہوتا ہے۔ شاہی قیامگاہ کے گرداگرد عورتون اور خواجہ سراؤن کے خیمے ہوتے ہیں جنکو صرف بربری[۵۱] قنات کے اندر تک ہی جانے کی اجازت ہوتی ہے اور اسی قسم کی خیمہ گاہیں دیگر افسران کی ہوتی ہیں جنکو معہ عیال و اطفال سفر کرنے کی اجازت حاصل ہوتی ہے جو ہیں ستورات روانہ ہوتی ہیں تو خیمے آگے بھیج دیئے جاتے ہیں تاکہ شام تک نصب کر دیئے جائیں۔ نزدیک ہی مسجد اور دربار کا خیمہ ہوتا ہے اور تھوڑی ہی فاصلہ پر وزرا و دیگر افسران کے خیمے ہوتے ہیں۔ جامعہ فوج (جسکے بغیر کبھی کوچ نہیں کیا جاتا) اور ان افسران کے قیامگاہون میں تھوڑی سی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے جہان بازار لگتا ہے۔ جو خیمے ... میں آتے ہیں ان کو توکیہ یا خزانہ کہتے ہیں پھر ان کی دو قسم ہوتی ہیں یعنے قبہ ... خرالذکر اکثر افسران کے کام آتے ہیں۔

ملازمان لشکری کل فوج کے لئے خیمے ہرگز کافی نہیں ہوتے۔ بہت سے لشکریون کو آسمان کے نیلگون شامیانہ کے نیچے سونا پڑتا ہے بعض ملازمان لشکری ایک عجیب قسم کے خیمون اور چھپرون میں رہتے ہیں۔ شاگرد پیشہ میں زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں جن کے سامنے بدصورتی بھی شرماتی ہے۔ چار پانچ عورتون میں ایک گدھا اور ایک خیمہ ہوتا ہے۔ پانی پکھالون میں جنکو وہ کہتے ہیں ڈالکرلے جاتے ہیں ایک گدھے پر دو پکھال ادھر اُدھر رکھی جاتی ہیں۔ بعض اوقات راویہ غلہ و دیگر اسباب کے واسطے بھی استعمال کیجاتی ہیں۔ اونٹ کے گوشت پر ان لوگون کا زیادہ تر گذارہ ہے۔ لشکرگاہ میں عجیب قسم کی بے ترتیبی ہوتی ہے۔ کوئی چیز کدھر کوئی کدھر پڑی ہوئی ہے البتہ وہ توپیں جو عرابہ میں رکھی ہوتی ہیں بطور قبلہ نما کام دیتی ہیں کیونکہ ان کا

[۵۱] کہتے ہیں کہ مولائی سلیمان کے سامان وغیرہ کی باربرداری کے واسطے تقریبًا دو سو قاطر درکار ہوتی تھیں۔ ... ۔

اُن کا منھ مکہ شریف کیطرف ہوتا ہے تاکہ نماز کی سمت معلوم رہے چونکہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی اچانک چھاپہ نہ مارے اس واسطے نصف نصف فوج باری باری نماز ادا کرتی ہے۔

موروثی سپاہی

اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرنا کہ فی الحقیقت مراکو کی فوج کی کتنی تعداد ہے بالکل بے فایدہ ہے البتہ فوج حرابہ جو یوروپین افسران کے زیر تعلیم ہے باقاعدہ فوج کے نام سے موسوم ہوسکتی ہے باقی فوج بالکل برائے نام ہے فوج بخارا کا بھی یہی حال ہے جسکو بھرتی کئے ہوئے دو صد سال گذر چکے ہیں یہ فوج سوڈان سے بھرتی کی گئی تھی اور مولائے اسمعیل نے جسکو خونخوار بھی کہتے ہیں دو سو سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے اسکو از سر نو آراستہ کیا تھا انکا نام جامع الصحیحہ سے مصنف لیا گیا ہے اور اس کتاب کی یہ لوگ از حد تعظیم کرتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں اس فوج کی طاقت اس حد تک ترقی کر گئی تھی کہ یہ بادشاہ گر بن گئی تھی جسکو چاہا تخت پر بٹھادیا جس کو چاہا معزول کردیا۔ گویا عزل ونصب سلاطین فوج بخارا کے ہاتھ میں تھا۔ اب یہہ فوج بعض قصبات کے قلاع میں بغرض حفاظت رکھی ہوئی ہے۔ اصل میں یہہ فوج بالجبر بھرتی کر لی گئی تھی اور یہ لوگ بطیب خاطر فوج میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ یہ لوگ جنکو شرعاً تو کوئی حق حاصل نہیں تھا کیونکہ ممالیک میں سے تھے اس لئے شاہی فرمان مصدرہ ۱۲۶۴ء کے رو سے انکو استحقاق جاگیر عطا کیا گیا۔ اس فوج کے سپاہی سوڈانی الاصل ہونے کی سبب غایت درجے کے سیاہ تھے مگر متواتر سفید رنگ کی عورتوں سے نکاح کرنے کے باعث اب ان کی اولاد کا رنگ بہت صاف ہوگیا ہے۔ اشراغہ یا شراردہ ان کے ہم وطن بھائی ہیں اور وہ اراضیات پر بطور گذارہ قابض ہیں۔ عیشی لوگ بھی موروثی سپاہی ہیں جنکی خدمات کے عوض میں سرکار کیطرف سے انکو اراضیات ملی ہوئی ہیں اور جب یہ لوگ نوکری پر ہوں تو انکو کچھ بھتہ دیا جاتا ہے۔ جسکو وہاں کی اصطلاح میں راتب کہتے ہیں۔ راتب کی مقدار انکے فرایض و مالیت اراضیات مقبوضہ کے مطابق ہوتی ہے البتہ مغرب میں ایک رعایت دی گئی ہے جسکو بہت غنیمت خیال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب ہر قسم کے محصول سے بری ہے۔ ان ہی اقوام میں سے پولیس بھی رکھی جاتی ہے پولیس کو علاوہ اس مقررہ راتب کے جسکو محض برائے نام

ہی کہنا چاہیئے ان اشخاص کو بھی کچھ آمدنی ہوتی ہے جنکو وقتاً فوقتاً ان کی خدمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ پولیس کے سر پر ایک لمبی نوکدار ٹوپی ہوتی ہے۔ فوج نجاریہ اور ان سپاہیوں کو جن کے متعلق شاہی محل کی خدمات ہیں پارچات سرکار کیطرف سے ملتے ہیں اکثر ان ہی جنگی اقوام میں سے بڑے بڑے انتظامی عہدے بھی پر کئے جاتے ہیں یہ ساری اقوام سوار سپاہ ہیں اور باستثنائے فوج نجاریہ گھوڑے و ہتھیار اپنی گرہ سے بہم پہنچاتے ہیں۔

پیادہ فوج

یہاں کی پیادہ فوج کچھ قابل ذکر نہیں ہے اور سوائے اس فوج کو جو زیر تعلیم یورپین افسران ہے باقی اسقدر ابتر ہے کہ اسکی اصلاح غیر ممکن ہے یہ فوج مراکو میں اسکاریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ فوج اول اول ۱۸۴۵ء میں بھرتی کیگئی تھی جب اہل مراکو کو فرانسیسیوں نے شکست دی تھی۔ جسوقت لیوی یعنی فوج مرتب کھڑی کرنی ہوتی ہے تو صرف ان اشخاص کو مجبور کیا جاتا ہے جو نہ ہی اس خدمت کے معاوضہ میں روپیہ ادا کر سکیں اور نہ اپنے قائممقام بہم پہنچا سکیں جو لوگ فوج میں داخل ہو جائیں تو پھر بھی انکو واپس جانے کی جب تک انکی خدمات کی ضرورت ہو اجازت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی جگہ کوئی لڑکا یا آدمی کھڑا کر جائیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ فوج مراکو ایک عجیب قسم کی کھچڑی ہوتی ہے اور اس شعار سے وہ فوراً شناخت ہو سکتی ہے سپاہ کی وردی جنکی قطع حال ہی میں ایجاد کیگئی ہے یہ ہے نیچے کھلا پاجامہ ہوتا ہے اور لنگی اوپر ایک قبا جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے اسکا کپڑا نہایت ردی اور رنگ کچا ہوتا ہے بارش میں قدرت کی لہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ سر پر ایک ویسی ہی سیدھی ترکی ٹوپی ہوتی ہے جو آسٹریا میں بنتی ہے۔ قاعدہ کی سپہ سالار کا امتیازی نشان جو یہاں رائج ہے قرآن حمید کا سنہری بکس زرخلاف ہوتا ہے یا کوئی اور نشان جو وہ حسب پسند خود بطور زینت اختیار کرلے۔ جو افسر یورپین قواعد سکھاتے ہیں انہوں نے اپنے واسطے ایک نہایت شاندار لباس تجویز کر لیا ہے ان افسروں کو وہاں حراب کہتے ہیں لیکن فرانسیسی افسر الجیریا کی وردی استعمال کرتے ہیں۔ دیسی افسر عرض لشکر وغیرہ کی مواقع پر نہایت زرق برق لباس پہنتے ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں انکی کچھ وقعت نہیں ہے ہر عہدہ دار کو بلحاظ حیثیت جب سرکاری کام پر ہو خوراک یا تنخواہ ملتی ہے یا اسکا

معاوضہ ملتا ہے مثلاً ہر پیادہ سپاہی کو روزانہ تقریباً دو آنہ۔ سوار کو تقریباً تین آنہ۔ اور کمانڈنگ افسر تقریباً بارہ آنہ۔ اکثر اسلحہ وغیرہ تصفیہ حساب کیلئے فروخت کئے جاتے ہیں۔ اس ملک میں ہتھیاروں کی عجیب حالت ہے کسی کے پاس تو وہی پرانا دقیانوسی نمونہ ہے کسی کے پاس یورپ کے نئے نمونہ کی بندوق رایفل ہے۔ حال ہیں گورنمنٹ مراکو نے بہت سے ہتھیار ممالک یورپ سے خرید کئے ہیں اور اکثر دیگر طاقتوں کیجانب سے تحفتہً بھی بہت سی مقدار مراکو میں پہنچی ہے۔ اس قسم کا تحفہ مراکو میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ جرابہ فوج کے پاس بندوق مارٹینی ہنری ہے۔ اب فاس میں بھی ہتھیار بننے شروع ہو گئے ہیں دیسی تلواروں کے بجائے یورپ کے نمونہ کی تلواریں استعمال میں آ ئی جاتی ہیں۔ لیکن وہ چھوٹے خمدار خنجر اب تک بکثرت مستعمل ہیں البتہ انکے پھل اب جرمنی بنتے ہیں۔

توپخانہ توپخانہ کی حالت بالکل ردّی ہے۔ اگرچہ یوروپین افسر فوج کی توجہ اسطرف مبذول کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ توپیں کبھی صاف نہیں کیجاتیں بلکہ سنا جاتا ہے کہ جو تیل توپوں کی صفائی کیلئے دیا جاتا ہے وہ سپاہیوں کی خوراک کا حصہ بنجاتا ہے۔ ان سپاہیوں میں ہر کام سیکھنے کا مادہ تو موجود ہے۔ مگر کچھ حالات ایسے ہیں کہ ترقی تقریباً مسدود ہے۔ ایک فرانسیسی افسر نے ایک فوج سیپرس اینڈ مائنرس کی قایم کی تھی مگر سوائے افسوس کے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ مراکو سے بہت سے طالب علم جبل الطارق وغیرہ مقامات اور امریکہ میں فن اسلحہ سازی وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے بھیجے گئے اور تعلیم کے زمانہ میں وہ نہایت ہوشیار اور ذہین طلبا ثابت رہے لیکن مراکو میں واپس پہنچکر ان کی قابلیت اسی پرانے طریق میں ضائع ہو گئی۔

جنگی باجا فوج مراکو میں دیگر ممالک کا باجا بھی مہیا کیا گیا ہے اور استاد بھی غیر ممالک کے ملازم رکھے گئے ہیں۔ گو ان استادوں نے چند قسم کے راگ باجا نوازوں کو سکھائے ہیں لیکن یورپ کے لوگ تو کچھ پسند نہیں کرتے۔ میں نے خود انکو سلطان عوش آشیانی کے محل کے پاس باجا بجاتے سنا ہے۔ وہ یہی گاتے تھے "ہم صبح تک گھر نہیں جائیں گے" ہر ایک فوج میں چند اور شہنائی دہل رکھے ہوئے ہیں۔ فوج کو قواعد زبان انگریزی یا فرانسیسی جو زبان قواعد آموز افسر کی ہو سکھائی جاتی ہے

مراکو کی افواج جن کے نام صوبون یا ان کے افسرون کے نام پر رکھے جاتے ہیں مختلف تعداد کی ہوتی ہیں فوج میں یہ عہدے ہوتے ہیں مقدم (سارجنٹ)، رئیس (کپتان)۔ قائد المیا قائد الرحا (کرنیل) ان افسرون کا ایک نائب ہوتا ہے۔ تمام اشخاص از قسم ذکور پر جو ایسے قابل ہون کہ ہتھیار اٹھا سکیں جنگی خدمت لازم ہوتی ہے۔ اہل مراکو کی جرات اور جوش اس قسم کا ہے کہ ان کا فتح کرنا محال ہے۔ مگر آخر کار ان کی بددیانتی اور بوالہواسی کام بگاڑ دیتی ہے۔

باب یازدہم (۱۱)

موجودہ انتظام

جنگی مہمات مراکو میں امور ملکی کا انصرام بااہر دورہ میں اس حد تک کیا جاتا ہے کہ محکمہ دیوانی کو جنگی سے امتیاز کرنا ناممکن ہے ایک نہ ایک صوبہ بوجہ محصول کی زیادتی یا عاملون کی تعدی کے باعث باغی ہی رہتا ہے اور ان باغیون کی سرکوبی تدریج کیجاتی ہے۔ کیونکہ مراکو میں اس امر کی احتیاط رکھی جاتی ہے کہ کسی جرنیل کی جنگی طاقت بہت زیادہ نہ بڑھ جائے اور ان تمام افواج کا سپہ سالار اعظم سلطان ہی سمجھا جاتا ہے۔ تقریباً ہر سال موسم برسات کے بعد ہر علاقہ کے گورنر سے فوج و سامان جمع کرکے کوچ کر دیا جاتا ہے۔ اصلی منزل مقصود سر غامض کیطرح کسی کو بھی بتائی نہیں جاتی۔ نہایت ٹیڑھا رستہ اختیار کیا جاتا ہے اور اثنائے راہ میں بھی حسب ضرورت وقت بعض اضلاع کی گوشمالی کیجاتی ہے۔ اس قسم کے حملے اکثر دفعہ تو محض تحصیل محصولات کی غرض سے اختیار کیے جاتے ہیں۔ لیکن ان حملون میں ملک کی ستیاناس ہو جاتی ہے۔ نہایت ٹیڑھا رستہ اختیار کیا جاتا ہے اور اثنائے راہ میں حسب ضرورت وقت بعض اضلاع کی گوشمالی کیجاتی ہے۔ اس قسم کے حملے اکثر دفعہ تو محض تحصیل محصولات کی غرض سے اختیار کیے جاتے ہیں لیکن ان حملون میں ملک کی ستیاناس ہو جاتی ہے جس جس علاقہ میں یہ ٹڈی دل لشکر کا گذر ہوتا ہے۔ وہان تمام فصل روندی جاتی ہیں یا مویشی نگل جاتے ہیں انبار غلہ لوٹے جاتے ہیں۔ عورتون کی بیحرمتی کیجاتی ہے۔ بچون کو نہایت بیرحمی سے ستایا جاتا ہے

اور غریب رعایا کے مکانات کو جلا کر ان کو بے خانمان کیا جاتا ہے۔ مرد بیچارے تو تاب مقاومت نہیں رکھتے۔ پناہ کی جگہوں میں یعنے معبدوں یا خانقاہوں میں جا گھستے ہیں۔ مظلوم عورتیں سلطان سے رحم کی درخواست کرتی ہیں لشکرگاہ میں توپخانہ اور چند چیزیں جائے پناہ تصور کیجاتی ہیں رعایا کیطرف سے چند آدمی بطور وفد لشکر میں توپوں پر ہاتھ رکھدیتے ہیں جس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ لوگ امان کے خواستگار ہیں بعد ازاں شرائط صلح طے ہوتی ہیں۔ محصول معہ جرمانہ ادا کیا جاتا ہے و سلطان سابق گورنر کو علیحدہ کر کے نیا گورنر مقرر کردیتا ہے۔ ان اغراض کیواسطے جو لڑائیاں واقع ہوتی ہیں انکو جنگ کے لفظ سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ شاہی رسالہ کا ایک دستہ آگے رہتا ہے اور فوج باغی کے قریب جاکر بندوقیں چلاتا اور پھر بندوقیں بھرنے اور دم لینے کے لئے واپس آجاتا ہے۔ در اصل مراکو میں کوئی رسالہ نہیں ہے۔ جب ممکن ہو بندوقیں چھوڑ کر تلوار اور خنجر کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو فوراً امان بخشی ہو جاتی ہے۔

اگرچہ رعایا کے پاس یورپ اور امریکہ کی ساخت کی نہایت اعلیٰ قسم کی رائفل موجود ہیں مگر ان کے پاس کوئی توپ نہیں ہے اور چونکہ سلطان کے ہمراہ توپخانہ ہوتا ہے اس واسطے شاہی طاقت ان اقوام کی طاقت سے ہمیشہ بہت بڑھی رہتی ہے توپخانہ کے افسر ہمیشہ اہل یورپ میں سے ہوتے ہیں کبھی کبھی باغی اقوام نے ڈائنامیٹ بھی قلاع اقلیمی کے محاصرے میں استعمال کی ہیں۔

تحصیل مالگذاری

محصول کی در اصل کوئی شرح مقرر نہیں ہے جو کچھ ظالم محصلان کے نزدیک ٹھیک معلوم ہوا وصول کر لیا اور جو شرح مقرر ہے اسکے مطابق کبھی عملدرآمد نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ عبدالمومن کے عہد میں تشخیص کیگئی تھی مگر موجودہ طریق بالکل فضول ہے۔ مطالبہ اراضی کی پیداوار کے برابر ہی ہوتا ہے ہر ایک عامل اسقدر وصول کرتا ہے جسقدر اس سے ہو سکے اور ساتھ ہی اپنی محنت اور وقت کی قیمت بھی وصول کرتا ہے۔ تاکہ دوسری دفعہ بھی تحصیل مالگذاری کی اسی تحریص ہو کوئی شخص بھی فی الفور ادائیگی کرنی نہیں چاہتا۔ تمام لوگ یہی عذر کرتے ہیں کہ وہ غریب نادار ہیں بعض قید کو ترجیح دیتے ہیں اور اکثر لوگ اسواسطے ادائیگی میں پیشقدمی نہیں کرتے

کہ وہ کیون بُری مثال قایم کرین. ہر ایک شخص جو اپنے لئے کسی قسم کی پناہ نہین دیکھتا اپنی دولت زمین میں مدفون کر دیتا ہے یا کہین ادھر ادھر چھپا دیتا ہے. پس جب سرکاری عمال نازل ہوتے ہین تو اگرچہ مکان کو مسمار تو نہیں کرتے مگر روپیہ کی تلاش میں تاخت وتاراج کر دیا جاتا ہے۔ جایداد مساجد۔ خانقاہ و دیگر مذہبی مقامات کی بابت کوئی محصول نہیں لیا جاتا۔ نہ ہی غیر ممالک کے باشندے جو وہان پناہ گزین ہیں کچھ ادا کرتے ہیں۔ ایسے پناہ گزین اشخاص سے بذریعہ عہد و پیمان کچھ وصول کیا جاتا ہے۔ بعض اقوام سوار مہیا کرتی ہیں مثلاً کئی گھر ملکر ایک سوار بہم پہنچاتے ہیں بعض یون کرتی ہیں کہ جو سرکاری گھوڑے ان کے علاقہ میں مرجائیں وہ ان کے عوض میں گھوڑے دیتی ہیں اور علاوہ اس کے سارے سرکاری عملہ اور مہمانون کو جو اسطرف سے ہو کر گذرین کھانا دیتی ہیں جو افسر سلطان کے سایہ عاطفت میں آنا چاہتے ہیں۔ بالخصوص ایسے افسر جو پہلے کسی باعث سے زیر عتاب ہون وہ جب سلطان ان کے علاقہ میں سے گذرتا ہے بیش بہا تحایف لیکر جا پیش کرتے ہیں۔ چند سال کا عرصہ ہوا ہے کہ قایدعندرفی نے ایک سو حبشی مرد۔ ایک سو حبشی عورت۔ ایک سو گھوڑا۔ ایک سو گائے اور ایک سو شتر اور دو اپنی لڑکیاں نذر کیں تہیں۔ ٹامسن لکھتا ہے کہ ایک مفتوح قوم نے بیس عورتیں سلطان کی خدمت میں پیش کیں جن کے بال ایک دوسری کے بالون کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ ساتھ ان کے چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے جنکے ہاتھون میں لوہے تھیں اور ہر ایک عورت کے منھ میں ایک ایک چاقو تھا اور چند مرد بھی تھے جنکے سرون پر قرآن شریف [1]

[1] تھے کا بیان ہے کہ ایک خوبصورت لڑکی کا گلا سلطان کے خیمہ کے قریب ۱۸۹۳ء میں کاٹا گیا تھا لیکن اسکی غلطی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ اس نے گھوڑون کی قربانی کے متعلق تحریر کیا ہے۔ مگر اس بارہ میں ہمارا ایک اور دوست بڑے وثوق سے کہتا ہے:-

یہ بالکل درستی پر ہے اقوام بربری آج تک گلے کاٹ کر انسانی قربانی کرتے ہیں۔ چنانچہ چند سال کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کی پناہ میں آنے کے لئے اپنی لڑکی قربانی کی۔ کیونکہ وہ ایک یہودی کا مقروض جو اسکو گرفتار کرانا چاہتا تھا اور بھی ایسی کئی مثالیں ہیں ہمارا خاص ملازم یقین دلا کر کہتا ہے کہ تین عورتیں ایک ہی دفعہ بیس سال ہوئے ذبح کی گئی تھیں:

رکھے ہوئی تھے۔ اس قسم کے نذرانے جو حسب خواہش خود دیئے جاتے ہیں بعض اوقات بڑے مالیت کے ہوتے ہیں۔ بموجب قاعدہ ہر ایک ضیافت میں قاید کا بذاتِ خود حاضر ہونا یا اپنا نائب معہ تحفہ تحایف بھیجنا ضروری ہوتا ہے۔

اگر کوئی گورنر کچھ عرصہ حاضری سے قاصر رہے تو اسکو طلب کیا جاتا ہے اور اگر وہ مطالبہ وزرا وغیرہ کو پورا پورا ادا کرے تو فبہا ورنہ اسکو قیدخانہ میں بھیجا جاتا ہے اور اسکا مکان دفینہ کی جستجو میں منہدم کیا جاتا ہے۔ یا چاء وغیرہ میں اسکو سنکھیا یا کوئی ایسی زہریلی شئے کھلائی پلائی جاتی جو آہستہ آہستہ اسکا کام تمام کرے۔ ہر ایک ضیافت کے موقعہ پر بعض کو اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ بس ان کی میعاد اس دن تک ہی تھی اس واسطے وہ اپنے وقت میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھتے۔[۵۲]

دولتمند اشخاص کے قابو کرنے کے واسطے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کیا جاتا ہے۔ یا کوئی الزام خواہ مخواہ ان پر تھوپا جاتا ہے اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ روپیہ حاصل کرنیکے لالچ سے انکو طرح طرح کے شکنجہ عذاب میں دیا جاتا ہے اس خوف کے مارے ہر ایک شخص کچھ دے دلا کر دربار کے کسی اعلیٰ عہدہ دار کی پناہ حاصل کرتا ہے یا کسی غیر ملک کے سوداگر کے سایہ پناہ میں آجاتا ہے۔ کیونکہ ان سوداگروں کے کارندار بذریعہ عہد و پیمان اس قسم کے ناواجب

[۵۱] پرکوارٹ کہتا ہے کہ محمد ہفتم کے عہد میں رباطیوں نے قاید کو قتل کر کے اسکے چار حصے کئے اور گوشت قصابوں کے حوالہ کیا کہ وہ شہر میں اسکو فروخت کریں۔ قیمت مقرر کی گئی تھی اور خریدار کہتے تھے کہ گران ہے اس سے ارزاں دو۔ سلطان نے انکی سرکوبی کے واسطے کوچ کیا مگر آپس میں صلح ہو گئی۔ بعد ازاں جب کبھی وہ قاید ناپسند کرتے تھے تو سلطان کے حضور میں درخواست کرتے انکی درخواست منظور کیجاتی اور نیا گورنر مقرر کیا جاتا۔ ایسی درخواستیں شاذ و نادر ہی معرض قبول میں آتی ہیں اور اکثر اس قسم کے سایلوں کو سخت انتقام دینا پڑتا ہے۔

[۵۲] عمال بے حساب روپیہ ظلم و ستم کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور وزرا کی نظر بھی انکی طرف ہوتی ہے جو کچھ وہ رعایا سے جبر سے حاصل کرتے ہیں انکی مقررہ تنخواہ نوہں کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی جب سلطان مرحوم کو بیماری سے صحت ہوئی تو ایک سو چھبیس پونڈ وصول کئے گئے جن میں سے صرف تیس پونڈ شاہی خزانہ میں داخل ہوئے۔ ایسے چندے وصول کرنے میں رعایا کو انواع اقسام کی ایذائیں دی جاتی ہیں۔

مطالبات سے محفوظ ہوتے ہیں۔

محصولات علاوہ متذکرہ بالا محصول کے اور کئی قسم کے محصول وصول کئے جاتے ہیں۔ یہودی لوگ مسلمانوں کے ملک میں رہائش رکھنے کے عوض میں ایک قسم کا محصول ادا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہیں۔ واقعات مذکورہ بالا سے یہ امر صاف نا ممکن معلوم ہوتا ہے کہ مراکش کی مالی حالت کا اندازہ لگایا جائے کبھی ایک صوبہ دوسرے صوبہ اور دوسرے کا تیسرے میں منتقل ہوتا ہی رہتا ہے۔

مقامی افسران مقامی افسران جن کے سپرد انتظام ملک ہے کچھ تعداد میں زیادہ نہیں ہیں شہر میں ایک قاید ہوتا ہے اور اسکے ماتحت ایک اسکا نائب۔ جب کوئی شخص قاید مقرر کیا جاتا ہے تو اسکو ایک مراسلہ عطا ہوتا ہے جو قصبات کی مساجد میں اور مفصلات میں لوگوں کے مجمع میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ قاید کی کچہری صبح چھ بجے سے دس بجے تک اور تین سے چھ بجے تک کھلی رہتی ہے اور جمعہ کے نصف روز یعنی ۹ بجے سے تین بجے تک تعطیل ہوتی ہے۔ محصلان محصول کو امنا کہتے ہیں۔ ہر قصبہ میں ایک محتسب ہوتا ہے جو خوراک وغیرہ کی اجناس کی قیمت مقرر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اوزان و پیمانے جن کے ذریعے خرید و فروخت کا مال تولا اور ناپا جاتا ہے ٹھیک ہیں یا نہیں۔ مساجد ایک اہلکار کے اہتمام میں ہوتی ہیں۔ دیہات کا انتظام مشایخ کرتے ہیں۔ شہر کے ہر محلہ میں ایک مقدم ہوتا ہے۔ اگر کسی مقام میں سرقہ بالجبر یا کوئی نقصان وقوع میں آئے تو ہمسایہ لوگ جوابدہ خیال کئے جاتے ہیں۔ سب سے بعد چوکیدار ہوتے ہیں جو وہاں عسس کے نام سے مشہور ہیں گذشتہ ہفتہ کا ذکر ہے کہ ایک دوکاندار نے صبح اپنی دوکان حسب معمول کھولی وہ نہایت حیران و پریشان ہوا۔ کہ اسکا سارا مال و اسباب لوٹا ہوا ہے۔ کوئی چیز بھی باقی دوکان میں نہیں چھوڑی گئی البتہ ایک چھڑی دوکان میں رکھی تھی مگر یہ چھڑی پہلے بھی کئی دفعہ دوکاندار نے دیکھی تھی اور اکثر لوگ پہچانتے تھے کہ یہ میر عسس کی چھڑی ہے۔ پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع کیگئی اس نے فوراً سپاہی بھیجکر ملزم کو گرفتار کیا۔ آخر ملزم نے جرم سے اقبال کیا اور قید کیا گیا۔ اس قسم کی واردات اکثر وقوع میں آتی رہتی ہیں گویا پولیس قابل اصلاح ہے۔

مراکو میں چند ملازمین ایسے بھی ہیں جن کی نسبت باطمینان کہا جاتا ہے کہ وہ قابل اعتبار ہیں یہ اس قسم کے لوگ ہیں جنکا تجربہ بوجہ اپنے کاروبار کے بہت وسیع ہے اور جنکو بوجہ میل جول کے اہل یورپ سے کم تعصب باقی رہ گیا ہے۔ اکثر مراکو میں ایسے اشخاص منتخب کئے جاتے ہیں جو نیک مشہور ہوں اور ہر بندرگاہ پر چند آدمی بغرض انتظام محصول مقرر ہیں مکناس وغیرہ قصبات کے لوگ زیادہ متعصب ہوتے ہیں۔ محکمہ محصول کا انتظام جین کے انتظام کا تتبع معلوم ہوتا ہے اور اطمینان بخش ہے۔ اس محکمہ میں چند سال ہوئے ایک نہایت مہذب شخص طنجہ میں بطور کمشنر امور خارجیہ کام کرتا رہا اسکا نام حاجی محمد تھا اگرچہ اسکا اسقدر عہدہ جلیل تھا لیکن وہ ایک غریب تھا اور اسکا ایک بیٹا موچی کی دوکان کرتا تھا اور دوسرا بھی ایک معمولی دوکاندار تھا۔

اخلاقی حالت گورنران

باستثنائے ان چند عہدہ داروں کے جنکا ذکر اوپر کیا گیا باقی کی حالت ناگفتہ بہ ہے عہدے اکثر موروثی ہوتے ہیں اور موروثی عہدہ دار محکمہ جنگی سے منتخب کئے جاتے ہیں یہ عہدہ دار بدرہم و پابند حرص و ہوا ہوتے ہیں نیز وہ اشخاص جو روپیہ مذہب کی آڑ میں کماتے ہیں سخت متعصب ہوتے ہیں ایسے ایسے عمال تمام ملک کے واسطے باعث بدنامی ہوتے ہیں عوام الناس اور ان عمال کی حالت میں فرق بین ہے۔ بہرکیف اس ملک کے لوگوں کے اخلاق کچھ ایسے گرے ہوئے ہیں کہ جب انکو موقعہ ملے تو اس سے ناجایز فایدہ اٹھانے میں کمی نہیں کرتے۔

خیمہ گاہ گورنران

دارالعدالت

گورنر یا اسکا نایب اپنے مکان یا شہر کے دروازے کے قریب کچہری کرتے ہیں۔ اگر مقدمہ میں کامیابی مطلوب ہو تو حاکم کی خدمت میں خالی ہاتھ حاضر نہیں ہونا چاہئے۔ بالعموم تو قند۔ موم کی بتیاں اور چاء وغیرہ نذرانہ کی اشیا ہیں۔ لیکن ایک اہم معاملہ میں اپنے حق میں فیصلہ لینے کے واسطے عادل حاکم کو پوشیدہ نقدی کا نذرانہ پیش کرنا ضروری ہے۔

مراکو میں سمن جاری نہیں ہوتے ہیں مدعی گواہوں کے روبرو مدعا علیہ کو کہہ دیتا ہے کہ فلاں تاریخ فلاں عدالت میں حاضر ہو جاؤ۔ یا اسے محکمہ پولیس سے درخواست کرنی پڑتی

ہے کہ فریق مخالف کو حاضر کیا جائے اور حاضری کا انتظام بلا تکلف کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی ذی رتبہ شخص ہو تو ایسی کارروائی کرانے میں اندیشہ انتقام بھی ہوتا ہے بعض اوقات دولتمند شخص اپنے غریب دشمن سے انتقام لینے کی غرض سے حکام کے ساتھ سازش کر کے اسکو تکلیف پہنچاتا ہے لیکن بسا اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اگر وہ غریب آدمی اس سے زیادہ رقم کا انتظام کر سکے - اگر فریقین کے بیان آپس میں متناقض ہوں تو قسم پر حصر کیا جاتا ہے قسم کا دستور عام مروج ہے بالعموم اہل مراکو کی قسموں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہاں جو قسم قرآن مجید پر اٹھائی جاتی ہے وہ قابل اعتبار ہے -

قاضی ایک دینی حاکم ہوتا ہے اور تمام دیوانی مقدمات کی وہ سماعت اور بموجب شریعت فیصلہ کرتا ہے اس ملک میں دیوانی اور فوجداری مقدمہ میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے - شاید اسقدر تحریر کرنا کافی ہوگا کہ جو مقدمات خلاف عامہ کے امن وغیرہ سے متعلق ہوں ان کی سماعت قائد کرتا ہے - مثلاً لڑائی - فساد - چوری - نقب - سرقہ بالجبر وغیرہ - ان مقدمات میں دو قسم کی سزا دیجاتی ہے یعنی قید یا مار پیٹ - قیدی کو جولان وغیرہ کبھی پہنائے جاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنائے جاتے - قید کسی خاص میعاد کے لئے نہیں ہوتی - نہ حاکم سزا دہندہ اپنے حکم میں کوئی میعاد مقرر کرتا ہے - قائد یا اسکے نائب یا خلیفہ کے جملہ احکام زبانی ہوتے ہیں جو تحریر میں نہیں لائے جاتے اور جونہی احکام صادر ہوتے ہیں فی الفور ان کی تعمیل کیجاتی ہے - ایسے جرائم میں جنکی سزا موت ہو مثلاً قتل عمد - سرقہ بالجبر - لڑائی وغیرہ گواہان کے اظہارات قلمبند کر کے اور ان سے دستخط کرا کر سلطان کے حضور میں ابلاغ کئے جاتے ہیں - سلطان بعد ملاحظہ کاغذات واپس قاضی کے پاس بغرض تصفیہ بھیجدیتا ہے اور قاضی بعد از ان تعمیل احکام کے واسطے پاشا کی پاس روانہ کرتا ہے - خواہ ملزم کے سر یا کوئی دیگر عضو مثلاً ہاتھ کان وغیرہ کاٹنے کا حکم ہی کیوں نہ ہو -

کارروائی ضابطہ قاضی کی عدالت میں وکلا وغیرہ بھی مقدمات کی پیروی کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں دستاویزات معمولی افسران جو اس غرض کے واسطے مقرر ہوتے ہیں اور جنکے دستخط پہچانے ہوئے ہیں تحریر کرتے ہیں مگر جب دستاویزات کسی دوسرے مقام میں استعمال ہونی ہوں تو ضرور ہے کہ مقامی قاضی ان کی تصدیق کرے -

ان عدالتوں[۵۱] میں عدل وانصاف کی کافی امید ہوسکتی ہے بلحاظ مالیت مقدمہ قاضی ایک رقم وصول کرتا ہے اور علاوہ بریں دستاویزات پر دستخط کرنے کے واسطے فیس ملتی ہے۔ قاضی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر نکاح کی تصدیق کرے۔ قاضی کے جملہ فیصلجات ہمیشہ تحریری ہوتے ہیں۔ اس کے نائب افسر جنکو وہاں آعوان کہتے ہیں اس امر کے مجاز ہیں کہ جب کسی کو ان کا افسر مجرم قرار دے اسکو گرفتار کرکے قیدخانہ میں لے جائیں ان افسران کی کوئی خاص پوشش مخزنیہ (پولیس) کی طرح نہیں ہوتی۔ بالعموم اگر قاضی کسی شخص کو قیدخانہ میں روانہ کرے تو اسکی یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ تین روز قیدخانہ میں رہیگا۔ اور اگر اس سے زیادہ عرصہ تک قید رکھنا مقصود ہو تو بعد میں ایک حکم نافذ کیا جاتا ہے جس میں میعاد قید مقرر کیجاتی ہے۔ مگر قیدی کو جولان پہنانا قاضی کے اختیار میں نہیں ہے۔ عام طور پر کوئی معتبر اہلکار یا کوئی رعایا میں سے بارسوخ آدمی جس غریب شخص کو چاہے قیدخانہ میں مقید کرسکتا ہے گویا ایسے بے بس آدمی کی قید کے واسطے کسی دیگر مجاز حاکم کا حکم ضروری نہیں ہے۔

عدالت قاضی

تین روز کے بعد قیدی کو اختیار ہے کہ ایک وکیل بغرض دادخواہی بعدالت قاضی بھیجے اگر قاضی اس کے مقدمہ میں انصاف نہ کرے تو سلطان کے پاس وہ مرافعہ کرسکتا ہے قیدی کو اختیار ہے کہ کسی شخص کو عدالت میں مقرر کرکے بھیجدے۔ عدالت پہلے اور دوسرے وکیل کو اس وجہ پر نامنظور کرسکتی ہے کہ وہ مجاز نہیں ہے مگر تیسرا وکیل منظور کرنا پڑتا ہے۔ عدالت اسوقت تک اس بارہ میں اعتراض کرسکتی ہے جب تک مقدمہ میں کاروائی شروع نہ ہوجائے۔ الا جب ایک دفعہ کاروائی شروع ہوجائے تو وہ وکیل کو تبدیل نہیں کرسکتی۔ قاضی کی عدالت صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک اور بعد ازاں تین سے چھ بجے تک کھلی رہتی ہے۔ جب تک کوئی کافی وجہ نہ ہو قاضی کو مقدمات بذات خود فیصلہ کرنے ہوتے ہیں ہاں جب وہ بیمار ہو یا موجود نہ ہو تو اسکا خلیفہ مقدمات کی سماعت کرتا ہے۔ اگرچہ برائے نام یہ دستور ہے کہ ہر ایک شخص سلطان کے حضور میں جملہ حکام ماتحت کے

[۵۱] منقول ہے کہ ۱۸۵۵ء قاضی مراکش کی نسبت غلط فیصلہ صادر کرنے کا الزام دیا گیا چنانچہ سلطان نے ایک فاضل شریف اور چند وکلا اسکی عدالت میں بھیجدیئے جنکے مشورہ سے قاضی فیصلہ صادر کرتا تھا۔ ایک فیصلہ میں شریف نے قاضی کی غلطی ظاہر کی جس پر سلطان نے شریف کے ساتھ اتفاق کیا اور قاضی کو موقوف کردیا۔

فیصلجات کے برخلاف مرافعہ کر سکتا ہے۔ مگر درحقیقت اس سے کوئی فایدہ مترتب نہیں ہو اول تو ایک غریب آدمی کے واسطے سلطان کے پاس پہونچنا ہی سخت مشکل ہے اور اگر وہ جمعہ کے روز جب سلطان مسجد میں بغرض نماز جاتا ہے پیش ہو بھی جائے تو گو سلطان ٹھیر جاتا ہے اور اپنی زبان مبارک سے اس معاملہ میں انصاف کی امید دلاتا ہے لیکن عاقبت الامر کوئی بہتر نتیجہ نہیں نکلتا اور سایل کی ساری کوشش رایگان جاتی ہے۔

تجویز مقدمات قاضیوں کی عدالتوں میں عجیب قسم کا نظارہ دکھائی دیتا ہے ایک شخص تکیہ لگائے ہوئے بڑے طمطراق سے بیٹھا ہوا ہے اور اسکے گرد جوشیلے مقدمہ باز جمع ہیں۔ غوغا پڑا ہوا ہے۔ کوئی ایک دوسرے کی سنتا نہیں۔ ہر ایک جو دل میں آتا ہے کہے جاتا ہے۔ قسمیں اٹھائی جارہی ہیں۔ گالی گلوچ ہو رہی ہے۔ یہان تک کہ جب حاکم بول رہا ہو تو اسوقت بھی لوگ خاموشی اختیار نہیں کرتے۔ کوئی ضابطہ یا قاعدہ مقررہ نہیں ہے۔ اکثر مجرمان کو شلاق کیا جاتا ہے یا برہنہ پشت پر تازیانہ لگائے جاتے ہیں یا پاؤن کے تلوؤن پر۔ بعض اوقات عورتون کو بھی سزائے تازیانہ دیجاتی ہے۔ شلاق یا تازیانہ کی سزا مدفون خزانہ کا پتہ لینے کے واسطے یا بغرض حصول روپیہ دی جاتی ہے۔

قیدخانہ میں جسکی حالت ناگفتہ بہ ہے کسی کے شکنجہ میں کسی کی کلائی میں کسی کی گردن میں ایک بھاری طوق پڑا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ قیدی سفر میں ہون تو ایک بڑی بھاری لمبی زنجیر سب کی گردنون میں ڈالی جاتی ہے اور جب کوئی قیدی رستہ میں سخت بیمار ہو جائے یا مرجائے تو اسکا سر کاٹ دیا جاتا ہے اور باقی حصہ وجود اسی زنجیر میں لگا رہتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچکر یہ دکھانا ہوتا ہے کہ یہ قیدی بھاگا نہیں ہے قیدیون یا باغیون کے سر جنمیں[حاشیہ ۱] کاٹے جاتے ہیں ان کو یہودی اٹھاتے ہیں اور اگر جہان سرون کو بھیجنا ہے وہ مقام زیادہ فاصلہ پر ہو تو بحفاظت رکھے جاتے ہیں جیسا کہ ابتدائی زمانہ میں انگلستان میں کیا جاتا تھا۔ قصبات میں عورتون کے واسطے علیحدہ قیدخانہ ہے۔

حاشیہ ۱ یہودی موچیون کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ ایسے سرون کو شہرون کے دروازون پر لٹکا دیں ؛؛

اور کئی قسم کی دردناک سزائیں دیجاتی ہیں۔ مثلاً فاقہ دینا۔ ہاتھ یا کان کاٹ دینا آنکھ نکال دینا۔ مجرم کو گدھے پر سوار کرکے شلق کرتے ہوئے شہر کے گرد اگرد پھرانا ایسے سوار کا منھ گدھے کی دم کیطرف کیا جاتا ہے یا ہاتھوں میں نمک دیا جاتا ہے اور ہاتھ بند کرکے مجرم خام سے باندھ دیا جاتا ہے اور اسی حالت میں رہنے دیا جاتا ہے جبتک ناخن بڑھکر تلی میں نہ گھس جائیں۔ اور بھی کئی قسم کے عذاب پہلے دیئے جاتے تھے۔ لیکن اب متروک ہیں۔ مگر اثنائے مہم میں بڑی بڑی سختیاں سرزد ہوتی ہیں اور کئی جانیں یونہی تلف کیجاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اب سزائے قتل سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ مولائے الحسن موت کے فتوے پر دستخط کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ مگر تا ہنوز حسن با لحسنی جرثن قصاص کے مسئلہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی زانی یا زانیہ پکڑی جائے تو فریقین کے واسطے سزائے قتل ہوتی ہے۔ مگر خون بہا بھی کبھی منظور کیا جاتا ہے۔ قصاص کا دستور مسلمہ طور پر مروج ہے۔ کیونکہ مراکو میں جان کی پروا کم کیجاتی ہے۔

(۱۲)

باب دوازدہم

اہل یورپ کا مراکش میں ملازمت کرنا

دیگر ممالک مشرق کیطرح مراکو ایسے لوگوں کا مرجع مصدر رہا ہے جو طالب نام و شہرت اور جانبازی کو کھیل خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حالات جو ان کو مراکو میں پیش آئے کافی دلچسپ ہیں کہ کوئی شاعر یا فسانہ نویس ان پر دماغ سوزی اور قلم فرسائی کرے۔ تاہم اس موقعہ پر ہم ایک سرسری طور پر ذکر کرینگے۔

لہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عدالت مراکو سے حکم نافذ ہوا کہ تیرہ مجرموں کو دو دو ہزار کوڑے لگائے جب بارہ سو تک نوبت پہونچی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر ایک ڈاکٹر نے ان کے ہاتھوں میں زخم کرکے نمک وغیرہ بھر دیا۔ اور اوپر بھیڑ کے کچے چمڑے سے دو ختت کر دیا۔ جب یہ چمڑا خشک ہو جاتا ہے تو سکڑ جاتا ہے اور بعد ازاں جب ہاتھ کھولا جاتا ہے تو بالکل نکما ایک گیند کی صورت کا بن جاتا ہے۔ یہ سزا باغیوں یا فراریوں کو دیجاتی ہے۔

زمانہ سلف میں ممالک مشرقی ومغربی میں کچھ ایسا امتیاز نہ تھا اور یورپ کے سپاہی مراکو کے جھنڈے کے نیچے خدمات کرتے رہے ہیں۔ پوپ (اسقف اعظم) چہارم نے ۱۲۴۶ء میں امیر مراکو کو عیسائی سپاہیوں کی سفارش کی تھی اور بعد ازان ۱۲۵۱ء میں پوپ مذکور نے عمر اول المرتضےٰ کو ایک سفارشی خط تحریر کیا تھا جس میں ایک قسم کی تہدید بھی تھی۔ گو کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ عیسائی پوپ کی مرضی سے مسلمانان مراکو کی ملازمت کرتے رہے۔ نکالس چہارم نے ۱۲۹۰ء میں ان سپاہیوں کو جو مراکو کی خدمت میں تھے تحریر کیا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان عیسائیوں کی مانند زندگی بسر کرنا۔

اِس امر کی تصدیق تحریری شہادت سے بھی ہوتی ہے کہ اس وقت کے عیسائی بادشاہوں کو اس بارہ میں کوئی بھی اعتراض نہیں تھا کہ ان کی رعایا اہل مراکو یا دیگر شاہان غیر مذہب کی ملازمت کریں۔ چنانچہ جان اول نے مشرقی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فاس میں اپنی فوج روانہ کی تھی۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ غیر ممالک کے سپاہی بھرتی کرنے کی یہ وجہ ہوئی کہ اصلی باشندگان دشمن کے مقابلہ میں تاب مقاومت نہیں لاسکتے تھے۔ جولد لوجہ کے قول کے مطابق مراکو کی فوج میں مختلف مذاہب اقوام بھرتی تہیں۔ مثلاً عرب۔ ترک۔ اہل ہسپانیہ و یونان وغیرہ مستری لکھتا ہے کہ مراکو کی فوج کا بہت سا حصہ عیسائی اقوام میں سے بھرتی کیا جاتا تھا۔

جب ۱۲۱۴ء میں اول ہی اول عیسائی پادری اس ملک میں وارد ہوئے تو اس وقت ایک عیسائی شخص مسمی بیدرو فوج مراکو کا جنرل تھا۔ ۱۲۳۲ء میں جیب نے جو ادریس سویم المامون کی ملکہ تھی عیسائی فوج کی حمایت سے اپنے بیٹے رشیہ کو مراکش کے تخت پر بٹھایا تھا۔ فرنینو سویم نے کاسٹیہ کی عیسائی سپاہی اس شرط پر المامون کو دیئے تھے کہ دس قلاع جو کاسٹیہ کی سرحد پر واقع ہیں وہ اسکے حوالہ کردیئے جائیں۔ مراکش میں ایک گرجا تعمیر کیا جائے جس میں وہ عیسائی آزادی کے ساتھ عبادت کرسکیں اور بوقت عبادت گھنٹہ بجانے کی انکو اجازت دی جائے۔ نیز ان لوگوں کو مسلمان ہونے کی اجازت نہ دی جائے علیٰ ہذا القیاس مسلمان بادشاہ عیسائی بادشاہوں کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھتے تھے اور عیسائی شاہان سے کئی ایک بار کمک جنگ میں لی گئی ہے۔

بعد ازان امتداد زمانہ سے جب اہل ہسپانیہ نے مسلمانوں کی اطاعت کا جوا گردن

سے آثار پھینکا تو رابطہ اتحاد جو دو مخالف مذہب کے لوگوں میں تھا وہ قطع ہوگیا اور رفتہ رفتہ سخت نفرت اسکی جاگیر ہوگئی۔ پیرون کا بیان ہے کہ ۱۶۳۶ء میں دو ہزار عیسائی جو مسلمان ہوگئے تھے مراکو میں ملازمت کرتے تھے اور ایک وقت تھا کہ مراکو کے جھنڈے کے نیچے دو ہزار جنگی سپاہی اور پانچ ہزار سوار خدمتگار مین تھے اور یہ تمام لوگ ایسے تھے جنہوں نے عیسائی مذہب ترک کرکے دین اسلام اختیار کر لیا تھا۔

۱۶۷۶ء میں کپتان جون سمتھ بطور والینٹر مراکو میں موجود تھا مگر وہ بعد میں وہان کی مکاری و دغابازی دیکھکر متنفر ہوکر انگلستان چلا گیا۔

۱۶۳۷ء میں چارلس اول نے شاہ مراکو کو کمک دی تھی۔ گمز د مراکو میں ملازم ہوا جسکو بارہ روپیہ تنخواہ یومیہ کے علاوہ رسد بھی ملتی تھی اور اسکو ایک تلوار اور ایک چوغہ جو امیر مراکو کو ملکہ الیزابتھ نے بطور تحفہ دیا تھا عنایت ہوا تھا اور بھی اکثر افسر مراکو میں معقول تنخواہ پر ملازمت کرتے رہے اور ہر قسم کے کاریگر سلطان مراکو نے یورپ سے بلا کر اپنے ملک میں رکھے اور بڑی دریا دلی سے انکو مواجب عطا کئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہالی یورپ کے واسطے زمانہ سلف میں مراکو بھی ایک کان زر کا حکم رکھتا تھا۔

سعدی محمد ہفتم کے عہد میں بھی بڑے بڑے کاریگر ممالک یورپ سے طلب کئے گئے تھے اور کئی ہزار عیسائی مسلمان ہوگئے تھے اور فرانسیسی قاید کے مشورہ سے عدالت مراکو مین کچھ ترمیم و تنسیخ کی گئی تھی۔ عہد سلطان ممدوح میں ایک شخص عمر نام جو دراصل سکاٹ لینڈ کا باشندہ (سکاٹلینڈ) تھا۔ مراکو کی فوج میں ایک جہاز کا افسر تھا۔

تواریخ مراکو میں ڈیوک آف ریپروا ایک مشہور شخص گذرا ہے ڈیوک مذکور ہالینڈ کا متوطن ایک شریف خاندان سے تھا اور ہسپانیہ میں دلندیزون کیطرف سے سفیر تھا لیکن اس نے ہسپانیہ میں ہی سکونت اختیار کرلی اور وہان کمے ہی روسا میں مختار ہونے لگا۔ آخر الامر بعلت دغابازی قید کیا گیا۔ لیکن جیلخانہ سے فرار ہوکر انگلستان چلا گیا اور وہان سے مراکو میں جا پہنچا۔ وہان ملازمت اختیار کرلی اور رفتہ رفتہ عبداللہ پنجم کا وزیر اور سپہ سالار رہا۔ اس نے کئی مذہب تبدیل کئے

آخر میں مسلمان ہوگیا تھا بعد میں پھر عیسائی ہوگیا۔ ایسا فطرتی اور مکار شخص دنیا میں کم ہی نظر آیا ہوگا۔

ایک ولندیز وزیر اعظم

یہ ولندیز شخص ایک عجیب قسم کا آدمی تھا۔ مراکو کی دولت اور جاہ و جلال کا حال سنکر اس طرف روانہ ہوا اسمراکو کا رخ کرنے میں اس کی دو غرض تھیں ایک تو یہ کہ وہاں سے بڑی دولت ہاتھ آئے گی اور دوسری یہ کہ وہ اہل ہسپانیہ سے خوب انتقام لے سکیگا۔ اگرچہ دولت کی اسے ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ صاحب جائداد تھا اور روپیہ وہ ہر جگہ کما سکتا تھا خاصکر یہودی لوگوں سے وہ زر کثیر حاصل کر سکتا تھا مشہور عبدالقادر۔ فریر کی سفارش سے دربار مراکو میں رپرڈا کی رسائی ہوئی اور عاقبت الامر اسکا رسوخ بڑی ترقی کر گیا۔ اس میں یہ ایک خداداد طاقت تھی کہ لوگوں کو فوراً دوست بنالیتا تھا۔ چنانچہ بیس آدمی اسکے ایسے صادق دوست بن گئے تھے کہ اسکے لئے جان دینے کو تیار تھے۔ یہ بیس آدمی۔ انگریز۔ ولندیز۔ اور فرانسیسی تھے اس مکار ولندیز نے آخر کار سلطان کو تخت سے اوتار دیا۔

اگرچہ رپرڈا بعارضہ وجع المفاصل سخت لاچار تھا مگر اس نے کیوٹہ و عمرازن پر فوجکشی کی جو شخص تعمیل احکام میں تامل کرتا وہ اسے موت کی سزا دیتا۔ اور اگر کوئی لشکری اہل وطن سے بدسلوکی کرتا تو پھانسی چڑھا دیا جاتا۔ رپرڈا تمام مقامات کا دورہ کرتا تھا۔ اسکو اٹھا کر گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا دیتے تھے اور ادہر اُدہر لئے پھرتے تھے نیز اس نے یہودیوں کے ساتھ ملکر بیوپار میں بہت نفع کمایا لیکن اپنا تمام روپیہ یا انگلستان بھیجدیتا تھا یا ہالینڈ میں۔ اپنے پاس نہیں رکھتا تھا۔

آخر کار رعایا نے تنگ آکر ہر دو سلطان عبداللہ اور وزیر سے حکومت چھین لی۔ بعد میں وزیر نے کچھ مقابلہ نئے سلطان کی فوج سے کیا مگر صلح کرنی پڑی۔ رپرڈا ابن الوقت تو تھا ہی جب تمام حیل سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پھر ایک نیا مذہب جس میں یہودی مسلمان۔ عیسائی شامل کرنے چاہتا تھا قائم کیا۔ الغرض ۱۷۳۷ء میں سخت بیمار ہوگیا مرض الموت میں اس نے کناس سے ایک پادری بلوایا اور اسکے ہاتھ پر توبہ کی۔ گویا مرتے

وقت وہ عیسائی تھا۔

اس اخیری صدی میں بھی اگرچہ اہل یورپ مراکو میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔ مگر ایسے لوگون کی تعداد جنہون نے عیسائی مذہب ترک کرکے دین اسلام اختیار کیا ہو کم ہوتی گئی ہے اور اب تو بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے۔ چنانچہ مراکو میں اہل یورپ بڑی بڑے جلیل القدر عہدون پر ممتاز رہے ہیں۔ تھوڑی عرصہ کا ذکر ہے کہ قواعد آموز سکاٹلینڈ کے بسنے والا تھا اور ایک جبل الطارق کا باشندہ انجنیر تھا اور عہدہ اسکا قایدی تھا۔ اور دیر تک ایک جرمن یہان انجنیر رہا ہے۔ علاوہ ازین جہازون پر بھی غیر ممالک کے باشندی ملاحی کا کام کرتے رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ مراکو کی وہ اقبالمندی کے دن گذر گئے ہیں۔ اب اگر کوئی امر قابل ذکر ہو سکتا ہے تو یہ ہے کہ ملازمین کی تنخواہیں بقایا میں پڑی ہیں اور خفیف قسم کی مداخلت ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔

باب (۱۳) سیزدہم

قورسانان[ا] اصلیہ

وہ کون شخص ہے جس کے کان قورسانان اصلیہ کے نام سے آشنا نہیں تاہم ایسے اشخاص کم ہیں جو اس امر سے واقف ہون کہ ان کی اصلیت کیا تھی۔ گو اس گروہ کے متعلق عجیب عجیب قصے بیان کئے جاتے ہیں اور ان کے نام فخر سے لئے جاتے ہیں۔ مگر در اصل ایک گروہ قزاقان تھا۔

تین صدی گذشتہ تک اور اثنائے آخری صدی میں بھی قورسانان کا گروہ سوداگرون کے واسطے نہایت خوفناک رہا ہے۔ سترھوین اٹھارھوین صدی میں یورپ کے ہر مقام و شہر سے یہ آدمہ لوگون کو قید کرکے لیجاتا تھا اور بربریں لے جا کر طوق غلامی انکو پہنا دیتے تھے جو لوگ اس گروہ کے پنجہ سے بچکر واپس آتے تھے وہ گرفتار شدگان کی داستان عجیب درد انگیز طور پر بیان کرتے تھے۔

[ا] انگریزی لفظ کا اسپر یعنی بحری قزاق عربی لفظ قورسان انسے مشتق ہے جسکے معنی تاخت کنندہ جہازکی ہیں مراکو میں ایسے جہاز کو غازی بھی کہتے ہیں۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ مسلمان ہسپانیہ سے اخراج کئے گئے تھے۔ اس واسطے انہون نے انتقام کی غرض سے قورسانی اختیار کی۔ لاکن یہ خیال بایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا کیونکہ انہون نے ہسپانیہ سے محروج ہونے سے بیشتر سمندر کھنگال ڈولے تھے۔ طرفہ بات اس مقام پر ذکر کرنے کے قابل یہ ہے کہ اس زمانہ میں قورسانی اور بحری جنگ میں نہ ہی مسلمانون میں اور نہ ہی اہالی یورپ کے نزدیک کوئی ایسا امتیاز تھا۔ اس وقت قورسانی (بحری قزاقی) ایک ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ بحیرۂ قلزم کے ہر بندر میں بحری قزاقون کے جہاز موجود رہتے تہے۔ اور یہ لوگ اپنی اغراض کی بندی تھے۔ اگر ان کو فایدہ نظر آتا تو اپنے طور پر قورسانی کرتے تہے یا کسی سلطنت کیطرف سے۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کبھی تو ان کی بہادری کی تعریف ہو رہی ہے اور کبھی وہ بندرگاہ میں بعلت قزاقی پھانسیون پر چڑھائے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ جو کچھ بھی مسلمانون کے برخلاف بحری قزاقی کے متعلق کہا جا سکتا ہے وہی اسوقت کی ہر طاقت یورپ کے برخلاف بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس امر میں شائبہ شبہ بھی نہیں ہے کہ مسلمانون نے یہ بحری قزاقی فی الحقیقت اہل یورپ سے سیکھی گو بعد میں اس پیشہ کو مقدم الذکر نے اس کمال تک پہونچایا کہ آخر الذکر سے نہ صرف ہتھیار رہی بلکہ جہازون پر جہاز چھین لیے۔

بعض قیدی اس قسم کے جہازمیں افسر مقرر کئے جاتے تہے اگرچہ ایسا تقرر قیدیون کے خلاف مرضی ہوتا تھا۔ چنانچہ جوہن ڈنٹن کے ساتھ یہی ہوا۔ جو ۱۸۳۷ء میں انگریزی بیڑے میں جو صلیبہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوا تھا شامل تھا۔

بقول کپتان جوہن سمتھ بحری قزاقی مسلمانون نے انگریزی قزاقون سے سیکھی ہے وہ کہتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جہازنہ بہت سا مال غنیمت روز بروز لاتے تھے۔ اور چونکہ انگلستان کے تمام باشندے ان سے نفرت کرنے لگے تو جیمس اوّل کے عہد میں یہ قزاق لوگ بربر میں جا بسے اور وہان کے بڑے بڑے بندرون میں پیشۂ قزاقی کو چلاتے رہے۔

سولھویں صدی میں جب مسلمان علم جہازرانی بہت کم جانتے تھے تو دو شخصون نے یہان یہ کام شروع کیا ان میں سے ایک کا نام وارڈ تھا جو باشندہ انگلستان تھا۔

دوسرے کا نام ڈنس کرتھا جو درحل ولندیز تھا یہ دو شخص اور ایک دوا ور شخص فن جہاز رانی کی تعلیم دیتے رہے حتی کہ مسلمان ایسے تربیت یافتہ اور طاقتور ہو گئے کہ سب کو انہوں نے اس میں نیچا دکھا دیا اور انہوں نے دور دور تک یعنی انگلستان کر ننگ کیرون تک اپنے دھاوے شروع کئے۔

سمتھ کے قول پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ تو نہیں ہے مگر کم از کم اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علم تواریخ سے مس نہیں ہے کیونکہ مسلمانون کو فن جہاز رانی سیکھنے کا موقع اس سے پہلے حاصل ہو چکا تھا اور بحیرہ قلزم کے ملاحون سے وہ اس فن میں کافی دسترس حاصل کر چکے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں مسلمانان افریقہ اہل یورپ سے بہت خوف زدہ تھا۔ کیونکہ عہد نامہ پیسا میں جو سنہ ۱۱۸۶ء میں ہوا۔ ایک یہ شرط قرار پائی تھی کہ اگر کوئی پیسا کا باشندہ مسلمانون کے جہاز پر حملہ کریگا تو ایسے مجرم کو اہل پیسا ہی سزا دینگے اسی قسم کے صلحنامے اہل جنوا و اہل مجارکا سے ہوئے تھے۔ اس امر میں شک کرنے کی گنجایش نہیں ہے کہ مسلمانان افریقہ نے بحری قزاقی کی صورت میں بہت کچھ کر دکھایا ہے لیکن سترھوین صدی میں جب ان کی حکومت ہسپانیہ میں بڑے عروج پر تھی۔ دیگر ممالک کے واسطے وہ نہایت خوفناک ہو گئے تھے۔ اور جہازی دنیا ان سے سخت ترسان و ہراسان نظر آتی تھی۔ اصل میں ابنائے جبل طارق سے گذرنے کے لئے کثیر التعداد جہازون کی ضرورت تھی اور بعد میں جب ایسے جہازون کی ضرورت نہ رہی تو پھر یہ اس کام آتے تھے کہ جو جہاز آبنائے میں ہوا موافق نہ چلنے کیوجہ سے رہ جاتے تھے ان کی رہنمائی کرین کیونکہ یہ لوگ رستہ سے اچھی طرح واقف تھے۔ آخر کار یون ہونے لگا کہ ایسے فارغ جہاز دور دور تک نکل جاتے تھے اور دوسری اقوام کے سوداگرون کے جہاز گرفتار کر لاتے تھے۔

علاوہ ازین اس امر کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ ہوقت کے مسلمانان افریقہ اپنے ہم مذہب بھائیون یعنے مسلمانان ہسپانیہ کو بھی لوٹ لیتے تھے مگر اس قزاقی سے اگر کسی کو زیادہ نقصان پہونچا تو وہ اہل یورپ ہی تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک تو بالعموم اہل یورپ صلح جو تھے اور دوسرے یہ کہ تجارت ان ہی لوگون کی زیادہ ترتھی ان لوگون

بڑے بڑے جہاز ہوتے تھے جنکو انگریزی میں گیلے کہتے ہیں۔ سولہوین صدی میں ترکون کے بربر میں جاگزین ہونے کی وجہ سے یہ بحری قزاقی کچھ موقوف ہوگئی تھی مگر ترکون کو صرف اتنی ہی فرصت دی گئی کہ وہ صرف مراکو کی دیوارون ہی کو ہاتھ لگا سکے سنہ ۱۳۹۰ء میں اہلِ جنوا نے اہلِ فرانس کے پاس اس بحری قزاقی کی فریاد کی تھی مگر اس قزاقی کا زور بعد میں سترھوین صدی میں ہوا۔ اس کا باعث یہ بھی تو تھا ہی کہ ہمسایہ قومون کی رقابت بحرک تھی اور بحر الکاہل کے تمام بندر مسلمانون کے قبضہ میں آگئے تھے مگر مزید بران یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے بادشاہ فلپ سوم نے نو لاکھ مسلمانون کو[۱] سنہ ۱۶۱۰ء میں ملک سے بدر کردیا تھا منجملہ انکے جو لوگ آفریقیہ میں فرار ہوکر پہونچے وہی وہان کے مالک بن بیٹھے اور اہلِ ہسپانیہ کے جہازون کی بالخصوص لوٹ مار کرنے لگے۔

مسلمانون کی بحری طاقت کے متعلق اکثر مورخون نے وقتاً فوقتاً تحریر کیا ہے مگر ان کی اصلی طاقت کا درست تخمینہ معلوم نہیں ہوسکتا مصنف روضۃ القرطاس سنہ ۱۳۲۶ء میں لکھتا ہے کہ عبدالمومن کے چار سو جہاز مختلف بندرگاہون میں تیار پڑے ہوئے تھے۔

یہ جہاز گیلی قسم کے ہون گے جن کو بلیون سے چلاتے ہیں اسکا طول بیس گز سے ساٹھ گز تک ہوتا ہے اور عرض تین سے سات گز تک۔ بربرو وغیرہ میں چھوٹے چھوٹے جہاز تھے جن کا ایک مستول تھا۔

برندہ (جہاز کی ایک قسم)

اس قسم کے جہاز میں وہ قلعہ نما راس الجہاز نہیں ہوتا اور برج بھی شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اس قسم کے ہر ایک جہاز پر دو عیسائی غلام ہوتے تھے جو اسکو چلاتے تھے۔ اور عام سوداگرون کے جہازون کے واسطے سخت خوفناک ہوتا تھا کیونکہ سوداگری کے جہاز کی ساری کائنات یہ ہوتی تھی کہ چند ملاح جو اسکو چلانے کے لیے کافی ہون اور باقی سامان و سامان لدا ہوا ہوتا تھا۔ نیز سوداگرون کے جہاز ہمیشہ محتاج بادشرط

[۱] ہنری چہارم شاہ فرانس نے ڈیڑھ لاکھ مسلمانون کو عیسائی ہونے کی شرط پر اپنے ملک میں سکونت کی اجازت دی جنہون نے اس شرط کو نامنظور کیا وہ آفریقیہ قسطنطنیہ وغیرہ میں جا بسے۔

ہوتے تھے اور جہاز از قسم گیلی آجکل کے جہازوں کی مانند ایسی ہوا کی ضرورت نہ رکھتے تھے۔
علاوہ ازیں جہاز گیلی کے سنگی سپاہی نیزوں اور تیروں سے اچھی طرح مسلح ہوتے تھے۔
قبل ازیں سسلی اور لیوانٹ کے مسلمانوں کے قبضہ میں بھاری بھاری بیڑے تھے۔
اور ان کا ڈنکا بحری دنیا میں خوب بجتا رہا بعد ازاں ۱۴۹۳ء تک کوئی پتہ نہیں ملتا
جبکہ گورنر سبتہ نے بندر رٹرگا فتح کیا اور مسلمانوں کے پچیس جہاز جلا دیئے۔ آزلی نے
دریائے آصلیہ میں سترہ جہاز دیکھے تھے اور بیس بعد میں داخل ہوئے بیان کئے گئے تھے
اس زمانہ میں یہ بیڑا نہایت زبردست اور خوفناک تھا۔ اگر بلحاظ موجودہ زمانہ کی بحری
طاقت کے اسکی زیادہ تر وقعت نہیں ہو سکتی۔ بقول سنستادلون ۱۶۲۶ء میں کوئی
بارہ جہاز ناقص قسم کے تھے۔ انگریزی جہاز اسپکر کے کپتان کے بیان کے بموجب ایک
صدی بعد ۱۷۲۵ء تک گیلی قسم کے جہاز بنتے رہے ہیں۔ ڈان کہتا ہے کہ اہل مراکو گیلی قسم
کے جہاز کم استعمال کرتے تھے وہ زیادہ دیگر قسم کے جہاز چلاتے تھے جو تعداد میں تقریبًا
تیس تھے۔

محمد بن عبداللہ کے تیس جہاز قورسان تھے جن میں گیارہ فرقتہ تھے۔ ہر فرقتہ میں تین سو تیس
آدمی اور پینتالیس توپ ہوتی تھیں۔ الناصری کہتا ہے کہ بادشاہ کے تیس فرقتہ اور دو
مستول والے اور ساٹھ چھوٹے چھوٹے جہاز تھے لیکن یہ بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔
۱۷۸۸ء میں جینیر لکھتا ہے کہ مراکو بحری طاقت چھ یا آٹھ فرقتہ تھی اس قسم کے
جہاز وہ ولندیزی اشخاص کی تحویل میں روانہ کئے جاتے تھے جن کے واپس آنے کی امید
ہو سکتی تھی۔

اسی زمانہ کے قریب لیمپریری تحریر کرتا ہے کہ مراکو کی بحری طاقت میں پندرہ چھوٹے
فرقتہ چند بھی اور بیس سے لیکر تیس تک بڑے بڑے گیلی جہاز تھے اس میں تقریبًا
چھ سو آدمی ہوتے تھے اور یہ سب ایک خاص بحری افسر کے ماتحت ہوتے تھے اسکے تین
سال بعد کی رپورٹ ہے کہ دس فرقتہ تھے۔ چار چھوٹے بجرے۔ اور چونتیس دیگر
قسم کے جہاز تھے لیکن ملاحوں کی تعداد میں کچھ تفاوت بیان نہیں کیا گیا۔
انیسویں صدی اوائل یعنی ۱۸۰۵ء میں بقول لیفا چار فرقتہ۔ ایک بجرہ اور ایک
اور جہاز تھا۔ بعد کے بیانات بھی متفاوت چلے آئے ہیں لیکن جوں جوں جہاز تعداد میں

کم ہوتے گئے حجم میں بڑھتے گئے گویا جو کمی تعداد میں واقع ہوئی اسکو جہازون کا حجم بڑھا کر پورا کیا گیا۔

باعتداد زمانہ مراکو کی بحری طاقت روز بروز کم ہوتی چلی گئی حتی کہ ۱۸۲۰ء میں وہ بیڑا جس سے سارا یورپ مارے ڈر کے کانپتا تھا اس میں صرف چار جہاز باقی رہ گئے تھے جو صرف وادی آلوس میں جھکولے کھاتے پھرتے تھے۔

اہل مراکو اپنی بحری طاقت کی کمی کو بذریعہ تہدید پورا کرتے تھے چنانچہ مولوی اسمٰعیل نے ۱۶۸۴ء میں جبکہ انگریزون نے طنجہ پرتگیزون کے حوالہ کر دیا کپتان کلوڈسلے شاول کو (جو بعد میں سر کلوڈسلے شاول کے نام سے مشہور ہوا) لکھا :-

"ہم بھی اپنے جہاز اگر تمہارے جہازون سے بڑے نہ بنوائیں تو ان کے برابر بنائیں گے اور تمہارے چند جہاز اور کپتان گرفتار کرکے ہم انگریزی بحروں میں تمہاری تلاش میں گشت کرینگے جیسا کہ تم آجکل کر رہے ہو جو قیدی تم نے گرفتار کر لئے ہیں تمہارا اختیار ہے جو سلوک چاہو تم ان سے کرو۔ کوئی مضایقہ نہیں ہے خواہ انکو سمندر میں غرق کردو یا کسی اور طریقہ سے ان کو صفحہ ہستی سے نابود کردو۔"

طریق عمل

دوسرے سال ہی کپتان فلب جسکو اہل مراکو نے قید کر لیا تھا اور پھر کسی نہ کسی طرح بھاگ آیا تھا لکھتا ہے کہ مراکو کا کوئی بھی جہاز دس توپ کے جہاز کے ساتھ لڑائی نہیں کرسکتا۔ درصل مراکو والون کی اسقدر طاقت تو نہیں ہے جسقدر وہ ظاہر میں دکھاتے ہیں جہاز کے نزدیک پہونچتے ہی شور برپا کرتے ہیں کہ ہتھیار ڈالدو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اس طریق سے بیچارے سوداگرون کے جہازون پر اپنا رعب طاری کردیتے ہیں اکثر تو وہ جہازون پر بلطایف الحیل قبضہ کر لیتے ہیں مگر جب کبھی لڑائی ہی ہوگئی ہے تو بزدلی کا الزام ان پر کبھی عاید نہیں ہوا۔ ان کی کامیابی کی زیادہ تر وجہ یہ ہوتی ہے کہ سوداگری کے اکثر جہاز کوئی اپنے بچاؤ کی صورت نہیں رکھتے تھے۔ سوا ایک تو ان کی بے بسی کیحالت اور دوسرے اہل مراکو کا خوف جو دنیا میں سایہ ہو رہا تھا مراکو والون کو نہایت مفید پڑا۔ فرانس - ہالینڈ - انگلستان اور ہسپانیہ نے اہل مراکو کے برخلاف لیکے اپنے بیڑے وقتاً فوقتاً روانہ کئے لاکن کوئی مفید نتیجہ مترتب نہ ہوا بلکہ وہ غصہ میں آکر زیادہ تر دست درازیان کرنے لگے۔

ماہ اپریل و مئی میں زیادہ تر لوٹ مار کیجاتی تھی اور غارتگری کا موسم ستمبر میں ختم ہو جاتا تھا یون تو سال بھر غنیمت کا مال آتا ہی رہتا تھا۔ پہلے تو اصطلاح ہوتا تھا کہ کل اسباب وغیرہ نیلام ہو کر زر فروخت ملاحون میں تقسیم ہو جاتا تھا مگر بعد میں مولائی اسمٰعیل نے کہا کہ تمام مال غنیمت میں دسوان حصہ سرکاری ہونا چاہیئے۔

خارجی امداد

مراکو میں کرائے کے سپاہیون۔ نومسلمون اور قیدیون کی بے شمار تعداد ہمیشہ موجود پائی جاتی تھی جس سے غالب گمان یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو اس فن جہازرانی میں خوب کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ جب سترھوین صدی کے آغاز میں اہل ہسپانیہ نے بندر مہدیہ کو فتح کیا۔ اسوقت یہ مقام تمام خارج شدہ انگریزون فرانسیسون۔ ولندیزون کا مقر بنا ہوا تھا البتہ اٹلی وغیرہ کے لوگ کم نظر آتے تھے۔ بقول پیرڈان ۱۶۳۸ع نومسلم لوگ سلاطین مراکو کی طاقت کا بھاری جزو ہوتے تھے اور جہازون کے مہتمم تھے[1]۔

سوداگران یورپ کی مشارکت

اسوقت اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ یورپ کے معزز سوداگر بھی غلامون کے بیوپار میں حصہ دیتے تھے۔ سوداگران بالعموم ممالک یورپ سے مراکو کی قزاقان بحری کے واسطے ہتھیار وغیرہ لاتے تھے اور معاوضہ نقد قیمت نہیں بلکہ غلامان یورپین لیتے تھے جن کی آزادی حاصل کرنے کے لئے دور دور سے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔

آصلیہ کی حکومت جمہوری

بہت سے بنادر مراکو اہل پرتگال و ہسپانیہ کے قبضہ میں تھے اور طنجہ میں ان کا ایک بھاری قلعہ تھا۔ حکمران خاندان کی حکومت قایم ہونے سے پیشتر آصلیہ میں کچھ عرصہ تک سخت بدنظمی و بے امنی رہی اور اس اہل جبل کے زمانہ میں سلا میں سترھوین صدی کے وسط میں خود مختاری سی ہوگئی اور کوہستانی بربری اقوام کی مانند جمہوری حکومت قایم ہوگئی۔ عمدہ سپاہی ان اقوام میں سے لئے جاتے تھے اگرچہ ہسپانیہ کے پناہ گزین افسر کے ماتحت ان کی تعلیم و تربیت ہوتی تھی۔

بعض اوقات حسب ضرورت سلاطین اپنی تحریر کردہ دستاویزات منسوخ کر

[1] ایڈمرل ڈامیر بحری وان گینٹ کے خط مورخہ [illegible] بنام ٹینیس جنرل میں ذکر ہے کہ ایک لڑائی قریب لاریکہ کے قزاقان سے ہوئی اور دو جہاز نومسلمون کے زیر حکم تھے۔

دیتے تھے لیکن مولائی زیدان نے اسپر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ چارلس اول شاہ انگلستان سے ان بحری قزاقان کی گوشمالی کے واسطے مدد مانگی تھی۔ مگر یہ امر قابل التفات ہے کہ ان کے مغلوب کرنے سے سلطان کی یہ غرض نہ تھی کہ بحری قزاقی کا قلع قمع کر دے بلکہ اسکا مدعا تھا کہ یہ قزاقی عین اسکے زیر فرمان رہے اور اسکا فایدہ براہ راست اسکو پہونچے۔ چنانچہ اسکی تکمیل اسکے جانشینون نے کی۔ اول اول غنیمت کے مال کا سلطان دسوان حصہ لیتے تھے۔ بعد میں پانچوان لینے لگ پڑے۔ رفتہ رفتہ اس بیڑے کے دست درازیون اور حملون کی ذمہ واری سلطان کے سر پر ہو گئی اور قیدیون کی خلاصی کے متعلق بھی سلطان سے تصفیہ ہوتا تھا۔ مراکو کی قزاقی کا زوال سنہ ۱۷۵۰ء سے شروع ہوا۔ ٹسکنی نے سنہ ۱۷۸۱ء میں مر جوہن اکٹن کو بھیجا تھا کہ ہمارے دو نو جہاز مع ہرجانہ واپس کر دو۔ چنانچہ جہاز بھی واپس کئے گئے اور ہرجانہ بھی ادا کیا گیا۔ اس سے مراکو کی قزاقی کو بھاری صدمہ پہونچا۔

سنہ ۱۷۹۹ء تاہم بعد میں اہل مراکو نے بندرگاہ کیڈز کا رستہ بند کر دیا۔ مولائی سلیمان دویم نے خیال کیا کہ اب بحری قزاقی کے دن نہیں رہے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ باشندگان یورپ الرّیف کے ساتھ مویشی و غلہ کا برابر بیوپار کر رہے ہیں تو اس نے اپنے جہازون کو حکم دیا کہ جو کوئی جہاز اس ساحل پر نظر آئے گرفتار کر لو اور سنہ ۱۸۰۳ء میں پہاڑون کیطرف فوج بھیجی اور سلطان نے خود بنفس نفیس اقوام کی سزا دہی کیغرض کوچ کیا۔ اس امر کا یقین کرنا نہایت دشوار ہے کہ کس سنہ میں یہ قزاقی زیر بحث بالکل بند ہو گئی۔ اب چونکہ تقریباً سنہ ۱۸۱۸ء میں دخانی جہاز ایجاد ہو چکے تھے اسواسطے عزت اسی میں تھی کہ اس پیشہ کو خود بخود ہی ترک کر دیا جائے۔ لیکن پھر بھی قزاقی کا استیصال بسہولت نہیں ہوا۔ الناصری تحریر کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۲۸ء میں جو آسٹریا کے جہاز گرفتار کر لئے گئے تھے تو یہ بات کوئی اتفاقیہ طور پر واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ کام عمداً و ارادۃً کیا گیا تھا کیونکہ اس سے مولائی عبدالرحمن کا یہ منشا تھا کہ کسیطرح بحری جہاد شروع کیا جائے۔ اور اس غرض کے واسطے مولائی سلیمان نے خاص جہازون کا بیڑا تیار کیا تھا۔ اور خاص جہاز بنوائے تھے۔ یہ جہاز زیر حکم حاجی عبدالرحمن برغاش اور حاجی عبدالرحمن برتال تھے جنہون نے آسٹریا کے جہاز پکڑ لئے۔

جس پر بعد میں یعنے ۱۸۲۹ء میں آسٹریا پر بیفایدہ گولہ باری ہوئی - اگرچہ اس واقعہ سے پیشہ قزاقی کا خاتمہ ہوگیا لیکن اسی سال دو انگریزی جہاز گرفتار ہوئے - اور بقول بمر آنر مکر: لوگ اہل مراکو کے جنگی بحری بدین اُمید ادھر اُدھر پھیرتے تھے کہ کوئی ہمبرگ وغیرہ کا بدقسمت جہاز کہیں ملجائے تو اسکو شکار کریں - اس بحری قزاقی کے زمانہ کو ابھی کچھ زیادہ نہیں گذرا - لیکن یہ بات آجکل اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا صدیون کی بات ہے - دراصل مراکو کے اصلی باشندے بھی کما حقہ آگاہ نہیں ہیں وہ بھی صرف اسقدر جانتے ہیں کہ ایک وقت ان کے آبا و اجداد اس فن میں غایت درجہ کے ماہر تھے اور ساری عیسائی دنیا ملکر بھی ان کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتی تھی اور کل عالم ان کے باجگذار تھے - جب کموڈور پریبل ۱۸۰۳ء میں ٹرپلی کو جارہا تھا تو اس نے مراکو کی جہاز مشبوا گرفتار کرلیا - اور طنجہ کا رستہ لیا - آخرالامر جو کچھ امریکہ والون کا گیا تھا واپس لے لیا -

بعد ازان قزاقی دراصل بہت ہی محدود ہوگئی - ۱۸۴۸ء میں دو انگریزی جہاز گرفتار ہوئے تو سر چارلس ہیئر کو اس واقعہ کی شکایت کرنے کی غرض سے مراکو میں بھیجا گیا گو اس سفارت کا نتیجہ کچھ نہ ہوا - پھر ۱۸۵۶ء میں پرشیا کے پرنس البرٹ کو بھی ایسی ہی غرض کے واسطے روانہ کیا گیا تھا -

مسٹر ڈرمنڈ ھے کی رائے میں اسکی تقریر کا جو اس نے ۱۸۵۶ء میں برسر موقعہ کی تھی بہت اثر ہوا - یہ اسوقت کا ذکر ہے جب گورنمنٹ مراکو نے اہل ریف کی ذمہ واری جنہون نے فرانسیسی جہاز لوٹ لیا تھا اپنے اوپر لیکر سات ہزار ڈالر ہرجانہ بھر دیا - بعد میں جنگ ہسپانیہ شروع ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ تک آرام رہا - ابھی ۱۸۰۸ء میں ایک ہسپانیہ کے جہاز پر حملہ ہوا تھا اور پھر کئی ایک واقعہ متواتر پیش آئے جس کے باعث ایک تعزیری مہم ۱۸۹۷ء میں اختیار کی گئی جس کا تاہنوز خاتمہ نہیں ہوا -

تجارت ناجائز

یہ امر ملحوظ رہے کہ اسقدر جہاز جو مراکو کی ساحل پر گرفتار ہوکر کسی قسم کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے تو اسکی اصلی وجہ ان کی تجارت ناجائز تھی - ۱۸۱۲ء میں الزیدان لکھتا ہے کہ چونکہ الریف عیسائی لوگ مبایعت ناجائز بکثرت کرتے تھے - سلطان نے مجبور ہوکر غیر ممالک کے تمام جہازون کی گرفتاری کا حکم صادر کیا - اب بھی ساحل مراکو پر بیچارے شامت کے مارے جہاز لوٹے جاتے ہیں اور اکثر بربری اقوام

کا ہی لوٹ مار پر گذارہ ہے اور وہ اسے کچھ معیوب بھی نہیں خیال کرتے اور اسکا انسداد موجودہ حالات کے رو سے بہت مشکل ہے۔

مراکو ہی لوگ یورپ کی طاقتون کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے ان کے نزدیک تو ان کا اپنا سلطان بھی صرف نام کا ہی سلطان ہے سلطان بھی فرداً فرداً تو ہر ایک قوم کی سرکوبی کرسکتا ہے مگر یہ اسکی طاقت نہیں ہے کہ کسی علاقہ کی تمام اقوام پر حملہ کرے اول تو نا اسقدر فوج ہے اور نہ ہی فوج کے واسطے قیامگاہ ہیں رستہ سخت پہاڑی ہے اور ایسے موقعہ پر بربری اقوام سب کچھ جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہیں اور سلطانی لشکر کو بہت درجہ کی دقت و مصیبت پیش آتی ہے۔

یہ تجویز پیش کیگئی ہے کہ کل طاقتیں ملکر اس بحری قزاقی کا انسداد کریں یعنے ایک جہاز وہان مقرر کیا جائے جو بطور بدرقہ کے کام کرے لیکن یہ تجویز بھی زیادہ تر کارگر نہیں ہو سکتی وہان کے باشندے موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے رہیں گے اور اسکا قطعی انسداد محال ہوگا کیونکہ ساحل پر قلاع وغیرہ بھی تو نہیں ہیں۔ ہان ایک یہ صورت ہے کہ الریف لے لیا جائے مگر ابھی ایسی کارروائی کا وقت نہیں پہونچا ۱۸۸۸ء میں ایک انگریزی افسر نے یہ رائے دی تھی کہ بربری اقوام کے تدارک کے لیئے کچھ عرصہ کے واسطے کوئی دیسی افسر مقرر کرنا چاہیئے کیونکہ وہان کے افسر اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان لوگون کیسطرح سلوک کرنا چاہیئے درحقیقت یہین انتظام موجودہ حالات مین مشکل نظر آتا ہے۔ روس فرانس و ہسپانیہ و اطالیہ جو ملک زیر بحث کے فرداً فرداً مالک ہونیکے مدعی ہیں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے کہ کوئی وہان کی حکومت سنبھال لے سو جب تک یہ رقابت چلی جا رہی ہے خاطر خواہ انتظام ہونا دشوار ہے ؎

چو گرگان بیم باک دارند وبیم ؞ رود درمیان گوسفندے سلیم

اور دیکھئے یہ حالت کب تک ہے۔

مراکو کی موجودہ حالت اسقدر ردی ہوگئی ہے کہ اب اس امر کا سراغ لگانا کہ آیا یہی مراکو وہ اہل مراکو ہیں جن سے تھوڑی مدت پیشتر سارا یورپ خوف کھاتا تھا۔ نہایت مشکل ہے۔ چونکہ مراکو کی مبتذل حالت دیگر طاقتون کی نظر مین کچھ وقعت نہیں رکھتی اسواسطے جب کبھی کوئی لوٹ مار کا واقعہ سرزد ہو جاتا ہے تو اہل یورپ

باہمی رقابت کی وجہ سے اسکی چنداں پروا نہیں کرتے اور تھوڑے سے بہت معاوضہ پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

باقی مشرقی ممالک کی مانند اہل مراکو جس بات کی قدر کرتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا حکمران ایک جابر اور طولی حاکم ہو۔

فی الحقیقت تو اہل مراکو کی کوئی ایسی زبردست طاقت نہ تھی مگر ان کی ظاہری جرات اور ان کے مخالفوں کی ان کی اصلی حالت سے عدم واقفیت نے مغربی ممالک کے واسطے ان کو نہایت خوفناک بنا رکھا تھا مگر جو سلوک اہل مراکو یورپ والوں سے کرتے تھے وہ پرلے درجہ کا نامناسب اور معیوب تھا۔ جو لوگ قسمت کے مارے انکے سو اہل پر جا پہونچتے تھے ان کی ایسی گت بنتی تھی کہ ناگفتہ بہ اور جو لوگ غلام بنائے جاتے تھے ان پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم ہوتے تھے۔ جونہی بحری قزاقی موقوف ہو گئی تو اہل مراکو کو اپنی کمزوری تسلیم کرنی پڑی اور اہل یورپ کی حالت کو ترقی ہونی شروع ہوئی۔ حتی کہ ان کی مصیبت زدہ حالت یہاں تک سنور گئی کہ اہل مراکو کے رشک بلکہ حسد کا باعث ہو گئی اور اہل یورپ کے حصول کے فوائد آخر کار ایسے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

باب چہاردہم

عیسائی غلام

اہل اسلام میں یہ پرانا دستور مدت سے رائج چلا آتا تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنا لیا کرتے تھے اور ان کے اس قاعدہ میں کوئی مستثنے نظر نہیں آیا۔ البتہ وہ لوگ برادرانہ سلوک کو مستحق خیال کئے جاتے تھے جو ان کے پیغمبر صلعم کو رسول برحق تسلیم کر لیتے معلوم ہوتا ہے کہ مراکو میں عیسائی غلام اسوقت سے پائے جاتے ہیں جب مسلمانوں نے ہسپانیہ پر پہلا حملہ کیا۔ تاہم کچھ بہت زمانہ نہیں گذرا جب سے مراکو میں عیسائی غلاموں کا سراغ ملنے لگا ہے۔ گو ان کے مفصل حالات سترھویں صدی میں منکشف ہوئے۔ جبکہ قورسانان آصلیہ نے عیسائیوں کے جہازوں پر جہاز گرفتار کرنے شروع کئے۔

ابتدائی تاریخ	عیسائی غلامان کے حالات کا ماخذ صرف ان لوگوں کی تحریریں ہیں جنہوں نے

مراکو کا دشوار گزار سفر بدین غرض اختیار کیا تھا کہ ایسے قیدیون کو مسلمانون کی قید سے
نجات دلادیں جو بوجہ اسلام اختیار کرنے کے اپنی مخلصی سے مایوس نہیں ہوچکے تھے
وہ عیسائی لوگ جنہون نے قیدیون کی اس قسم کی نجات کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ریڈیمپ
شنسٹ فادرز کہلاتے تھے جس کے معنی نجات دہندگان کے ہیں۔ نومسلمون کو
بھی پورے پورے حقوق نہیں دیے جاتے تھے اور ان کی آزادی بھی برائے نام ہوتی تھی مثلاً
ان کو یہ اجازت نہ تھی کہ ملک سے باہر قدم رکھیں۔ اس سے تھوڑا عرصہ پیشتر جب یعقوب المنصور
(۱۱۵۵ء) تقریباً چالیس ہزار عیسائی مراکو میں پکڑ لایا تھا انوسنٹ سوم نے ۱۱۹۹ء میں اپنی
(نجات دہندگان فادرز) کا ایک گروہ امیر موصوف کی خدمت میں روانہ کیا۔ نو سال بعد مارسیلز میں
ان نجات دہندگان کی ایک جماعت قایم ہوئی جو بعد میں تھورین فادرز کے نام سے موسوم ہوئی
ان لوگون کی زبانی حالات سنکر فرانسس آف اسیسی نے بھی ان کی پیروی کرنی چاہی
لیکن اسکا مدعا یہ تھا کہ اہل مراکو کو دین عیسوی کیطرف دعوت کرے۔ گو اسکا ارادہ قوت
سے ظہور میں نہ آیا کیونکہ وہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا مگر اسکے پیرو مراکو میں پہونچے ہیں۔
بعدہ ۱۲۱۸ء میں سینٹ پیٹرو نولسکو ساکن بارسلونا نے ایک مجلس قایم کی اور
اسکے بعد سنہ ۱۲۶۰ء میں ایک اور مجلس قایم ہوئی جو لوگ اس کام کے لئے مراکو میں بھیجے جاتے تھے
ان کے واسطے زبان عربی کا جاننا۔ خاندانی اور صاحب جایداد ہونا ضروری ہوتا تھا کیونکہ
بڑی بڑی رقوم نقدی ان کے تحویل کیجاتی تہیں اور صاحب جایداد اشخاص اسواسطے منتخب
کیئے جاتے تھے کہ مبادا روپیہ کو بیجا صرف میں لائیں چند سال بعد دو اور مجالس قایم
ہوئیں چونکہ ان لوگون کی اغراض طنجہ۔ ٹیونس تریپولی وغیرہ سے بھی وابستہ تہیں اسواسطے
اس امر کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ انہون نے مراکو میں کسقدر قیدیون کو مخلصی دلائی۔ مگر
اس جماعت کو بھی جو ان غلامون کی رہائی کے واسطے مراکو وغیرہ مقامات میں پہونچی سخت
تکالیف پیش آئیں اور بعض اوقات شاید ان لوگون کی صعوبتیں قیدیون کی تکالیف
کے برابر درد انگیز ہوگئیں۔

سنہ ۱۶۰۰ء میں دَستمی لکھتا ہے کہ قاید تطاوین اپنی حفاظت کے صلہ میں ایک سو
کبروتن ماہوار طلب کرتا تھا۔ مراکو میں جانے کے واسطے پروانجات راہداری حاصل کرنے
پڑتے تھے اور بسا اوقات واپسی کے واسطے بھی ویسی ہی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا وغیرہ

کی جماعت نے کثیر التعداد قیدیون کو رہائی دلائی مگر انکے پاس زر مخلصی ادا کرنے کے
واسطے کافی روپیہ نہیں تھا۔ اسواسطے انکو سود دی روپیہ یہودیون سے لینا پڑا۔ اور اپنے
ایک ساتھی سائمن لا ایک کو ضمانت مین وہان چھوڑ گئے۔ سیمطح سنہ ۱۵۱۹ع مین چار
راہبون کو بطور ضامنان وہان رہنا پڑا تھا۔ سنہ ۱۶۵۸ع مین چند ولندیزون کی پادری
بھیس بدلے ہوئے گرفتار ہوئے اور طوق غلامی پہنائے گئے جو لوگ اس کام پر مراکو مین جاتے
تھے چونکہ ان کا کام ایک مذہبی کام متصور ہوتا تھا اس لئے انکو اچھی وقعت کی نگاہ
دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ سلطان وقت نے ایک پادری سے پوچھا کہ آیا ایک ایسا
شخص پرتگیز جس نے تین دفعہ انکا مال لوٹا ہو واجب القتل ہے یا نہیں۔ پادری نے جواب
مین عرض کی کہ بالکل درست ہے اگر مجرم کو توبہ کی مہلت دیجائے۔ ان اشخاص رہائی دہندگان
کی مشکلات کا باعث صرف اہل مراکو ہی نہ تھے بلکہ سوداگران یورپ کا بھی اس مین بہت
سا حصہ تھا۔ کئی ایک مورخون نے ان سوداگرون کی شکایت کی ہے کہ انہون نے بد دیانتی
سے سلوک کیا۔ جو روپیہ ان کو فدیہ کا دیا جاتا تھا وہ بجائے اسکے کہ اس کام مین
خرچ کریں سلطان کے واسطے ہتھیار و دیگر سامان جنگ خرید کر دیتے تھے۔ بقول
آمسکلے اصل مین یہ سوداگر پیشہ لوگ ہی بیچارے لوگون کو غلامی مین پہلے پھنسا دیتے
تھے اور اپنی ذاتی اغراض کو مد نظر رکھکر غلامون کی بازاری قیمت مین اضافہ کرتے
تھے اور لوگ بھی جو روپیہ بطور زر مخلصی وغیرہ وصول کرتے سوداگری وغیرہ مین صرف
کر دیتے۔ فرینچ مین پلٹ محض اپنی اس دو رنگی کی بدولت آصیلہ کا گورنر مقرر ہو گیا تھا۔
زر مخلصی کی مقدار مختلف ہوتی تھی اور یہ قیمت قیدیون کے ملک کی حالت کے
مطابق مقرر کیجاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اہل فرانس نے مولائے اسمٰعیل کے
پاس شکایت کی کہ ان سے بہ نسبت اہل ہسپانیہ کے زیادہ روپیہ طلب کیا جاتا ہے
سلطان نے جواب مین ارقام کیا کہ یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ اہل ہسپانیہ کی گرفتاری
مین کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ وہ لوگ فوراً زنجیر اطاعت پہن لیتے ہین برعکس
اسکے فرانسیسی باشندون کے واسطے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ الا ماشاءاللہ مین چلتے مطیع
نہیں ہوتے اور بعض اوقات اس کشش و کوشش مین ہمارے بہت سے سپاہی ضائع
ہو جاتے ہیں ؞

سترھوین صدی کے اختتام کے قریب تیس نفر فرانسیسی کے واسطے دس ہزار ڈالر کا مطالبہ کیا گیا تھا گو بعدہٗ منت سماجت سے مولائی اسمٰعیل نے پچاس نفر کی رہائی منظور کی۔ مگر آخر الامر صرف پینتالیس کی مخلصی ہوئی۔ بعد میں سلطان نے فی نفر ایک سو کراؤن ہر دو طرف کے واسطے قیمت مقرر کر دی یعنے اہل فرانس اس شرح سے جتنے قیدی ہون خلاص کرالیں اور اسی نرخ پر اہل مراکو بھی اپنے آدمی چھوڑالیں۔ فرانسیسی قیدیون کی تعداد تقریبًا چار سو اور مراکوئی قیدیون کی تینتیس تھی۔

سنہ ۱۶۹۳ء میں اہل ہسپانیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ ایک تندرست باشندہ ہسپانیہ کے تبادلہ میں چار نفر مراکوئی چھوڑ دینگے اور ایک بیمار اہل ہسپانیہ کے معاوضہ میں دو نفر مراکوئی رہا کرینگے چندسال بعد ازان کرنیل کرک نے ہر دو نفر انگریز قیدیون کی رہائی کے پچاس پونڈ ادا کرنے منظور کئے تھے۔ ولندیزون نے ایک نفر نیدرلینڈ کے باشندہ کے معاوضہ میں آٹھ سو کراؤن معہ ایک مراکوئی قیدی دینے کا اقرار کیا تھا باوجود اس قرارداد کے بھی ولندیزون نے بہت سے قیدیون کو رہائی دلائی۔

سنہ ۱۷۰۴ء میں جب انگریزون نے جبل الطارق کا محاصرہ کر کے فرانس والون کو نیچا دکھایا تھا اسوقت ایک مراکوی دو فرانسیسی نفر کے معاوضہ میں نہیں ملتا تھا ہر ایک قیدی کے تبادلہ میں تین مراکوی قیدی یا چھ سو ڈالر معہ ایک مراکوی قیدی طلب کیا گیا تھا حالانکہ اہل فرانس تین سو ڈالر معہ ایک مراکوی[1] نفر کے دیتے تھے۔

سنہ ۱۸۰۶ء اہل ہسپانیہ نے اٹھائی سو ڈالر فی آدمی ادا کر کے دو سو قیدی کو چھڑا یا بعد ازان انہون نے اور قیدیون کو بھی چھڑانا چاہا مگر بمشکل تمام پانچسو فی کس کی شرح سے وہ ایسا کر سکے۔ علی ہذا القیاس مختلف شرح پر قیدیونکی مخلصی ہوتی رہی۔

سنہ ۱۷۲۱ء بقول ونڈس تقریبًا گیارہ سو قیدی باشندگان یورپ تھے جن میں انگریز ہسپانوی۔ ولندیز۔ فرانسیسی پرتگیز اور یونانی تھے۔ قیدیون کی مخلصی کے واسطے مختلف ذریعون سے روپیہ جمع ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک رومی سوداگر مسمی ٹامس بین نے تقریبًا سوا لاکھ روپیہ بذریعہ وصیت عطا کیا۔

---

[1] اس موقعہ پر بسات جواہرات اور کچھ پارچہ یعنی دو ہزار دو سو پونڈ بطور تحائف اپنے ساتھ لایا اور اس تبادلہ میں دو قبائل جن میں دس نفر تھے اس کے حوالہ کئے گئے۔

قال کلام شاہ مراکو کو اس بیوپار میں ہر سال بہت فایدہ ہوتا تھا۔ ۱۷۳۳ء میں انگریزی سفیر سالیکا فرے نے ایک سو چوالیس انگریزوں کو خلصی دلائی مگر فی نفر تین سو پچاس پونڈ دینا پڑا۔ نیز خلصی گولی بارود میں ادا کی گئی تھی۔ سالیکا فرے کے زمانہ سفارت میں اہل انگلستان نے علاوہ چار لاکھ روپیہ بطور تحایف کے فی کپتان ہزار پونڈ۔ فی دیگر افسر آٹھ سو پونڈ اور فی ملاح چھ سو پونڈ ادا کرنا منظور کیا۔ لیکن اہل وینس کو فی نفر سات سو روپیہ ادا کرنا پڑا۔

۱۷۶۳ء میں فرانسیسیوں کو نپتالیس ہزار پونڈ ادا کرنا پڑا۔ اس وقت فی فرانسیسی چھ سو پونڈ۔ فی پرتگیز ساڑھے چھ سو پونڈ۔ اور فی ہسپانوی ہزار پونڈ پر خلصی پاتا تھا۔ گویا یہ بازاری قیمت مروجہ تھی۔

۱۸۰۰ء میں مراکو و ریاستہاے متحدہ کے مابین ایک معاہدہ ہوا جسکے رو سے یہ قرار پایا کہ جنگی قیدی سوداگر بیکر چھوڑ دیا جاے اور جو جہاز سمندر میں شکستہ ہوجاوین امداد دیکر وطن میں پہنچا دیئے جائیں۔ آہستہ آہستہ زمانہ نے اپنا رنگ بدلا۔ چنانچہ ۱۸۰۰ء میں محمد ہفتدہم نے فرانسیسی قونصل کے پاس شکایت کی کہ انگریز غلاموں کی کثیر تعداد جہاز پر سوار کرکے لے گئے ہیں۔

سلطان موصوف نے اپنے بیٹے کو پچیس ہزار پونڈ دیکر لٹا میں مراکوی اسرا کو چھڑانے کی غرض سے روانہ کیا اور سفر کے ممالک غیر کو اس امر کا اشتہار دیدیا کہ اگر مراکوی قیدیوں کو جو یورپ میں ہیں پروانہ راہداری دیکر روانہ کردیا جائے تو فی مراکوی نفر پانسو پونڈ دیا جائیگا جو غلہ گندم میں ادا کیا جائیگا۔ جب ۱۷۹۸ء میں بوناپارٹ نے مالٹا فتح کیا تو پانسو مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا۔ مگر بعد میں بھی جنوا و دیگر مقامات کے بازاروں میں مراکوی غلام فروخت ہوتے رہے۔

یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اقوام یورپ اسقدر مدت مدید تک بے چون و چرا خراج ادا کرتے رہے مگر اسکا باعث صرف یہی ہے کہ قورسان اصلیہ کو روپیہ دیکر اپنا استحقاق قایم کرنا چاہتے تھے۔ نیز یورپ کی طاقتیں آپس میں متفق نہ تھیں اور بربر کی حالت سے شخص ناواقف تھے۔ اگرچہ ان لوگوں سے جو وہاں قید رہ چکے تھے اس امر کی کافی اطلاع مل سکتی تھی کہ مراکو کی اصلی حالت کیا ہے۔ لیکن اہل یورپ کا سکوت زیادہ تر

عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

جن لوگون کو مراکو کی طرف سے تکالیف پہونچیں وہ ذی علم نہ تھے اور ان کی مبالغہ آمیز بیانات سے مراکو کی جراات بیرحمی غیرمحدود معلوم ہوتی تہی۔ نیز قیدیون کی تکالیف ان پادریون کی شور و فغان جو بغرض خلصی اسرار و پیہ جمع کرتے تھے اور دیگر امور از ین قبل نے اہلِ مراکو کی ایک نہایت خوفناک تصویر کھینچ رکہی تھی۔

نسبت رقوم جو سال بسال یورپ سے بمد محصول مراکو میں پہنچی تھیں یا بالفاظ دیگر تحایف بغرض استحکام رابطۂ اتحاد روانہ کئے جاتے تھے یہ محض بیفایدہ ہوگا کہ اس کے متعلق تواریخ کے اوراق الٹ پلٹ کرین۔ تاہم اسوقت کے مورخین کی تحریرین خالی از دلچسپی نہیں ہیں۔ لفظ کے اصلی معنون میں کوئی باقاعدہ خراج کبھی ادا نہیں کیا گیا البتہ مولائے اسمٰعیل کے عہد سلطنت میں جبکہ مراکو کی طاقت بڑے عروج پر پہنچ گئی تھی اور مراکو کی طاقت کا خوف یورپ کی تمام طاقتون کے دلون پر چھا گیا تھا۔ اسوقت جو کچھ بھی دیا یا ادا کیا گیا خراج کے اصلی معنون میں آ سکتا ہے۔

۱۸۳۲ء باستثنائے ہالینڈ جو ۱۸۱۵ء سے ۲۰۰ پونڈ ادا کرتا تھا غالبًا یہ خراج ادا کرنے کی بری مثال جنوبی یورپ کے تجارتی شہرون نے قایم کی تھی مثلاً اہل وینس نے اقرار کیا تھا کہ پچاس ہزار سیکون (ایک سکہ جو آجکل کے حساب سے قریبًا آٹھ روپیہ کا ہوتا ہے) وہ فورًا ادا کر دینگے اور دس ہزار سالانہ ادا کرینگے علاوہ ازین ساٹھ ہزار کے تحایف سلطان کے واسطے اور پانچ ہزار سیکون وزیر کے واسطے ادا کرتے رہتے مگر اس میں وہ تحایف شامل نہیں ہیں جو ملکہ کے پیشکش کرتے تھے۔ اسیطرح اہلِ وینس و اہلِ سویڈن خراج ادا کرتے رہے۔ اور ڈنمارک کی جانب سے بھی ادا ہوتا رہا۔ سب کے بعد سارڈینیا نے بھی شرایط قبول کر کے ہر قونصل کی تبدیلی کے چھتیس سو پونڈ دینا منظور کیا۔ واٹرلو کی لڑائی سے ایکسال پہلے ایک عہدنامہ تحریر ہوا جسکے رو سے عیسائیون کی غلامی موقوف ہوئی یعنی یہ قرار پایا کہ عیسائی لوگ غلام نہ بنائے جایا کریں۔

بربر میں عیسائی غلامون کی حالت ناگفتہ بہ ہے ان کو کئی قسم کے عذاب دیئے جاتے تھے مسٹر اوکلے نے ان کی حالت کو نہایت دردانگیز الفاظ میں بیان کیا ہے

وہ کہتاہے کہ اگر دنیا میں عذاب جہنم کو برای العین دیکھنا چاہتے ہو تو بربریں جاکر عیسائی غلاموں کی حالت دیکھو۔ نیز وہ تحریر کرتا ہے کہ ظالم بربریوں کو اپنے کتوں کی جانیں بہ نسبت ان بدبخت غلاموں کے زیادہ تر عزیز ہیں۔ بیچاروں کو طرح طرح کے شکنجہ عذاب میں مبتلا کیا جاتاہے اور کئی قسم کی محنت شاقہ ان سے لیجاتی ہے۔ جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔ تعمیر اور کاشتکاری کے تمام سخت کام انہی کے ہاتھوں نہایت بیرحمی کے طریق پر کرائے جاتے ہیں۔ خوراک بہت بُری بہم پہنچائی جاتی ہے لیکن اس قسم کی خوراک کے کھانے کا بھی موقعہ نہیں دیا جاتا۔ ایک ہاتھ سے تو کام کررہے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے منھ میں نوالہ ڈالے جاتے ہیں جیسی سختی یہاں ہوتی ہے پہلے کبھی کسی وقت نہیں ہوئی بلکہ بنی اسرائیل کی سختی بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے متذکرہ بالا واقعات کی تائید و تصدیق میں شہادت بکثرت ہے اور یہ شہادت بھی معتبر اور شہادت رویت ہے۔

مکانات غلامان

اس زمانہ میں یورپی غلام پل کے محرابوں کے نیچے رہا کرتے تھے جو شہر اور سلطانی اصطبل کے درمیان تعمیر کرایا گیا تھا۔ اہل فرانس اور اہل ہسپانیہ[لہ] نے وہاں اپنے گرجے بھی بنائے ہوئے تھے اور پادری عبادت کرنے کو وہاں موجود تھے۔ اس غلامی کی بُری حالت میں مذہبی رہنماؤں کا ہونا نہایت غنیمت تھا ۱۸۹۱ء میں کارلوس دویم (ہسپانیہ) نے بائیس ہوا ٹھائیس پونڈ ایک ہسپتال بنانے کے لئے عطا کیا تھا جس سے ایک عالیشان عمارت تعمیر کی گئی۔ بقول بڑیموٹ یہ ہسپتال بہت اچھی حالت میں ہے اور اس میں کافی مکانیت ہے۔

رفتہ رفتہ پل کی جگہ ایک بُری عمارت اسرائے عیسائی سے تعمیر کرائی گئی اس مکان میں ہسپتال۔ حمام اور سرائے موجود نہیں اور بعد ازاں قیدیوں کو وسط شہر میں مکانات رہائشی دیئے گئے۔ یہ مکانات بہرحال ان کے سابقہ زمین دوز مکانات سے بدرجہا اچھے تھے۔ کیونکہ پہلے مکانات بالکل اندھیرے تھے۔ نمناک تھے اور ہوا کے

لہ باوجودیکہ اسقدر رعایت قیدیوں کی رکھی جاتی تھی کہ ان کے گرجے موجود تھے اور مذہبی معلم مقرر تھے پھر بھی مصنف کی متعصب نظر برعکس نتیجہ نکالتی ہے مسلمان قیدیوں کی حالت تو ممالک یورپ میں ہی اگر کسی کو معلوم ہو تو پھر تہذیب اور وحشت کا موازنہ ہو جائے۔ مترجم

لہ یہاں ہندوستان میں بلاشک وشبہ انگریزوں کو اپنے کتوں کی جانیں شرفاء کی جانوں سے بھی زیادہ تر عزیز ہیں شرفاء زیادہ تر حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مترجم

مدنل و مخرج کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد اہل فرانس نے بھی وہان ایک ہسپتال کی بنیاد ڈالی۔

اہل ہسپانیہ کا ہسپتال تعمیر ہونے سے پیشتر پانچ ہزار قیدی کا عیسائی لوگون کے قبرستان سے مردے نکالنے کے لیے لگائے گئے تھے۔ کیونکہ سلطان کی یہ خواہش تھی کہ اس اراضی کو اپنے باغات میں شامل کرے مگر اس مقام کی ہوا ایسی خراب تھی کہ تقریباً پچاس آدمی اس مضر اور کثیف ہوا کے اثر سے مر گئے۔

مراکو میں قیدیون کے حالات نہایت دردانگیز تھے طلوع آفتاب سے پیشتر ہی ان کے کام کرانے والا افسران موجود ہوتا اور جو کوئی بیمار ہوتا تھا بجائے اس کے کہ اسکو اس روز آرام دیا جائے گھسیٹ کر لیجاتے تھے۔

خوراک قیدیون کو جو روٹی کھانے کو دیجاتی تھی بسا اوقات وہ ایسی بدرنگ اور بے مزہ ہوتی تھی کہ کتے بھی اسے کھانا گوارا نہ کرتے تھے۔ علاوہ ازین نصف چھٹانک تیل ملتا تھا گوشت کبھی نام کو بھی دیکھنے میں نہ آتا تھا۔ بعض اوقات قیدیون کو گھاس کے پتون اور جڑون پر گذارہ کرنا ہوتا تھا۔ سات چھٹانک کی روٹی ہوتی تھی بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ پانی بھی ناپ کر بذریعہ پیمانہ تقسیم کیا جاتا تھا بیچارے قیدیون کے لیے جو دن بھر کے کام سے تھک کر چور ہوجاتے تھے کچھ تسلی وہ بات تھی تو یہ تھی کہ ان کو عبادت کی طرف جو دعوت ہوتی تھی وہ شام کے وقت گرجا کی طرف سے ہوتی تھی۔ اگرچہ اطلاع گھنٹہ کے ذریعہ نہ دیجاتی تھی۔

ایام طاعون میں ایک اور مجلس قایم کی گئی جسکو جماعت ترحم کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ جب کبھی کسی قیدی کو پادری کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ اگر ممکن ہوتا کچھ نقدی پیش کرنے کے واسطے لیجاتا تھا مگر جو تحفہ زیادہ تر قبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا تو وہ شراب کی ایک بوتل ہوسکتی تھی۔

اس میں کلام نہیں کہ ان غلامون کی حالت جو خاص خاص اشخاص کی خدمت میں رہتے تھے بہت اچھی تھی ان کے واسطے ہر طرح کے سامان آرام مہیا ہوتے تھے۔ ان کو کافی آزادی ہوتی تھی۔ ان غلامون کو اپنے اپنے آقاؤن کے گھرون میں آزادی تو تھی ہی مگر طرفہ بات یہ ہے کہ غلام جو اپنے آقاؤن کا ملک ہوتے تھے ان کے

گھروں میں بلا روک ٹوک آتے جاتے تھے اور زنان خانہ میں بھی کھلم کھلا جاتے تھے بلکہ ان کے سامنے منھ پر نقاب ڈالنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی۔ حالانکہ مراکو کی غلاموں کو یہ اجازت ہرگز نہ دی جاتی تھی۔

ان غلاموں میں عورتیں بھی تھیں اگرچہ خوش قسمتی سے ان کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جب یہ عورتیں اپنے مذہبی اعتقادات میں ضد کرتی اور ثابت قدمی دکھاتی تھیں تو جو سلوک اہل مراکو کی طرف سے انکے ساتھ ہوتا تھا وہ قابل بیان نہیں ہے۔ دیلانی بیان کرتا ہے کہ ایک پرتگیز عورت معہ ایک لڑکے اور ایک لڑکی گرفتار ہوئی۔ جب اسکی لڑکی جوان ہوئی تو اس نے اس خوف سے کہ مبادا سلطان کی منظور نظر ہو جائے ایک ہسپانیہ کے رہنے والے نوجوان کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا۔ مگر اس نکاح کی اجازت لینے کے واسطے لڑکی کی والدہ کو اپنا سارا مال ہی اسکو دینا پڑا جس کی وہ لڑکی خدمت کرتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین غلام شاہی سپاہیوں کے حوالہ کیئے گئے کہ جو سلوک ان سے چاہیں کریں۔ ان غلاموں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے فرار ہو جانے کی کوشش کی تھی مگر بعض عیسائی عورتوں نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر ان غلاموں کی جان بخشی کرالی۔

عیسائی غلاموں پر بڑی بڑی سختیاں ہوتی تھیں۔ چنانچہ مینارٹ لکھتا ہے کہ معمولی خطا پر سولی کی سزا دیجاتی تھی۔ زندہ غلاموں کو آگ میں جلا دیا جاتا تھا اور کبھی کسی قسم کے شکنجہ عذاب میں انکو مبتلا کیا جاتا تھا۔ آدمیوں کے اوپر سے لدی ہوئی گاڑیاں چلائی جاتی تھیں بعض اوقات اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے۔ غلاموں کو ایک قطار میں ایک دیوار کے نیچے کھڑا کیا جاتا اور پھر اوپر سے وہ دیوار گرا دی جاتی تھی۔

سنہ ۱۷۴۰ء ان زمانہ میں باشندگان یورپ بازاروں میں بذریعہ نیلام اسیطرح فروخت ہوتے تھے جسطرح آجکل حبشی غلام اور مویشی کی خرید فروخت ہوتی ہے۔ چند سال بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراکو میں بالکل اصلاح نہیں ہوئی بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قیمت سے فرار نہایت مشکل تھا۔ کیونکہ شاہی محافظ ہر بندر پر موجود ہوتے تھے اور جب تک کسی کے پاس راہداری وغیرہ نہ ہو۔

گذرنے اور جہاز پر سوار ہونے نہ دیتے تھے اور رات کو واسطے گھنٹے رکھے ہوئے تھے کہ کوئی قیدی اندھیرے میں فرار نہ ہو جائے۔ باوجود اسقدر احتیاط اور حفاظت کے مفرورین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ قیدیون کی خاصی تعداد فرار میں کامیاب ہوتی تھی۔

سزا

اول تو فرار کا موقعہ بہت کم تھا اور فراری کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر وہ کامیاب نہ ہوا تو پھر موت یا موت کے قریب قریب اس کی سزا ہوگی۔ یا اسکو اسقدر شلاق کیا جائیگا کہ الامان۔ یا کان کاٹ دیئے جائیں گے۔ یا اور طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ باوجود اسکے لوگ فرار کو ترجیح دیتے تھے۔ جنگلون میں سے گذرنا ہوتا جہان ہر قدم پر درندون کا خطرہ تھا جو قیدیون کے آقاؤن کی نسبت زیادہ تر خونخوار تھے۔ فراری رات کو سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپ رہتے تھے۔ اس طریق سے بہت سے لوگ فرار ہو کر یورپ میں پہونچے۔ اگر کوئی شخص ان غلامون کے فرار میں اعانت کرتا ہوا پکڑا جاتا تھا تو اسکو سخت سزا دیجاتی تھی بلکہ کسی شخص پر اس بارہ میں محض شبہ ہی ہونا اسکو جلانے موت دینے کے لئے کافی تھا۔ لاکن پھر بھی باشندگان مراکوی بوجہ طمع نفسانی ان فراریون کو امداد دیتے تھے۔

جب کبھی یہ امر ظاہر ہوجاتا کہ فلان غلام فرار ہونے کی کوشش کرتا تھا تو ایک طالب یا کاتب کو بلایا جاتا تھا وہ آکر غلام کی خوابگاہ پر کچھ پڑھتا تھا۔ اور اسکے سارے کپڑے لپیٹ کر ایک گٹھڑی میں باندھ دیئے جاتے تھے ایسا کرنے سے یہ مراد ہوتی تھی کہ غلام کبھی آزادی حاصل نہ کرسکے بعض اوقات غلامون کو اختیار دیا جاتا کہ وہ خود بازار میں جاکر اپنی قیمت کی بولی دیں اور اپنے آپ کو فروخت کرکے بادائیگی زرفدیہ اپنی آزادی حاصل کرین یا ان کے رفقا کو خط لکھے جاتے تھے کہ اتنا روپیہ جمع کرکے ادا کرو مگر اس صورت سے شاذ و نادر رہی کامیابی نصیب ہوتی تھی۔ بعد میں جب پادریون کی وہ نجات دہندہ جماعت پہونچی تو پھر انہون نے قیدیون کی رہائی کا بیوپار شروع کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان قیدیون کو چھوڑائیں جو بہت دیر سے اس حالت میں ہیں لیکن اہل مراکو صرف ان قیدیون کو خلاصی دیتے تھے جو معمر اور ضعیف ہو گئے تھے یا بالفاظ دیگر جو محنت شاقہ کے قابل نہیں رہے تھے اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ بیچارے جوان آدمیون کی کیا حالت ہوگی اور ان کے دل میں کیا گذرتی ہوگی جب وہ خیال کرتے ہونگے کہ ابھی کسقدر

عرصہ تک انکو انتظار کرنا باقی ہے۔

نومسلمان

کثیر التعداد قیدی غلام کئی سہولتون اور رعایتون کو مدنظر رکھکر مسلمان ہوجاتے تھے جنسے ان سے محنت شاقہ نہیں لیجاتی تھی بلکہ مزید بران انکو بعض حقوق بھی عطا ہوتے تھے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے سلطانی رعیت بن جاتے تھے مگر بدین خیال کہ یہ لوگ بوجہ لالچ مسلمان ہوئے ہیں انکو لوگ اکثر بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ البتہ سلطان اور دیگر حکام کسی کے مسلمان ہونے کے موقعہ پر بغرض ترغیب تحریص آیندہ خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ نومسلمون کا کوئی اسلامی نام رکھاجاتا تھا ان کو ملازمت مرحمت کیجاتی تھی اور ان کی شادی بھی کسی حبشی عورت کے ساتھ کردی جاتی تھی۔

۱۶۹۰ء میں تقریبًا دو ہزار قیدی جو مامورا میں گرفتار کئے گئے تھے وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے اور منجملہ اٹھارہ ہزار قیدی کے جو مولائی اسمٰعیل نے کرایچہ میں قید کئے تھے۔ تقریبًا چودہ ہزار نے اسلام قبول کیا۔ ۱۱۹۵ء میں جب یعقوب المنصور کو قیدیون کی کوئی ضرورت نہ رہی تو اس نے بعد محاربہ الارکوس پندرہ سو قیدی ہسپانیہ سے روانہ کئے۔ ان قیدیون کو امیر موصوف نے آزاد کرکے کہا کہ جہان ان کی مرضی ہو وہان سکونت اختیار کرسکتے ہیں۔ بربریون کو نکال دیا گیا تھا تاکہ نووارد اجنبیون کو جگہ ملے۔ چونکہ ان کی اقامت ماہ شعبان میں ظہور میں آئی اسواسطے بقول مراکوی مورخین یہ لوگ بھی شعبانی کہلانے لگے۔ بہت دیر تک تو یہ لوگ اپنے مذہب پر قایم رہے مگر بعد میں چونکہ ان کے درمیان کوئی پادری وغیرہ نہ تھے اس لئے بتدریج سب نے اسلام قبول کرلیا اور آہستہ آہستہ اہل وطن کے ساتھ کچھ ایسے مخلوط ہوگئے کہ وہان کے متوطنون اور ان کے مابین کوئی امتیاز نہ رہا۔ مدت مدید تک یہ لوگ اپنی بہادری کیوجہ سے مشہور رہے۔ متذکرہ بالا واقعات سے اتنا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ باشندگان یورپ کی حالت جنکو مراکو میں طوق غلامی پہنادیا جاتا تھا بہت بری تھی اور مراکوی تاریخ میں یہ ایک بڑا بھاری دھبہ اہل مراکو پر رہیگا۔ لیکن یہ امر بھی اس جگہ تحریر کرنا بے محل نہیں ہوگا کہ بہ نسبت یورپین غلامان کے حبشی غلامون کی حالت جنکو اہل یورپ نے اپنا غلام بنالیا تھا زیادہ تر بری تھی۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اہل مراکو جو سختی عیسائی مسلمانون کے ساتھ کرتے تھے اس سے نصف سختی بھی انہون نے کبھی اپنے حبشی غلامون کے ساتھ نہیں کی۔

جو لوگ اہل یورپ میں سے مراکو میں اسیر ہوتے رہے وہ یا تو ایسے ملاح تھے جو جہاز ٹوٹنے کے بعد اہل مراکو کے ہاتھ پڑ جاتے تھے۔ یا وہ جانباز سوداگر تھے جو منافع کی غرض سے ہر قسم کے خطرہ کا مقابلہ کرنے سے منہ نہیں پھیرتے تھے۔ فی الحقیقت اہالی یورپ کو مراکو میں زیادہ تر تکالیف اس وجہ سے ہوئیں کہ وہاں جا کر انکو بدوی سادہ زندگی بسر کرنی پڑتی تھی جسکے وہ عادی نہ تھے۔ علاوہ برین فراری کی نا امیدی اور حصول زر فدیہ کی مایوسی اور اسیر کنندگان کی زبان سے محض ناواقفیت یہ ایسے امور تھے جنکی وجہ سے یہ اسرا اگر انکو ورا صل تھوڑی سی بھی تکلیف تھی تو اسکو بیس گنا محسوس کرتے تھے۔

خاص مدعا جسکے لئے یہ قیدی ملک میں روک لئے جاتے تھے فدیہ کا حاصل کرنا تھا اندر رفتہ رفتہ دولتمند عرب غلاموں کا بیوپار کرنے لگ گئے ہو اسلئے سنہ ۱۸۰۰ء میں یہ تجویز ہوئی کہ ہر ایک غلام کی قیمت کی شرح خاص مقرر کیجائے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو ان کی گورنمنٹ نے زر مخلصی دیکر آزاد نہ کرایا انکو مقامی حکام نے خرید کیا اور جبتک گورنمنٹ متعلقہ نے بذریعہ ادائگی روپیہ انکی مخلصی خریدی وہ وہاں ہی پڑے رہے اب حالات بہت کچھ تبدیل ہوگئے ہیں اور اس قسم کا سلوک اہالی یورپ کے ساتھ صرف انہی اضلاع میں ہوتا ہے جو دار الخلافہ سے بہت فاصلہ پر واقع ہیں اور جو حکومت سلطان کے برائے نام ماتحت ہیں اگر اہالی یورپ رئیف وغیرہ میں اب پکڑے بھی جاتے ہیں تو دار الخلافہ میں بحراست روانہ کئے جاتے ہیں اور حسب ارشاد سلطانی عملدرآمد کیا جاتا ہے۔

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کسقدر غلاموں کی مخلصی کرائی گئی تھی:-

سال عیسوی جس میں مخلصی دلائی گئی	نام ان اشخاص کے جنہوں نے مخلصی حاصل کی	تعداد غلامان جو رہا کرائے گئے	کیفیت
سنہ ۱۲۵۵ء	گلبرٹ واید ورڈو	۳۶۰	
×	پیٹرک ولیم	۵۹۰	
سنہ ۱۳۰۷ء	ریمنڈ البرٹ	۳۰۰	
سنہ ۱۳۱۲ء	گلر موگرا ووکلادی	۲۳۶	
سنہ ۱۳۳۵ء	سن راقسیس جوبن دی نوکا	۱۱۷	
سنہ ۱۴۱۲ء	و	۱۵۰	
سنہ ۱۴۲۰ء	جوبن دی برن و برنارو وارنس	۲۵۸	

سال عیسوی جس میں خلاصی دلائی گئی	نام ان اشخاص کے جنہوں نے خلاصی حاصل کی	تعداد غلامان جو رہا کرائے گئے	کیفیت
سنہ ۱۳۰۰ء	ولنس ڈی فوورکا سورن ڈی پیرس	۱۰۴	
سنہ ۱۴۱۰ء	ایضاً	۱۴۰	
سنہ ۱۴۳۱ء	گونزی مارٹی نیز	۲۹۹۴	
سنہ ۱۴۴۷ء	یوس ڈی مرفسٹو بارمولولوسیو گوریہ	۱۸۹	
سنہ ۱۴۵۰ء	انفانسو ڈی ولورڈی	۱۱۴	
سنہ ۱۴۹۰ء	بیری ایوکاردو و جین لی ڈیسیو	۲۰۴	
سنہ ۱۵۱۷ء	انٹانیو ڈی نیبرڈس و فیاس ڈی کاردووا	۱۰۶	
سنہ ۱۵۱۹ء	دیوگوری گیانگوس	۵۰۰	
سنہ ۱۵۲۹ء	کارسیا ڈی فینزر	۸۹	
سنہ ۱۵۴۳ء	گبریل ڈی اینڈراد و الیسو ڈ رودی سولا	۱۲۶	

سنہ ۱۵۰۵ء میں شہر فاس میں ایک ہزار قیدی تھا اور سنہ ۱۵۶۳ء میں مراکش میں تقریباً دو ہزار سنہ ۱۶۲۶ء میں دو ہزار عورت کی جانب سے ایک درخواست گورنمنٹ انگریزی کے پاس پہونچی جسکا مضمون یہ تھا کہ ہماری شوہر مراکو میں قید اور غلامی کی ذلت میں گرفتار ہیں۔ کوئی دس سال بعد ایک عرضداشت منجانب ایک ہزار عورت اسی مضمون کی وصول ہوئی سنہ ۱۶۴۲ء میں طیطوان میں تخمیناً تین ہزار سے چار ہزار۔ مراکش میں پانچ ہزار سے چھ ہزار تک۔ اسیلہ میں پندرہ سو سے دو ہزار تک اور فاس میں تقریباً پانچ ہزار عیسائی غلام تھے اس تعداد کے علاوہ اور بھی عیسائی غلام ملک کے اندرونی حصہ میں تھے۔ سنہ ۱۷۵۶ء میں پادری جارج وبے جہ آبرنٹ نے ۷۳ غلاموں کو زر خلاصی ادا کرکے رہا کرایا۔ بعد میں ۱۷۴ غلاموں کو رہائی ہوئی اور سنہ ۱۷۸۲ء میں ۱۴۴ رہا کرائے گئے۔ رفتہ رفتہ غلاموں کی تعداد ملک سے گھٹتی گئی اور سنہ ۱۸۱۹ء

میں بہت تھوڑی تعداد باقی رہگئی تھی اور اسی سال سلطان نے جسقدر عیسائی غلام تھے انکو مراکو ہی قیدیوں کے ساتھ جو مراکش یورپ میں تھے ۔ تبادلہ کرنے کی غرض سے دیدیا۔

باب (۱۵) پانزدہم

عیسائیت اور مراکو

یہ ایک عام قیاس ہے کہ ایک زمانہ میں مراکو میں عیسائی گرجا موجود تھا اور عیسائی مذہب وہاں اچھی رونق حاصل تھی لیکن جب تحقیق کیجاتی ہے تو اس قیاس کی تائید میں کوئی معتبر شہادت نظر نہیں آتی اور جو دلایل اس قیاس کی تائید میں پیش کی گئی ہیں وہ ناکافی ہیں اور قابل پذیرائی نہیں۔ مرسر کا قول ہے کہ ایک یہودی سینٹ مارک اس ملک میں وارد ہوا۔ اور اپنے مذہب کی تلقین کرتا ہوا اسکندریہ میں پہونچا۔ وہ ۴۰ سنہ عیسوی سے ۶۸ء تک وعظ وغیرہ کرتا رہا۔ اور اس نے چند گرجوں کی بھی بنا ڈالی۔ مگر ان سب امور کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے اور اگر کچھ جزوی کامیابی عیسائیت کو مشرقی افریقہ کے صوبجات میں جو اہل روم کے زیر حکومت تھے حاصل ہوئی بھی ہوتا ہم اتنا بلا شک وشبہ کہا جاسکتا ہے کہ عیسائیت کے پاؤں مراکو میں نہیں جمے ۔ یہ امر بھی اغلب ہے کہ اہل روم میں بعض عیسائی مذہب رکھتے ہوں چنانچہ ایک کس مسمی مارسیلس اس واسطے قتل کیا گیا تھا کہ اس نے اس بنا پر کہ وہ عیسائی ہے شہنشاہ کے سالگرہ کے موقعہ پر بعض بت پرستی کی رسوم ادا کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اور کیسی اس کو بھی قتل کردیا گیا تھا کیونکہ وہ رجسٹرار تھا اور اس نے بوجہ عیسائی مذہب کا پیرو ہونے کے فتوے سزا تحریر کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اکثر اوقات عیسائی پادریوں کا ذکر اس زمانہ میں سنا گیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں گرجے بھی تھے۔

زمانہ اسلام　اسلام کے زمانہ ابتدائی میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فاتحان عرب نے کثیر التعداد عیسائیوں کو مغلوب کیا لیکن یہ عیسائی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہی اہل وطن تھے جیسے کہ یہودی تھے جسکو انہوں نے اسی زمانہ میں مطیع کیا تھا۔ علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی ہے

ؔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب فرنگیوں نے اہل بربر کو مطیع کیا تو انہوں نے ان کو اپنا ہم مذہب

جس سے مغالطہ پیدا ہوا ہوگا کہ مؤرخین مراکو ان تمام اشخاص کو جو نہ مسلمان تھے اور نہ یہودی بلا امتیاز عیسائی کہتے چلے گئے ہیں جو تاریخ اہلِ اسلام کے حملوں سے متعلق ہے اس سے اس وقت کے کفار کی نسبت جو اکثر اہلِ وطن تھے کچھ بھی حال منکشف نہیں ہوتا۔

سنہ ۱۰۳۹ء کی تحریرات سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ ملک بغیر مقابلہ کے مفتوح ہوگیا تھا کیونکہ عیسائی گرجے اب تک نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اب صرف کھنڈرات ہی کھنڈرات ہیں۔ فاتحان نے صرف اسی بات پر اکتفا کیا کہ ہر ایک گرجا کے بالمقابل ایک مسجد تعمیر کردی۔ مگر اس مورخ نے جو کچھ لکھا ہے ٹیونس کی نسبت ہے۔ اس لئے اسکا بیان ملک مغرب سے متعلق نہیں ہے۔ اس خصوص میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کہ مراکو میں عیسائی مذہب کا دور دورہ رہا ہے۔ بعض مورخین نے ارقام کیا ہے کہ باشندگان بربر کے اعتقادات مذہبی میں عیسائیت کا شائبہ نظر آتا ہے لیکن اسکی ممکن وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ چونکہ عیسائی غلام اس ملک میں مدت مدید تک رہا کئے اسواسطے اہلِ ملک کچھ نہ کچھ ان سے متاثر ہوگئے ہونگے اور بھی کئی ایک اس قسم کے ماخذ ہیں جن سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کبھی عیسائی مذہب کا دخل تھا۔ مثلاً مختلف مقامات کے نام ایسے ہیں جن سے یہ امر واقعہ مفہوم ہوتا ہے اور پرانی عمارات کے متعلق جو قصے کہانیاں زبان زد خلایق چلے آتے ہیں وہ ایک سماعی شہادت کا کام دیتے ہیں[۱] ۰:۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) بھی اختیار کرلیا اور اہلِ اسلام کے وقت تک وہ ان کے مذہب کے پیرو رہے۔ گیانکوس کہتا ہے کہ اہل بربر بالکل جاہل تھے بعض ان میں سے عیسائی تھے لاکن اکثر لوگ بت پرست تھے مگر باشندگان کی زیادہ تعداد یہودی مذہب کو مانتی تھی +

[۱] مسٹر ڈیلیوڈی۔ راک فیلا تحریر کرتا ہے کہ مکناس میں اب تک بھی عیسائیت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہاں کی عورتیں روز یکشنبہ کو متبرک خیال کرتی ہیں اور اس دن روزانہ کام کاج نہیں کرتیں۔ مس کوپیگ تحریر کرتی ہے کہ شمالی افریقہ میں میں نے چند عورتیں دیکھیں جنکی کلائیوں میں صلیبی نشان لگا ہوا تھا اور کچھ الفاظ بھی سریانی زبان میں بنائے ہوئے تھے مگر وہ عورتیں ان نشانوں کی اصلیت سے محض ناواقف تھیں۔ اس سے یہ منتج ہوتا ہے کہ ان کے بزرگ عیسائی تھے اور مسلمانوں کی آمد پر انکو مجبوراً اسلام قبول کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے اپنی اولاد کو یہ امتیازی داغ دیدیا کہ شاید کوئی وقت آئے تو ان کو کوئی اپنے پرانے مذہب کی طرف رہنمائی کرے ۰:۰

اب پھر سولھوین صدی کے اوایل میں پادری لوگ مراکو میں آنے شروع ہوئے۔ جبکہ فرانسس آوف اسیسی کے ایک گشتی خط نافذ کیا جسپر پادری ملا دینا کے مختلف حصّون میں منتشر ہو گئے۔ بعض ان میں سے ہسپانیہ میں وارد ہوے۔ وہان انجیل کا وعظ شروع کیا جسکی پاداشس میں وہ قید کئے گئے۔ مگر قیدخانہ بھی ان کی زبانون پر کوئی روک پیدا نہ کرسکا اور قیدخانہ سے صرف وہ موت کا فتویٰ بھگتنے کو لیئے باہر لائے گئے۔ دیگر پادری بسرکردگی فرانسس اوف اسیسی مراکو میں پہونچے۔ لیکن رستہ سے اُنکو روم میں واپس بُلا لیا گیا۔ بادشاہ پورتگال کا بھائی نوواردپادریون پر بہت مہربانی کرنے لگا۔ اسوقت ہسپانیہ کا حاکم امیر یوسف سویم تھا۔ دو دفعہ ان کو سیٹہ کو روانہ کیا گیا تاکہ وہان ہسپانیہ میں جا پہونچیں۔ مگر ہر دو دفعہ انکو مراکش میں واپس آنا پڑا[۱] جہان ان کا جوش کسی صورت سے فرو نہ ہوا۔ حتی کہ موت نے ہی اسے ٹھنڈا کیا۔

بقول فرے۔ دی۔ ایل پورٹو یہہ پادری تعداد میں چھ تھے ان میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا کہ انہون نے امیر مراکو کے حضور میں اپنی دعوت مذہبی شروع کر دی۔ امیر کو سخت غصہ آیا اُسنے حکم دیا کہ ان کو سنگسار کرکے قتل کردو اور ان کی لاشیں جلادی جایئں مگر لوگون کے دلون پر اسکا بُرا اثر ہوا۔ وہ ان پادریون کو ولیون میں شمار کرنے لگے۔ مگر بعدازان امیر مراکو بھی پچھتایا اس نے خیال کیا کہ یہ اشخاص بے گناہ تھے۔ بنابرین اُس نے ہر ایک کی یادگار میں ایک ایک گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ گویا امیر نے یہ اجازت بطور کفارہ کے دی۔ ان واقعات کی نسبت کوئی تحریر نہیں ہے۔ البتہ مراکو میں اس واقعہ کے متعلق ایک تحریر پائی جاتی ہے ان پادریون کی لاشیں پورتگال میں روانہ کی گئیں جہاں ۱۴۸۱ء میں ان کا نام مذہبی مجاہدین کی فہرست میں درج کیا گیا۔ دوسرے سال سات شخص جو بڑے دل چلے تھے وارد ہوئے سیٹہ میں ان کو قتل کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی لاشیں مراکش میں پہنچائی گئیں۔ بعد میں پُرتگال میں لائی گئیں اور ان اشخاص کے نام بھی ۱۵۱۶ء میں فہرست مجاہدین مذہبی میں ایزاد کئے گئے۔

[۱] جلاوحید کہتا ہے کہ تمام ملک میں جو موحدین کے زیر حکومت تھا ایک گرجا بھی بنانے کی اجازت نہ دیگئی تمام یہودیون نے اسلام قبول کیا۔ مسجدمین نمازیں ادا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو قرآنی تعلیم دیتے تھے تاہم یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ دلون کی جانتا ہو الا اللہ تعالیٰ ہے نہیں معلوم کسی کے دل میں کیا ہے اور کسی کے مکان کے اندر کیا ہو رہا ہے۔

سنہ ۱۲۲۵ء بعد ازان ان پادریون کا انتظام جو مراکو میں بغرض دعوت مذہب عیسوی بھیجے جاتے تھے روم والی اسکے سپرد ہو گیا اور سنہ ۱۲۲۶ء میں ہونوری آیتن سوم نے ایک فرمان بدین مضمون نافذ کیا کہ جملہ پادریان مراکو اپنے قواعد کی ترمیم کریں۔ ڈاڑھی سب بدولج ملک رکھیں۔ لباس میں تبدیل کریں اور خیراتی کامون کے واسطے روپیہ ہمراہ رکھیں۔

بشپ اول اس جدید انتظام کی وجہ سے تاریخ مراکو میں ایک بھاری تغیر ظہور میں آیا۔ اور گریگوری نہم نے پہلی دفعہ اگنلس کو بعہدہ بشپ پر ممتاز کیا۔ یہ تقرر شدہ پادری دو خط بھی ہمراہ لایا۔ یہ خط اوریس ثالث (المامون) کی طرف تھے۔ ایک خط میں مذہب عیسوی کے اصول بیان کیے گئے تھے اور دوسرے میں خلیفہ کو عیسائی مذہب قبول کرنے کی دعوت کیگئی تھی خلیفہ تو گذشتہ سال فوت ہو چکا تھا اور ہر دو خط اسکے بیٹے رشید ابول کو جسکی اللہ عیسائی ہی پہونچے۔ رشید اس پادری کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا جسکے جلد میں اسقف اعظم نے ایک شکریہ کا خط خلیفہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

اگنیلس کی وفات بعد لوپس مقرر ہوا۔ پوپ نے لوپس کو بھی ایک خط لکھا اس میں علی رابع کو عیسائیت کی طرف دعوت کی گئی تھی اور اس میں بڑے وعدے کئے گئے تھے کہ اسکی سلطنت کی حفاظت کی جاوے گی اس کے مخالفون کا اچھی طرح تدارک کیا جائیگا وغیرہ وغیرہ۔

اب پادریون کا امیر کے دربار میں بہت رسوخ ہو گیا تھا چنانچہ امیر کیطرف سے اپل ناس کے ساتھ مصالحت کرنے کو واسطے یہی جو لوگ مقرر کیے گئے تھے سنہ ۱۲۷۶ء میں تیسرا بشپ بینکس مقرر ہوا۔ اس سے سو سال بعد کی تاریخ کچھ مسلسل نہیں ہے مختلف اشخاص مقرر ہوتے رہے۔ بعد ازان عملی طور پر عہدہ بشپ سبتہ میں ہی محدود ہو گیا اور پھر اس عہدہ پر اہل ہسپانیہ رہے یا اہل پرتگال مقرر رہے۔ سنہ ۱۴۸۶ء میں اٹلی کا ایک شخص مراکو میں دبیر پادری مقرر ہوا۔ آخری دو صدی میں پادریون کو کبھی کامیابی بھی حاصل ہو جاتی مگر اکثر اس کوشش میں جان سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ یہاں دو شخصون کا بالخصوص ذکر کیا جاتا ہے یعنی گلبرٹ اور ایڈورڈ یہ دونو اہل فرنگ میں سے تھے اور مراکش میں مارڈالے گئے۔ سنہ ۱۲۶۲ء میں ہیرک اور ولیم زندہ جلا دیئے گئے اور سنہ ۱۳۳۶ء نکلس فرنی او سکوستر جو انگلستان کے رہنے والے تھے مراکش میں قید کیے گئے۔

دو صدی بعد انہونی آف سینٹ میری نے جو آئرلینڈ کا باشندہ تھا انکار کر دیا کہ جب تک کوئی دوسرا آدمی اسکی جگہ نہیں آئیگا وہ مراکو نہیں چھوڑیگا۔ بنا بریں غلامان یورپ نے ایک شخص کو جو مراکو کا رہنے والا تھا بدین غرض ارسال کیا کہ وہ الجزائر سے جا کر کوئی پادری لے آئے اور جسقدر روپیہ اس میں صرف ہو لگا دے۔ گویا جس قیمت پر پادری حاصل ہو سکے خرید لائے

سنہ ۱۲۲۰ء سے ۱۴۳۱ء اس کے بعد بھی پادری لوگ مراکو میں اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی غرض سے آتے رہے۔ بعض کی قسمت میں قید لکھی تھی۔ بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو غیر ملک سے خارج کر دیا گیا۔ ۱۶۸۶ء میں سب پادری جلاوطن کئے گئے اور سپٹہ کو روانہ کئے گئے۔ لیکن ان پادریوں سے بڑی بڑی معاملات میں امداد لیجاتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معتبر اور ممتاز لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ فرانس اور ہسپانیہ کی طرف سے تو پادری لوگ سفارت پر مراکو میں اکثر روانہ کئے جاتے تھے مگر سلطان مراکو کیجانب سے بھی دول یورپ کی طرف سفیر ہو کر کئی دفعہ گئے ہیں۔

مذکور رہے کہ ۱۷۹۰ء میں پادریوں کو سلطنت مراکو میں گشت کرنے کی اجازت عطا ہوئی اور ۱۸۶۷ء میں ان کا اسباب محصول سے مستثنے کیا گیا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پادریوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ عیسائی لوگوں کے تنازعات خود فیصل کیا کریں۔ پادری لوگ مراکو میں اپنی مذہبی دعوت میں سر توڑ کوشش میں لگے رہے اور اس میں اکثر ان کو اپنی حدتک جانیں بھی توڑنی پڑتی تہیں۔ چنانچہ کئی پادری قتل کئے گئے کئی ایک سنگسار ہوئے بالفاظ دیگر جو کوششیں مراکو میں عیسائیت کی دعوت میں ہوئیں وہ شاید ہی کسی اور ملک میں ہوئی ہونگی مراکو بڑی جانفشان سعی کا نظارہ بنا رہا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی کے اخیر میں جو لیوڈی پورٹو فاس میں قتل ہوا۔ جل اگوان انبلو میں بیٹرانیس اور جوآن ول پریڈ نے موت کا ذائقہ وہاں ہی چکھا۔

عجیب خوش اعتقادی فرانسسکو ڈی ایل پورٹو کا بیان ہے کہ اکثر لوگوں نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا کہ جوآن ول پریڈ پر آسمان سے فرشتے اُترے یہاں تک کہ فرشتوں کی آوازیں سنائی دیتی تہیں۔ اس شہید دین کے مزار پر عجیب قسم کے آگ کے شعلے دکھائی دیتے تھے اور اسکی قبر پر شبنم پڑتی تھی حالانکہ

گرداگرد بالکل زمین خشک نظر آتی تھی۔ آخر کار اسکی نعش نکال کر ہسپانیہ میں لیگئے۔ پر مؤرخ اعتذ بھی اسی قسم کی کرامات پیرپڈو کی طرف منسوب کرتا ہے۔ چنانچہ ایک لکھتا ہے کہ جب کہ یہ مرا اور اسکے ہمراہیون کو پکا پکایا کھانا جنگل میں جابجا پایا گیا۔

۱۵۷۸ء جو پرتگیز القصور کی لڑائی میں قید ہوئے۔ ان میں ایک شخص ٹامس فری انڈیڈا نامی تھا جب اسکی زر فدیہ ادا کرکے اسکو رہائی دلائی گئی تو ہس نے کہا کہ خواہ میں یہان بحالت قید رہون اور خواہ بحالت آزادی میں مراکش سے جانے کا نہیں بیکہ ان قیدی بھائیون کے پاس رہنے کو ترجیح دیتا ہون۔ ہس ٹامس نے قید خانہ میں ایک کتاب لکھی جسکا نام شاہوس ڈی جیسی ہے نیز سینٹ آگسٹین کے کمالات زندگی قلمبند کئے۔ یہ ایک کھیل تھی اور ہزمی کا تماشا مراکو کیا گیا۔ بہت سے نومسلم اس کے پھر عیسائی ہرگئے۔ اور اس تبدیل مذہب کی بنا پر ہیڈرو۔ نوآرد المعروف قاید احمد کو مصلوب کیا گیا۔ ایک شخص کی نسبت جو دراصل مؤیر نحامر قوم ہے کہ جب ہس نے عیسائی مذہب قبول کیا تو اسپر موت کا فتوی صادر ہوا۔ اور اسکو مہلت دی گئی کہ شاید وہ دین اسلام کیطرف پھر رجوع کرلے۔ مگر وہ اپنے ارادہ میں اسقدر پکا رہا کہ جو خون اسکے زخم سے نکلتا تھا وہ اسکو اپنے سر پر ڈالکر کہتا تھا کہ چونکہ ابھی تک میں نے بپتسما نہیں لیا اسکے گواہ رہو کہ یہ خون اسکے قائمقام ہے۔ وہی مؤرخ تحریر کرتا ہے۔ کہ ایک بوڑھا شخص جو اپنی قطع و وضع سے بالکل وحشی دکھائی دیتا تھا۔ ایک روز جمعہ کو جب امام منبر پر سے اٹھا تو وہ منبر پر چڑھ گیا اور باآواز بلند عربی میں کہا کہ مسیح اب تک زندہ ہے۔ اور حکومت اور تسخیر کرتا ہے پھر دنیا میں آئیگا۔ باقی جو کچھ ہے محض فضول ہے یہ کہکر منبر سے اُتر رفوچکر ہوگیا۔

اگرچہ لوگون کو مذہب عیسوی کیطرف دعوت کرنے میں کوشش بلیغ کیگئی اور اس سعی میں بہت سی جانیں کام آئیں تاہم اس امر کا تخمینہ لگانا قریب ناممکن ہے کہ کس حد تک یہ کوشش مشکور ہوئی اور کہان تک یہ جان نثاریان بار کامیابی لائیں۔ سیہ مثالیں تو کہیں کہیں نظر آتی ہیں کہ کئی مراکوئی اشخاص نے مذہب عیسوی قبول کیا۔ لیکن ویسی گرجا کی بنیاد وہان کبھی نہیں رکھی گئی اور جن اشخاص کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہون نے مذہب عیسوی کو قبول کیا ان میں زیادہ تعداد ایسی دکھائی دیتی ہے جنہون نے

تبدیل مذہب ، دین برحق خیال کرکے بلکہ اپنی ذاتی اغراض کو مد نظر رکھکر کیا۔ الونسٹ چہارم نے مجاہدین بینٹ جیمس کو کہا کہ امید ہے بادشاہ (اسمٰعیل ذی سلی) مذہب عیسوی اختیار کریگا۔ مگر اس قسم کی امید کے واسطے کوئی وجہ موجہ ظاہر نہیں کی گئی مسطور ہے کہ شاہی خاندان کی ایک شہزادے عیسائی ہوگئی اور ان کی نسبت جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ خالی از دلچسپی نہیں ہیں ،

مولائے العربی اور مولائی محمد القازی نے جن کا مقدم الذکر مولائے رشید کا برادر زادہ تھا۔ لرابیج میں آکر پناہ لی۔ مولائی العربی بعد ازاں ہسپانیہ میں چلا گیا اور پورتو سنتا دیریا میں اسکو بپتسمہ دیا گیا اور اسکا عیسائی نام آگسٹین ذی کروا رکھا گیا اور وہ مونک (فقیر) بن گیا۔

۱۶۸۹ء ایک خط میں (نام کتاب معنفہ ڈاکٹر برون) میں درج ہے اس خط کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کا گمنام خط ہے اس میں تحریر ہے کہ شاہ مراکو کا بیٹا جب براہ تری مکہ کو جارہا تھا تو مالٹا کے عیسائی مجاہدین نے اسکو گرفتار کر لیا۔ شہزادہ ایک ہزار کروان ٹونس کے بے سے قرضہ لیکر زر فدیہ ادا کرکے قید رہائی حاصل کی بعد ازاں عیسائی ہو گیا۔ اسکا عیسائی نام بالتھاز ڈی لیو لاؤ مقدر رکھا گیا اور سسلیا میں پادری مقرر ہوا۔ اس خبر کے سننے سے اسکی ملکہ سخت بیمار ہوگئی اور اسی صدمے سے راہی ملک بقا ہوئی اور اسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اس وقت اسقف اعظم الگزینڈر ہفتم تھا۔ شہزادہ مراکو نے پھر وعظ کہنا شروع کیا اور اس وعظ کے اثر سے ایک سو پچاس ترک عیسائی ہوگئے اور بعض اسلام نے بھی مذہب عیسوی قبول کر لیا اور فلانڈرس میں بپتسمہ دیا گیا۔

بعد ازاں ٹورس میں وعظ کرتا رہا۔ لوگ اسکو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں وہ تارک الدنیا تھا۔ اور دو بھاری سلطنتوں فاس اور مراکو کو لات مار چکا تھا۔ اول وہ عرب الہند میں عیسائی مذہب کی منادی کرتا رہا اسکے بعد میں سلطنت مغربیہ کا رخ کیا۔ مولائے الشیخ کے ایک بیٹے نے اور مولائے اسمٰعیل کے ایک نبیرہ نے مذہب عیسائی اختیار کر لیا تھا۔ اور موخرالذکر نے لوئیس پانزدہم کو ارقام کیا کہ آپ میرے مذہبی باپ بنیں۔

سنہ ۱۶۳۷ء عام لوگ جو عیسائی ہو گئے تھے ان کا اس مقام پر ذکر محض طوالت ہو گی۔ پوردٹ
لکھتا ہے کہ ایک شریف جو گورنر آزمور کا بھائی تھا عیسائی ہو گیا تھا اور میڈرڈ میں اسے
بپتسمہ دیا گیا۔ اسیطرح مذکور ہے کہ ایک مسلمان مراکو کا باشندہ عیسائی ہو گیا تھا
کیونکہ یہ شخص نابینا تھا اور پرنس فرنینڈو کی نعش سے چند خون کے قطرے جو اس کی
آنکھوں پر پڑے تو وہ روشن ہو گئیں۔ بقول تھورس فرنینڈو پرنس آوف پورتگال
یرغمال میں دیا گیا تھا اور جب اس نے وفات پائی تو اس کی نعش فاس جدید کی
دیواروں پر لٹکائی گئی چونکہ وہ نابینا شخص جسکو اس صدمہ کے بینائی حاصل ہو گئی تھی عیسائی
ہو چکا تھا اس گناہ میں اسکو قتل کر دیا گیا اور شہر کے باہر اسے مدفون کیا گیا اس
مزار کی وہاں کے لوگ بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ کیپوشن فادرز کی قبور کی اہل
مراکو قبور اولیا کی سی تعظیم کرتے تھے۔

کئی ایک یہودیوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ آخر نوبت شکایت رسید
جیبر سلطان کی طرف سے حکم نافذ ہوا کہ اہل یہود کو اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہیئے۔ اگرچہ
سنہ ۱۴۰۸ء یہ حکم بعد مذہب اسلام قبول کرنے تک ہی محدود کیا گیا۔ وتنیس اوسیورن دو
بیادسیان نجات دہندہ کے ہاتھ پر ایک ربی یعنے مجتہد حضرت مسیح پر ایمان لایا۔
ایک اور یہودی مجتہد نے جسکا نام سیموئیل مارشنیس تھا عیسائی مذہب قبول کیا۔
سنہ ۱۶۲۷ء اسکے حالات بہت دلچسپ ہیں اس نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں عیسٰی کے مسیح
ہونے پر دلائل پیش کئے۔ ایک تیسرا ربی پیرس میں صرف درس تدریس عبرانی کے
لئے آیا۔ علیٰ ہذا القیاس اہل یہود عیسوی مذہب قبول کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں
جو بہت مدت نہیں گذری کہ واقع ہوئیں۔

عیسائیون کے گرجے

مراکو میں سب سے اول ایک گرجا مراکش میں تعمیر ہوا۔ اس گرجا
کے تعمیر ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ شاہ سپین نے ادریس المامون
کو اس شرط پر کمک دی تھی کہ مراکش میں ایک گرجا بنانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن
چند سال بعد یحیٰی نے جو ادریس المامون کا مقابل تھا اس گرجا کو مسمار کر دیا۔ نہ صرف
اس گرجا کی قسمت میں مسماری تھی بلکہ تمام عیسائی عمارتیں منہدم کی گئیں۔ مگر مراکش
میں گرجا از سرنو تعمیر کیا گیا۔ اس گرجا میں ایک عجیب کی بات یہ تھی کہ اس میں

بہت تصویریں اور بُت[1] وغیرہ رکھے ہوئے تھے جن کی وجہ سے اہل مراکو نے اسے لوٹ
لیا۔ ایک خانقاہ اور ایک ہسپتال کی بھی بنا ڈالی گئی تھی۔ اور مولائے احمد الشیخ کے حکم سنہ ۱۶۵۳ء
سے ان تمام عمارات کا قبضہ قرین کسکن کو دیا گیا۔ بعد ازاں ان عیسائی کیشتان سنہ ۱۶۲۳ء
کو عبدالکریم بن ابو بکر نے وہان سے نکال دیا۔ خانقاہ مسمار کی گئی۔ عیسائی نذ اور نے
ایک یہودی کے مکان میں پناہ لی اور وہان چھپے رہے تھے کہ قصبہ میں ایک گرجا
تعمیر کرنے کی اجازت ہو گئی۔

اس قسم کے واقعات کا یہ نتیجہ ہوا کہ کیشیشون کو فاس اور طیطوان میں جانا پڑا
اور ان کا جو کچھ مال و اسباب جایداد وغیرہ تھی وہ ارمنی سوداگرون کے پاس جو
رومن کیتھولک تھے چھوڑ گئے۔ ان لوگون نے اپنی کوششون سے شمالی دارالحکومت
میں بھی ایک گرجا کی بنا ڈالی۔ لیکن چونکہ مولائے اسمٰعیل نے مکناس میں رہایش اختیار کر
لی اس لئے کیشیشون کو یہان سے بھی نقل مکان کرنا پڑا۔ ابتدا میں تو ان لوگون
سے خاصہ سلوک ہوتا رہا اور ہر قسم کے حقوق ان کو عطا کئے گئے تھے اور ان کو ہر
طرح آزادی حاصل تھی کہ حتی الامکان قیدیون کی بہتری کے لئے کوشش کریں جو
گرجا اہل ہسپانیہ کی طرف سے قایم کیا گیا تھا اس میں کئی قسم کے باجے رکھے ہوئے
تھے۔ گانے والون کو فرشتون کا سا لباس پہنایا ہوا تھا مگر مولائے اسمٰعیل نے سنہ ۱۶۹۳ء
حکم دیا کہ گرجا میں سے تمام بُت نکال دیئے جائیں۔ سلطان کے خیال میں بہت
منحوس تھے اور ان کی وجہ سے ملک میں خشکسالی عاید ہوتی تھی۔

ادہر جون ہی آمسلیمہ قزرسانی کا خاتمہ ہوا۔ اور غلامون کی سوداگری محدود سنہ ۱۷۵۰ء
ہوئی ادہر عیسائی لوگ ملک کے اندرونی حصص سے نکل نکل کر سواحل کیطرف
رُخ کرنے لگے۔ فاس اور مکناس جیسے مقامات کو ترک کر دیا۔ جب موگیدار تعمیر ہوا
تو وہان ایک گرجا کی بھی بنا ڈالی اور وہ گرجا سنہ ۱۸۱۳ء تک موجود رہا یہ اس جگہ واقع
تھا جہان اب قونصل ہسپانیہ رہتا ہے۔ عیسائی راہب ایک گرجا اور ایک خانقاہ سنہ ۱۸۵۹ء

[1] جب لرایش فتح ہوا تو ان میں کیشیش اور کنواریون کے چار بت برآمد ہوئے
وہ مکناس میں لائے گئے۔ مولائے اسمٰعیل نے ان پر تھوکا اور ان کی بیحرمتی کی۔ آخر کار ہر ایک
کے ساتھ ایک نفر مراکوی تبادلہ کر لیا۔ اور ان بتون کو ہسپانیہ بھیجدیا۔

۱۸۶۹ء واقع طیطوان پر جنگ ہسپانیہ کے وقت سے قابض چلے آئے ہیں اور دیگر مقامات میں بھی مثلاً کیسا بلقا۔ مزاگان اور موگیدار میں چھوٹے چھوٹے امدادی گرجے قایم کئے گئے۔ نیز رباط۔ آصفی اور لرایچ میں امدادی گرجے کھولے گئے ۱۸۹۵ء میں مزاگان میں ایک نیا گرجا قایم کیا گیا۔ فرین کسکن پادری بھی مراکو میں پائے جاتے تھے چونکہ یہ لوگ نرم دل۔ صاحب علم۔ دیانتدار۔ اور پرہیزگار تھے اسواسطے ملک میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

۱۸۹۶ء ان میں پادری لرچنڈی ایک نہایت مشہور شخص گذرا ہے اس نے مراکوی عربی پر ایک کتاب لکھی ہے۔ کیوٹا میں اس نے وفات پائی۔ طنجہ اور طیطوان میں گرجے موجود ہیں۔ ان گرجون کے متعلق مدرس بھی ہیں جن میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ مگر طنجہ میں ایک لڑکیون کا مدرسہ بھی ہے۔ طنجہ میں ایک ہاسپٹل بھی ہے جہان کثیش اور چند دیسی طلب کی تعلیم پاتے ہیں۔ اسکے تمام مصارف گورنمنٹ ہسپانیہ برداشت کرتی ہے۔ اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک گھنٹہ بجانا ایک معیوب امر ہے اور وہ اسسے نہایت نفرت کرتے ہیں اور عہدنامجات میں ہمیشہ اس کے برخلاف ایک شرط اندراج پاتی رہی مگر یہان گھنٹہ بجانے کی اجازت ہے اور غالباً یہ استحقاق اسوقت کا عطا کیا ہوا معلوم ہوتا ہے جبکہ عیسائی سپاہی کرایہ پر لئے گئے تھے۔

معاہدہ نسبت حقوق جماعت پادریان۔	وادی الراس کے عہدنامہ کے روسے جو جنگ ہسپانیہ کے بعد تحریر ہوا پادریون کو بہت سے حقوق حاصل ہوگئے اور دیگر

اقوام کے پادریون کو بھی ویسے ہی حقوق حاصل ہیں۔ معاہدہ کا متنازعہ فیہ جزو حسب ذیل ہے:۔

"حضرت سلطان المعظم والی مملکت مراکو اپنے اجداد عظام کا جنہون نے جماعت پادریان ہسپانیہ کی خاص حفاظت کا ذمہ لیا تھا تتبع کرتے ہیں اور ایک گرجا رومن کتھولک شہر فاس میں قایم کرنے کی اجازت فرماتے ہیں۔ جماعت مذکورہ کو جملہ حقوق جو سابق سلاطین کیجانب سے مرحمت ہوتے چلے آئے ہیں عطا کرتے ہیں۔ اس جماعت کے افراد سلطنت مراکو کے ہر ایک حصہ میں جہان وہ وارد یا سکونت پذیر ہون اپنے مقدس فرایض مذہبی کو آزادی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں اور سرکار

ان کی ذات - مکانات اور دارالخیرات کی محافظ اور ضامن ہوگی حضرت سلطان اعظم اپنے حکام و وکلا کے نام ضروری ہدایات نافذ فرمائیں گے کہ وہ ہمیشہ شرایط مندرجہ پر کاربند رہیں"

پراٹسٹنٹ عیسائیون کا مشن تو حال ہی قایم ہوا ہے اور سب سے پہلے لنڈن سوسائیٹی (جماعت لنڈن) بغرض توسیع احکام انجیل پہونچی تاکہ اہل یہود کو وعظ کرکے مذہب عیسوی کیطرف دعوت کریں۔ اس سوسایٹی نے ان اغراض کے لئے موگیدار اپنا مقام بنایا - جی - پی کرائیمن گنس برگ اعلے پادری مقرر ہوا - اسکے بعد ایم - ذریب جانشین ہوا - ذریب نے اپنی محنت سے ایک کمرہ تیار کیا جو بطور گرجا استعمال ہونے لگا اور آج کے دن تک استعمال ہوتا چلا آیا ہے باسوائے طنجہ کے پراٹسٹنٹ عیسائیون کا مستقل معبد تمام ملک میں یہی ایک مقام جو یہان چندہ جمع کرکے سینٹ انڈروکا گرجا بنایا گیا - اور بعد ازان ۱۸۸۵ء میں ۱۸۸۵ء
نارتھ افریکا مشن کے پاس فروخت کردیا گیا -

اول ہی اول انجیل کی تعلیم کے واسطے برٹش اینڈ فارین بائیبل سوسایٹی نے مسٹر ولیم میکن توش کو طنجہ میں بطور ایجنٹ (مہتمم) مقرر کیا - ایک سال کے بعد نارتھ افریکا مشن نے طنجہ کے باہر مرشان پر نہایت قیمتی جایداد حاصل کی جہان سوسایٹی کا ہمیشہ صدر مقام چلا آیا ہے - چند سال تک تو پادری ای - الیف بالڈون جو اصل میں امریکا کا رہنے والا تھا کے سپرد یہ اہتمام ہوا - اور بعد میں مس ایما ہرومن کے وقت میں سوسایٹی (جماعت) کو بہت ترقی ہوئی اور وہ بعد میں دو اور میمون کو بھی فاس میں لے گئی - اگرچہ یہان ان کو بڑی بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا لاکن وہ یہان سکونت پذیر ہوگئیں اور ایک میڈیکل مشن (جماعت طبی) قایم کیا جو اب تک موجود ہے - پرسن ٹیبرین چرچ او انگلینڈ کیطرف سے رباط ۱۸۸۶ء
میں ایک مشن قایم ہوا - اسکا مہتمم ڈاکٹر رابرٹ کر تھا - یہ ڈاکٹر بعد میں علیحدہ ہوگیا - اور سنٹرل مراکو مشن کی بنیاد ڈالی - یہ ڈاکٹر بڑا ہر دلعزیز ہے اور لوگون کے گھرون میں اکثر آتا جاتا ہے اور لوگ اس سے بہت خوش ہیں - ایک اور مشن جنوب میں قایم ہوا - یہ مشن مسٹر جوہن ریڈسن آف آرڈاہن کی کوششونکا ۱۸۸۸ء

نتیجہ تھا۔ اس مشن نے مراکش میں ایک ہسپتال قایم کیا اور یہان ہی اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ مسٹر کتھبرٹ نیرن اسکا مہتمم تھا۔ اس مشن کے کارکنان کی تعداد اکیس ہے جس میں سے بارہ مرد اور نو عورتیں ہیں۔

گوسپل یونین شہر کنساس نے سب سے اخیر میں مسٹر ستھان کے ماتحت جو ایک یہودی عیسائی تھا مراکو میں پادری روانہ کئے۔ اس یونین کے ایک شاخ فاس ایک کمناس اور ایک القصر میں تھی۔ ان متعدد مشنون میں کارکنان کی تعداد سو سو مرد اور ۹۳ عورتیں ہیں۔ باستثنائے لندن جوئیش سوسایٹی کے اور سب سوسایٹی ملکر کام کر رہی ہیں اور ان کا کام اشاعت مذہب ہے۔ یہ بہت سارے فرقے بنانے نہیں چاہتیں۔ اگرچہ ملک کی حالت کے لحاظ سے کچھ زیادہ کامیابی کی امید کم ہی ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ درحقیقت اس مذہبی اصطباغ کا رنگ اکثر لوگون کے لئے پختہ ثابت نہیں ہوا۔ ایک اور امر بھی لوگون کو تبدیل مذہب سے مانع ہے یعنی حکام کا ڈر۔ اگر مراکو میں مذہبی آزادی دی جائے تو نتیجہ بالکل مختلف ہوتا۔ مذہب عیسوی کے اغراض اور منشا کے متعلق مراکو میں ایک عجیب طرح کا مغالطہ ہے اور مدت مدید کے بعد یہان کے لوگ متاثر ہوتے شروع ہوئے ہیں۔ ان تمام جماعتون کیطرف سے جو جو طریقے استعمال میں لائے گئے ہیں۔ وہ تقریبًا یکسان ہی ہیں۔ عورتیں لوگون کے گھرون میں جاتی ہیں کیونکہ یہ عورتیں جنکو طبیبہ کہتے ہیں لوگون کے گھرون میں آ جا سکتی ہیں۔ ان کی آمد و رفت میں اہل وطن زیادہ اعتراض نہیں کرتے۔ اسطرح جون جون لوگون سے تعلقات وسیع ہوتے جاتے ہیں ساتھ ہی اشاعت مذہب بھی وسیع ہوتی جاتی ہے۔ پادری لوگ فقرا کی بھی خبر گیری کرتے ہیں اور یتامی کو امداد دیتے ہیں۔ دو تین مدرسہ بھی ہیں مگر تعلیم کی مخالفت بہت ہوتی ہے اسواسطے کچھ معتدبہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ پادری لوگ اکثر مراکو والون کا لباس پہن لیتے ہیں۔ اور ادہر ادہر گشت کرتے ہیں کیونکہ لوگ عیسائی قطع کے لباس سے نفرت کرتے ہیں بلکہ سخت تعصب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان ناموافقت کا کانٹا ہمیشہ سے کھٹکتا چلا آیا ہے اور بظاہر اسکی خلش دور ہوتی نظر نہیں آتی جب تک یہہ

ضرب المثل ہے "نصاریٰ کے واسطے مسیح اور یہودی کے واسطے مسیح" ملک میں جاری ہے۔
چند سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے کہ پادریوں نے ملک کے حصہ بالائی میں مختلف مقامات
میں اپنی مذہبی شاخیں کھولیں اسپر اہل مراکو فرانس اور جرمن کے یک بر مخالفت پر آمادہ
کھڑے ہوئے اور یہ ادعا کیا کہ اس مذہبی کام کو زیادہ وسیع ہرگز نہ کیا جائے
کیونکہ یہ مراکو کی بدامنی کی کل سے لیے ایک محرک اولی ہے اور ساتھ اس کے یہ
بھی تہدید کیگئی تھی کہ جملہ یورپین آدمی جو سلطنت مراکو میں ہیں مار ڈالے جائینگے
لیکن تجربہ نے اسکے برخلاف ثابت کر دکھایا ہے اور پادری لوگ اشاعت مذہب کے
مقابلہ میں ہر قسم کے نقصان کو برداشت کرنے پر آمادہ ہیں۔
ان قصبات میں جو ساحل پر واقع ہیں عیسائی لوگ اور اور دیگر ممالک کے
باشندے اپنے اپنے خاص قبرستان رکھتے ہیں مگر پرانے قبرستان جو
ملک کے اندرونی حصہ میں تھے اب کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں۔
۱۸۹۶ء میں ایک نیا قبرستان عیسائیوں کے واسطے مراکش سے باہر کھولا
گیا ہے اور یہ کامیابی وزیر انگلشیہ سر آرتھر نکلسن کی کوششوں کا نتیجہ ہے
اور وزیر صاحب مستحق شکر گذاری ہیں:۔

باب (۱۶) شانزدہم

تعلقات خارجی

ہمارے خیال میں اس جگہ کل معاہدات اور عہد و پیمان کا ذکر جو مابین سلطنت مراکو اور
ممالک یورپ وقوع میں آئے بالکل غیر مفید ہوگا اور محض ایک غیر ضروری طوالت ہوگی
اس موقعہ پر صرف اس عہد ناجات کا درج کرنا مناسب تصور کیا گیا ہے جنکے ذریعے یورپ
کو وہ حقوق حاصل ہوئے جن کا فایدہ اب تک اٹھایا جا رہا ہے۔ جو جو امور زمانہ سابق میں
واقع ہوئے وہ کچھ چنداں باضابطہ نہ تھے لہذا یہ تحقیق کرنا کہ وہ کس وقت اور کس تاریخ
وقوع پذیر ہوئے۔ بالکل ایک امر محال ہے۔ باوجود اسکے مصالحہ بکثرت موجود ہے

جو اس امر کی توضیح کر سکتا ہے کہ مراکو اور یورپ کا ایک دوسرے کیطرف کسطرح میلان پیدا
ہوا۔ اور کسطرح رابطہ بڑھکر مستحکم ہوتا گیا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ موجودہ رابطۂ
سلطنت مراکو کی کیا حقیقت ہے۔ اول ہی اول تحریری معاہدات اٹلی کے بندرگاہوں کی سنہ ۱۱۳۳ء
نسبت قلمبند ہوئے۔ بارھویں صدی کے اوایل میں دو جہاز (پیسا کے) مراکو سے پیسا میں پہنچے سنہ ۱۱۳۸ء
اور ایک معاہدہ منشعراق سے حیطۂ تحریر میں آیا۔ یہ معاہدہ بعد میں باضابطہ تصدیق ہوا۔ سنہ ۱۱۶۳ء
اور کچھ عرصہ بعد اسکی تجدید کیگئی۔ اسوقت کے قریب ہی اہل جنیوا نے بھی ویسا ہی معاہدہ
مراکو کے ساتھ کیا اور ان کے سفرا مراکو میں آئے جہاں معاہدہ کی تکمیل ہوئی۔ اس معاہدہ سنہ ۱۲۶۰ء
کی روسے تمام مال وساور پر دس فیصدی ادا کرتا تھا لیکن بوگی میں یہ پابندی نہیں
تھی وہاں دس فیصدی میں سے ایک چہارم جنوا کو واپس کرنا پڑتا تھا۔ چودھویں صدی
میں وینیس بینسیا۔ مارسیلز۔ آراگون اور بارسلونا نے سلطنت مراکو کے ساتھ
معاہدات کئے۔ جب مراکو میں زمانۂ بدامنی کا آغاز ہوا تو بنی مرین نے اس درمیانی
رابطہ کے سلسلہ کو تقریباً منقطع کر دیا اور جون جون بحری قزاقی کو ترقی ہوتی گئی
درمیانی تعلقات میں ضعف آتا گیا۔ ملکہ الزابیتھ کے عہد سے پیشتر سلطنت مراکو
اور انگلستان کے مابین کوئی تعلق نہ تھا جو خط وکتابت اسوقت ہوئی اس میں سے
چند خطوط اب تک موجود ہیں۔ مگر ان کو باضابطہ عہدنامہ نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ ملکہ کے
ساتھ یہ اقرار ہوا تھا کہ نہ تو اسکی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائیگی اور نہ ان کو
غلام بنایا جائیگا۔

انگلستان کے ساتھ پہلا معاہدہ اُسوقت ہوا تھا جب انگریزوں نے طنجہ
پر قبضہ کیا بعد ازاں دوسری صدی میں وہ معاہدہ مرقوم ہوا جس سے آجتک ہم سنہ ۱۷۲۱ء
فایدہ اٹھارہے ہیں یعنے معاہدہ سٹوارٹ جو بمقام فاس تحریر ہوا۔ اور اسکے بعد
رسل کا معاہدہ ہوا یہ بھی فاس میں تحریر ہوا۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً عہدنامجات
تحریر میں آتے رہے جنکی تعداد تقریباً دس ہے۔

انگلستان کا زیادہ تر رابطہ اسوقت سے مراکو کے ساتھ شروع ہوا ہے۔
جب سے جبل الطارق انگریزی مقبوضات میں شامل ہوا ہے۔ اس قلعہ کے محاصرہ
کی اثنا میں رسد وغیرہ کا سامان اہل مراکو کیطرف سے بہم پہنچایا گیا تھا جسکے معاوضہ میں

اُن کو سامان حرب دیا گیا تھا اور مولائے اسمٰعیل کی اجازت سے ہم مراکو کی بندرگاہیں ۱۷۲۸ء
بغیر کسی معاوضہ کے استعمال کرتے رہے۔ ہسپانیہ والوں کے دوسرے اور تیسرے محاصرہ ۱۷۶۰ء
کے بعد عہد و پیمان ہوئے جن کے رو سے اہلِ برطانیہ کو مراکو سامان رسد و بار برداری
قیمت پر خریدنے اور جبل الطارق میں بغیر محصول روانہ کرنے کی اجازت ہوگئی۔
مگر سیدی محمد مقتدہم نے سفیر انگلشیہ کو تحریر کیا کہ "انگریزون نے رہا کردہ انگریزی غلامون ۱۷۵۷ء
کا زر فدیہ کے عوض میں طیطوان کے باغی پاشا کو بارود اور توپیں بہم پہنچائی ہیں
علاوہ بریں اسکے باغی عم کو بھی امداد دی گئی اور لاطائچ میں انگریز خفیہ طور پر بے محصول
اداکئے اسباب لاتے اور لیجاتے رہے ہیں۔ اندریں حالات ان دوست نما دشمنون
سے بہ نسبت پورتگال اور ہسپانیہ کے جنکی علانیہ دشمنی ہے۔ زیادہ نقصان
پہنچا ہے۔ بنا بریں سلطان نے جبل الطارق کے ساتھ جنگ کا اعلان کردیا اور
یہ بھی اظہار کیا کہ انگلستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں وہ لکھتا ہے کہ
"ہمیں بیٹے میرے والد ماجد اور مجھے اس امر کا یقین ہے کہ تمہارے آقا یعنی بادشاہ
کو اسکا ہرگز علم نہیں ہے کہ جبل الطارق کے گورنر نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک
کیا ہے۔ نظر بران جبل الطارق سے امن سے جو میں انگلستان اور اپنے ملک کے
مابین قایم کرنا چاہتا ہون مستفید اور مستفیض نہیں ہو سکتا اور اللہ جلشانہ کی مدد سے میں
جانتا ہون کہ جبل الطارق کے فرنگیون سے کسطرح انتقام لونگا۔"

جبل الطارق کا محاصرۂ عظیم	اگرچہ جبل الطارق کے محاصرۂ عظیم کے وقت منجانب فرانس اور ہسپانیہ ہوا تھا۔ مراکو کی طرف سے اجازت تھی کہ طرفین ان بندرگاہوں میں

آسکیں جاسکیں اور ایک دوسرے کی بیخکنی کریں لیکن اہلِ ہسپانیہ نے برائے نام
۵۰۰۰ پونڈ سالانہ پر طیطوان اور طنجہ کو خرید کر ہر دو مقام سے انگریزی رعایا
کو آن کی آن میں بدر[1] کردیا اور طنجہ کے قونصل کو کہدیا کہ اگر وہ جبل الطارق کو

[1] محاصرہ کے شروع میں۔ سلطان نے اہلِ برطانیہ کو کہا کہ اس کی بندرگاہوں میں وہ بلا شرکت غیرے
تجارت وغیرہ کر سکتے ہیں۔ مگر اہلِ برطانیہ نے حقارت یا نفرت سے اسطرف توجہ مبذول نہ کی۔ بعدہٗ سلطان
نے اہلِ ہسپانیہ کے آگے یہ معاملہ پیش کیا اور انہوں نے ایسی شرایط پر منظور کرلیا جو مراکو کے
حق میں زیادہ تر مفید تھیں۔

کسی قسم کی امداد دیگا تو جنگ کے واسطے تیار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کو اوز خلیج سکارا سے سامان رسد حاصل کرنا پڑا۔ جب مراکو اور برطانیہ کے مابین رابطہ اتحاد زیادہ مستحکم ہو گیا تو نیلسن نے مصر کو جاتے وقت طنجہ اور طیطوان میں مقام کیا۔ اسکا ارادہ تھا کہ اس جگہ سے سامان رسد خریدے لیکن جب اُس نے دیکھا کہ نرخ بہت گران ہے تو خریداری سے باز رہا۔ اسوقت فی نرگاؤ تقریبًا ڈیڑھ من بارود طلب کیا گیا تھا۔

لہ ۱۸۰۳ء میں سر رابرٹ کرٹس نے سامان رسد خریدنے کی اجازت حاصل کی اور محصول بھی معاف کرالیا اور ۲۸ مارچ ۱۸۰۵ء تک خریداری کرتا رہا۔ اُس وقت تخفیف شدہ شرح یہ تھی۔
فی نرگاؤ چار کوب۔ فی گوسفند سات اوقیہ۔ فی درجن مرغ چھ اوقیہ۔

فلوریدا بنیکا حسب ذیل تحریر کرتا ہے:۔ جو امداد ہمیں سلطان مراکو کیطرف سے پہنچی ہے وہ ظہور میں آنے سے پہلے کچھ باوقعت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اُس نے اپنے بندرگاہوں میں ہمارے جہازوں کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت دی اور دشمن کے جہازوں کو ادھر آنے سے روک دیا۔ ہماری رسد رسانی میں معتدبہ امداد دی اور عاقبت الامر اپنا خزانہ اپنی صداقت کے ثبوت میں ہماری تحویل میں کردیا۔

ذیل میں ایک خط کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس سے منکشف ہوگا کہ اس زمانہ میں سلطان مراکو نے کیا وضع اختیار کر رکھی تھی۔ یہ خط محمد مفتدہم نے طنجہ کے قونصلوں کیطرف ارقام کیا تھا:۔

بنام جہاندار جان آفرین

ہر قسم کی طاقت اللہ ہی کو ہے

بنام قونصلان طنجہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہیں جو صراط مستقیم پر چلتے ہیں

تم لوگوں کو واضح رہے کہ ماہ مئی ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۴ء تک جملہ عیسائی طاقتوں کے ساتھ ہماری صلح ہے اور جو جو اقوام اس وقت ہماری ساتھ صلح اور دوستانہ تعلق قایم رکھنا چاہیں ماہ مذکورہ میں بذریعہ تحریر ہم کو اطلاع دیں کہ وہ ہمارے ساتھ صلح اور رابطہ اتحاد قایم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور ہم بھی ایسا ہی کرینگے۔ اور جو عیسائی طاقتیں ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتی ہوں تو ہمیں مذکورہ بالا ماہ تک اطلاع کریں۔ ہم کو یقین واثق ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارا حافظ ہوگا۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا سو کہدیا۔ مصدرہ دوم ماہ شعبان ۱۲۱۸ھ مطابق ۷ مئی ۱۸۰۳ء

سنہ ۱۸۴۴ء رفتہ رفتہ انگریزی رسوخ مراکو میں بڑھنے لگا اور مراکو میں انگریزی رسوخ کی
سنہ ۱۸۶۰ء ترقی کی زیادہ تر وجہ وہ جنگ تھی جو فرانس اور ہسپانیہ کے ساتھ واقع ہوئی مراکو
کو انگریزی مشورہ پر پورا پورا اعتماد ہے اور اُسے اس امر کا علم ہے کہ انگریزی مشورہ
میں دیانت داری مضمر ہے اور اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے۔ اگر برطانیہ کی
کارروائی بالکل ہی بے لوث نہیں ہے مگر پھر بھی برطانیہ مراکو کی آزادی قایم رکھنے
کی حامی ہے اور ملک کی فلاحت اور بہبودی مدنظر ہے۔
سنہ ۱۸۵۶ء مسٹر ڈرمنڈ ہے نے برطانیہ کی جانب سے کئی معاہدہ کئے مگر ان سے کوئی معتدبہ
فائدہ مرتب نہیں ہوا جتنی کہ توقع تھی۔ سی بی یوآن سمتھ کی سفارت کی تیاری ہوئی
سنہ ۱۸۹۲ء جملہ طاقتوں کو جو اس سفارت سے مستفید ہو سکتی تھیں اعلان کیا گیا کہ وہ سفارت
کی تائید کریں۔ یہ ایک امر واقعہ تھا کہ جو تجاویز پیش ہونی تھیں سلطان کیطرف
سے ان کی مخالفت ہوئی۔ بنا بریں سر چارلس نے استمزاج کیا کہ اگر سلطان تجاویز
قبول کرنے سے انکار کرے تو اُسے اختیار دیا جائے کہ وہ سلطان کے اچھی
طرح ذہن نشین کردے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ لاکن لارڈ سالسبری نے اسے بالصراحت
فہمایش کی کہ وہ اس قسم کی گفتگو ہرگز نہ کرے جو تہدید کی مترادف ہو کیونکہ اگر سلطان کی
جانب سے اصرار ہوا تو نوبت دور تک پہونچیگی اور اگر سر چارلس اپنی تجاویز میں
کامیاب ہو گیا تو سلطنت برطانیہ کو مراکو کی حفاظت کا بیڑا اُٹھانا پڑیگا۔ سفارت
کے حامی شاہ جرمن۔ اٹلی اور آسٹریا تھا۔ اور کسی قدر شاہ ہسپانیہ بھی مددگار
تھا۔ لیکن اہل فرانس دَرپردہ مخالف تھے۔ آخر الامر سفارت فاس کو روانہ ہوئی
اخباری دنیا نے سخت شور مچایا۔ سفارت دارالخلافہ میں پہونچی تو گفتگو شروع
ہوئی پورے چار ہفتہ کی قیل قال کے بعد موکلان سلطانی نے تمام شرایط پیشکردہ
منظور کرلیں۔ لیکن تین اہم امور سے انکار کردیا۔ وہ تین شرایط یہ تھیں کہ سنہ ۱۸۵۶ء
کی فہرست محصول کی ترمیم کیجائے اور مراکو کی بندرگاہوں میں محصول معاف کردیا جائے
باشندگان ممالک غیر کا یہ استحقاق تسلیم کرلیا جائے کہ وہ اراضی اور دیگر جائیداد
غیر منقولہ خرید اور اس پر عمارت کرسکتے ہیں اور دوبارہ سے اسے تعمیر کرنیکے مجاز ہیں اور
ان کے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے سلطان نے کہا کہ میں ہزار پونڈ سفارت لے لے

اور یہ شرایط واپس کرلے لیکن سلطان کی درخواست منظور نہ ہوئی۔ عام خلایق سفارت کے برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ گالی دین کسی قسم کی تہدید کی بہت سی بحث و بحث کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ معاہدہ مکمل نہ ہوا۔ اور سفارت کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا مگر اس کو فرانس نے فائدہ اُٹھا لیا۔ انہوں نے ایک معاہدہ سلطان کے ساتھ کر لیا جس میں تجارت کی جملہ اصلاحات مندرج تھیں۔ اس میں صرف وہ تین شرایط نہ تھیں جنکی نسبت پہلے اعتراض اُٹھایا گیا تھا۔ سر چارلس کے اس معاہدہ کو قبول نہ کرنے سے یہ نقصان پہونچا کہ برطانیہ کو اپنی اغراض میں گونہ روک ہوئی اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مرحلات جو بمقتضائے وقت ذاتی از بحث رکھے گئے تھے طے نہ ہوئے اور ملتوی کرنے پڑے۔

تعلقات فرانس فرانس کے تعلقات مراکو کے ساتھ ۱۸۵۵ء سے شروع ہوتے ہیں۔ یعنے ما ایس کے شہر سے کچھ عرصہ پیشتر سب سے اول قونصل جو مراکو میں

۱۵۷۷ء گیا وہ فرانسیسی قونصل تھا اور بعد ازاں ہنری سوم نے اپنا قونصل وہاں روانہ کیا۔ فرانسیسی لوگ اس ملک میں پیشتر ہی سے آباد تھے مگر ان کی شہرت اچھی نہ تھی لوگ انہیں بے ایمان اور غیر معتبر خیال کرتے تھے۔ آصلیہ قونصلی تقریباً پچاس سال تک متروک پڑی رہی۔

۱۸۶۱ء جب فرانسیسی پھریرا سہ رنگی (فرانسیسی پھریرا میں تین رنگ ہیں یعنے سُرخ۔ سفید۔ اور آسمانی رنگ کی دھاریاں ہیں) کا نمونہ مولائے الیزید کی خدمت میں روانہ

۱۷۹۱ء کیا گیا تو اس نے اسکی اسقدر تکریم کی کہ آصلیہ پر اسکی سلامی سر کرائی۔ اگرچہ ۱۲۰۸ھ یعقوب ثانی نے جو کینٹش کے الفانسو دہم کے ساتھ اسوقت جنگ کر رہا تھا۔ فلپ یوم شاہ ہسپانیہ کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہا تھا مگر سب سے اول لوئیس سیزدہم نے متعدد عہد و پیمان

۱۶۳۰ء مراکو کے ساتھ کئے۔ معاہدات مذکورہ پر فرداً فرداً دستخط ہوئے۔ ایک آصلیہ میں۔

۱۶۳۱ء دو مراکش اور آصلیہ میں۔ ایک آصلیہ میں اور ایک بعد ازاں ایک معاہدہ

۱۶۳۵ء لوئیس چہاردہم اور مولائے اسمٰعیل کے مابین ہوا۔ مگر جب وہ سلطان کے حضور میں بغرض

۱۶۶۹ء منظوری پیش کیا گیا تو سلطان نے اس سے انحراف کیا۔ سینٹ اولن کو بھی جو

۱۶۹۳ء ایک پیغام از یر قبیل لیکر آیا تھا کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ کمیٹی دی براکنان کو بھی کامیابی

سنہ ۱۷۶۷ء نصیب ہوئی۔ اگرچہ اس نے شرایط میں جو غلاموں کی رہائی کے متعلق تھیں اسے بہت خفت اٹھانی پڑی۔ اس معاہدہ کی تجدید سنہ ۱۸۲۴ء میں ہوئی اور کچھ شرایط ایزاد بھی ہوئیں۔ پھر اس میں تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں پڑی حتی کہ سنہ ۱۸۴۵ء میں جنگ فرانس کے وقت تازہ عہد و پیمان کی ضرورت محسوس ہوئی سنہ ۱۸۶۳ء میں مراکو کی رعایا کی حفاظت خارجی کے متعلق نہایت اہم قواعد وضع ہوئے اور درحقیقت عہدنامہ میڈرڈ جو سنہ ۱۸۸۰ء میں تحریر ہوا انہی قواعد کی بنا پر کیا گیا۔ اور اس عہدنامہ کے شرایط پر آج تک عملدرآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ وہ معاہدہ جو حال ہی میں یعنی سنہ ۱۸۹۲ء میں فرانس کے ساتھ وقوع میں آیا وہ تجارتی معاہدہ متعلق محصولات ہے سنہ ۱۸۹۶ء میں ہسپانیہ سے معاہدہ ہوا۔ اگرچہ سلطان مراکو نے اس معاہدہ کو منسوخ کرنا چاہا مگر بعد میں اسے وسعت دیدی اور سنہ ۱۷۸۰ء اور سنہ ۱۷۹۹ء میں آرنجویز اور مکناس میں اسکی تصدیق کیگئی۔ اگرچہ اس موقعہ پر عطا شدہ حقوق کے معاوضہ میں کوئی رقم مقرر نہیں کیگئی تہی۔ لیکن بے بہا تحایف فرانس کیطرف سے سلطان مراکو کی نذر کئے گئے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حقوق فرانس کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئے بعد میں اور بھی معاہدات حیز تحریر میں آئے ہیں مگر یہاں پر وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ اہل ڈنمارک نے بھی مراکو کے ساتھ کچھ عہد و پیمان کرنے کی کوشش کی مگر ان کی کوشش مشکور نہ ہوئی۔ تاہم ایک عہدنامہ ڈنمارک اور مراکو کے مابین سنہ ۱۷۵۱ء میں ہوا۔ جو محض تجارتی تھا۔ اس معاہدہ کی رو سے ڈنمارک کی ایک کمپنی کو آصلیہ سے آصفی تک سارے ساحل پر اجارہ حاصل ہوگیا۔ اور اس کے عوض میں ڈنمارک نے پچاس ہزار ڈالر سالانہ بابت زر اجارہ اور پچیس ہزار بطور خراج یعنے کل ۷۵ ہزار سالانہ منظور کئے مگر اس کمپنی کا جلدی ہی دیوالہ نکل گیا۔

سنہ ۱۷۵۰ء میں ہیمبرگ نے بادشاہ سے بابت محصول ایک معاہدہ تحریر کرایا اور سنہ ۱۸۰۳ء میں معرفت مسٹر ... ہین سٹیک کی طرف سے سلسلہ جنبانی ہوئی۔ سب سے آخر سنہ ۱۷۶۳ء میں سویڈن کے ساتھ مراکو کا معاہدہ ہوا۔

سنہ ۱۶۰۴ء میں روڈالف دوم شاہ جرمنی نے سرانتھانی شیرلے کو سلطان عبدالعزیز ثالث ابو فارس کی خدمت میں روانہ کیا اور ایک معاہدہ تحریر کرایا۔

یہ تاریخ مراکو میں بہت دلچسپ ہے مگر اس معاہدہ کو بھی چنداں سرسبزی حاصل نہ ہوئی۔ آسٹریا کے ساتھ بھی عہد و پیمان عمل میں آئے۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں جرمنی کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا جو بہ نسبت دیگر اقوام کے کسیقدر زیادہ تر مفید ہے۔ سنہ ۱۶۱۰ء سے لیکر سنہ ۱۶۸۶ء تک ہالینڈ کے ساتھ یکے بعد دیگرے معاہدے ہوتے رہے اور معاہدہ سنہ ۱۶۷۸ء اور سنہ ۱۶۹۷ء کے رو سے ہالینڈ کو لڑائیج کے ساتھ تجارت کا اجارہ حاصل ہوگیا۔

اٹلی کی ریاستہائے جمہوریہ کے دوستانہ تعلقات مدت مدید مراکو کے ساتھ چلے آتے تھے اور ریپبلک جنوا کے ساتھ بھی یہ سلسلہ جاری تھا۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں وینس کے ساتھ بھی ایک معاہدہ ہوا۔ ٹسکنی کے ساتھ بھی عہدنامہ ہوا۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں سارڈینیا کے ساتھ مصالحت ہوئی آخرکار سنہ ۱۸۵۹ء میں اٹلی متحدہ کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا۔

سنہ ۱۸۸۸ء ہسپانیہ کے مشورہ کے مطابق مولائے الحسن کو یہ ترغیب دی گئی کہ اسقف روم کے پاس سفارت ارسال کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شریف سلطان کے یہ بات ذہن نشین کیگئی تھی کہ عیسائی طاقتوں پر رئیم پاپا کا بوجہ مذہبی تقدس اب تک بہت اثر ہے اور اسکے ذریعہ ان اقوام کو جنکا مراکو پر دانت ہے اس ارادہ سے باز رکھا جاسکے مگر یہ اُمید خام تھی۔

عاقبت الامر شمالی امریکہ کی ریاستہائے متحدہ کے ساتھ عہدنامہ تحریر ہوا (سنہ ۱۷۸۷ء) اور پچاس سال بعد مکناس سے اسکی تجدید ہوئی۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں جب امریکہ والوں نے ٹرپلی پر گولہ باری کی تو اُسوقت دستاویز معاہدہ فریقین کے پُرزے اُڑ چکے تھے اور مراکو نے اعلان جنگ بھی کردیا تھا مگر دوسرے سال پھر صلح ہوگئی۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں مراکو کا بلجیم کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا۔ یہ معاہدہ تجارت کے متعلق تھا۔ آخر روس نے بھی عنان توجہ ادھر معطوف کی اور چونکہ تجارت وغیرہ کی طرف سے پیشتر ہی سے بے دست تھے۔ اس لئے سنہ ۱۸۹۰ء میں مراکش میں اپنا سفیر بٹھادیا۔ اور برازیل اور ڈنمارک کے سفرا بھی مراکو میں موجود پائے جاتے ہیں۔

اکثر اوقات یہ کوشش اور سعی کیگئی ہے کہ مراکو اور روم (ٹرکی) کے مابین بھی رابطہ اتحاد اور تعلق دوستانہ قایم ہوجائے مگر ہمیشہ یہ کوشش بے سود اور سعی لاحاصل ثابت ہوئی ہے۔ اسکا بھاری سبب یہ ہے کہ والیان استنبول لقب

خلیفہ اسلام کا ادعا کرتے ہیں جسکے وہ درحقیقت مستحق نہیں ہیں اور اس لقب کے اختیار کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی ہادی اور بادشاہ ہیں - لیکن ترکون کے اس دعوی کو کبھی کسی نے تسلیم نہیں کیا - اس دعوی کی سماعت یا تو وہان تک ہی محدود رہی جہان تک وہ زور بازو سے اسکو منا سکے یا البتہ وقتاً فوقتاً ان لوگون نے حسب ضرورت وقت جنکو امداد کے لئے ترکون سے درخواست کرنی پڑی اس دعوی کو تسلیم کیا ہے - چونکہ ترک شریف نہیں ہیں یعنے وہ محمد صلعم کی اولاد میں سے نہیں ہیں اور خاندان مراکو مدت سے شریف چلے آتے ہیں اس لئے سلاطین مراکو نے ترکون کو سلطان یا شہنشاہ کے لقب سے بھی پکارنا کبھی گوارا نہیں کیا - اور یہی امور دونو سلطنتون میں دوستانہ عہد و پیمان ہونے کے مانع اور سدراہ رہے ہیں - اور ایسا ہی واقعہ پہلے ہوا تھا کہ صلاح الدین نے یعقوب المنصور موحدی کو امیر المومنین کا خطاب دینے سے انکار کیا - اور موخرالذکر نے اپنی ناراضگی کیوجہ سے عیسائی مجاہدین کے برخلاف امداد دینے سے انکار کر دیا - سنہ ۱۸۵۲ء میں سلطان اعظم نے جسکو مراکو یورپین لوگ شاہ کے لقب سے ممتاز کیا ہے ایک سفارت بغرض مدارات روانہ کی - گویا دونو ملکون میں دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لئے یہ سفارت ایک گونہ پیشقدمی تھی -

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ سنہ ۱۶۱۲ء میں سلطان مراکو کے بیٹے زیدان نے کچھ کتب فرانسیسی تجار کو بغرض جلد بندی دیں فرانسیسیون نے کتب مذکورہ خورد برد کر دیں اور واپس نہ کیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ رستہ میں ہسپانیہ والون نے تجار مذکور سے کتب چھین لی تھیں - خیر اس جرم کی پاداش میں سلطان مراکو نے تمام فرانسیسی سوداگرون کو جو اس کی سلطنت میں تھے قید کر دیا - اسپر فرانسیسی قونصل نے جو قسطنطنیہ میں تھا - ترکی سلطان سے درخواست کی کہ کسیطرح کہہ کہا کر فرانسیسی تجار کی مخلصی کرا دیں - ترکی سلطان نے ازراہ نخوت بجائے اسکے کہ منت سماجت یا بلطایف الحیل سلطان مراکو کو ترغیب دیتا ایک فرمان فرانسیسیون کی رہائی سے متعلق نافذ کر دیا - بھلا مراکو والے اس فرمان کی کیا حقیقت سمجھتے تھے انہون نے فوراً اسکی تعمیل سے انکار کر دیا - اسپر فرانسیسیون نے آصلیہ پر گولہ باری

شروع کر دی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تاہم مولائے زیدان نے حصول تخت و تاج کی کوشش میں قسطنطنیہ سے امداد چاہی اور امداد ملی بھی مگر رستہ میں غارت ہوگئی اور اسکے ایک صدی بعد مولائے اسمٰعیل نے لوئیس چہاردہم کو ترکوں کے برخلاف جنگ میں امداد دینے کا اقرار کیا تھا۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں ترکوں نے سلطان مراکو سے اس بنا پر روس کے برخلاف کمک مانگی کہ وہ دونو آپس میں مسلمان بھائی ہیں اور ساتھ ہی کچھ قرضہ بھی مانگا۔ سیدی محمدؒ نے ترکوں کی درخواست کے پورا کرنے میں بہت کوشش کی اور نقدی اور سپاہ جمع کرکے روانہ کی مگر رستہ کی صعوبتوں کی وجہ سے ترکوں تک اسکا بہت تھوڑا حصہ پہونچا۔ اگرچہ سلطان مراکو نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ ساری امداد وہ ترکوں کے حسن سلوک کے صلہ میں ارسال کرتا ہے۔ لیکن مسموع ہے کہ ترکی سلطان نے تیوری چڑھا کر کہا کہ یہ سب کچھ مراکو کی طرف سے ہمیں بطور خراج وصول ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۰۵ء میں دونو ملکوں میں کچھ خفیف سی لڑائی بھی واقع ہوگئی تھی۔

کچھ عرصہ سے مغرب میں ترکی اغراض بھی انگریزی قونصل کے ہی متعلق ہیں لیکن نہ تو کوئی ترک مراکو میں سکونت پذیر ہے اور نہ اس طرف کم ہی کوئی ترک آنا پسند کرتا ہے اندریں حالات ترکوں کا مراکو کے ساتھ کچھ چنداں تعلق نہیں ہے۔ مراکوی حاجیوں کیوجہ سے کچھ باہمی تعلقات کو ترقی ہو رہی ہے مگر یہ ترکوں کا اپنا فرض ہے کہ حاجیوں کے ساتھ وہ نیک سلوک کریں خواہ وہ کسی ملک سے آئیں۔ کم از کم ایک دفعہ ٹرپولی اور مراکو کے مابین براہ راست کچھ سلسلہ قائم ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں گورنر ٹرپولی نے ایک خوبصورت باکرہ لڑکی سلطان کے حضور میں پیشکش کی اور سلطان نے ایک فرقتہ بتیس توپ کا لڑاپچ سے عنایت کیا۔ اسکے سوا اور کسی مشرقی ملک سے مراکو کے تعلقات کا سلسلہ قائم نہیں ہوا۔ مارلو تاریخ تیمور میں لکھتا ہے کہ مراکو اور فاس کے بادشاہوں نے تیمور کے آگے اپنے تاج ڈالدیئے۔ اگرچہ فاس کے بادشاہ نے قبل ازیں ایک موقعہ پر نہایت حقارت آمیز الفاظ میں تیمور کا ذکر کیا تھا۔

باب ہفتد ہم

مراکو ی دوستانہ رسم و رواج

سلطنت مراکو کے حالات جہان تک اسکا تعلق سفرائے ممالک غیر سے رہا ہے خالی از دلچسپی نہیں ہے جب اوّل ہی اوّل یہ رواج قایم ہونے لگا تو ہوقت یہ دستور رائج ہوگیا کہ تجارتی جہازون کے بیڑے کے ساتھ ایک افسر بطور قونصل جایا کرے یہ افسر تمام جہازی ساز و سامان کا نگران ہوتا تھا۔کیونکہ ہوقت کے حالات کے مطابق صرف ایک جہاز سفر کرنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔جب پہلے پہل بربری ساحل پر فرانسیسیون کی طرف سے قونصل قایم ہونے لگے تو یہ عہدے بالکل بے ضابطہ طور پر کئے جاتے تھے کوئی مقررہ قاعدہ نہیں تھا۔[۱]

جو اشخاص ممالک غیر سے اس عہدہ سفارت پر ممتاز ہوکر دربار مراکو میں حاضر ہوتے تھے وہان ان کی قدر ان کے ملک کی حیثیت کے مطابق ہوتی تھی۔پس ہر ایک ملک کے سفیر کے حصہ میں یکسان سلوک نہیں ہوتا تھا۔

سر انتھانی شیرلے کی خودسری۔ سر انتھانی شیرلے جو ایک نہایت بیباک اور دلیر آدمی تھا۔عباس شہنشاہ فارس کا بڑا معتمد تھا اور شہنشاہ کی طرف سے یورپ کے اکثر بادشاہون کے دربار میں وہ گیا تھا۔آخر ایک یورپین بادشاہ نے شیرلے کو سفیر کرکے عبدالعزیز ثالث امیر مراکو کے دربار میں ارسال کیا۔جب یہ شخص دربار امیر میں گیا تو نہایت طمانیت کے ساتھ گھوڑے پر سوار دربار خاص میں آن موجود ہوا۔حالانکہ یہ حق سوائے امیر مراکو کے کسی فرد بشر کو حاصل نہ تھا۔درباری دیکھکر بہت حیران ہوئے لاکن امیر نے کوئی اعتراض اسکے متعلق نہیں اٹھایا۔امیر کے معترض نہ ہونے ۱۶۱۳ء

[۱] صدہا سال پیشتر از تسلیم نے ان دس سوداگرون کو جو ساحل بربری پر رہایش رکھتے تھے یہ اختیار دے رکھا تھا کہ اپنے میں سے کسی کو انتخاب کرلیا کریں حتیٰ کہ باقاعدہ طور پر یہ عہدہ پر ہونا شروع ہوا۔

کی وجہ یا تو مصلحت وقت اور ظاہرداری تھی یا اسکے حسن اخلاق نے اس وقت
ایک دل شکن اعتراض کرنا گوارا نہیں کیا۔ مگر بعد ازان امیر نے حکم دیدیا کہ ماسک
عیسوی کو بڑے دروازہ پر ہی زنجیر دکھانا چاہیئے۔ تیسرے دربار میں جھکا تک نہیں
اور واپس سوار ہی چلا آیا۔ زمانہ حال تک یہ دستور ہے کہ اگر کوئی سفیر کسی یوروپین
طاقت کی طرف سے دربار سلطان مراکو میں جائے تو سلطان کے حضور میں پیادہ
اور سر سے ننگا حاضر ہو۔ البتہ ایسے اشخاص سلطانی چھتر کے نیچے حاضر ہوتے ہیں
اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی بنا پر قونصل اعلیٰ کے واسطے ایک گھوڑے کی اجازت دی
گئی تھی اور دوسرے کسی شخص کو اسپ سواری کی اجازت نہ تھی یہ قید ۱۸۳۶ء تک
جاری رہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولائے اسمٰعیل کے دربار میں انگریزی سفیر حاضر
ہوا۔ چونکہ سفیر بوٹ پہنے ہوئے چلا آیا تھا اس لئے سلطان نے حکم دیا کہ بوٹ پاؤں
سے اتار دو[1]۔ ادھر تو یہ ہوا۔ ادھر ۱۸۳۲ء میں جب ایک مراکوی سفیر شاہ انگلستان
کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ جوتی اور دستار دونوں اتار دیجائیں
تھوڑے عرصے سے بعض سفیر وقت کے حضور میں سر پر ٹوپی رکھے رہتے ہیں
اور رفتہ رفتہ نہایت معقول طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ایک یہ بھی مراکو میں دستور
تھا کہ سفیر سلطان کے حضور خطوط گھٹنون کے بل چلکر پیش کرتے تھے۔ اس دستور
کی خلاف ورزی ۱۸۴۵ء میں سر جون ڈرمنڈ ہے نے کی تھی اور اول ہی اول
جس شخص نے سر سے ٹوپی نہیں اتاری وہ ایم۔ آورویگا تھا جو ۱۸۱۸ء میں دربار سنہ ۱۷۱۸ء
مراکو میں حاضر ہوا۔ مولائے زیدان نے دو فرانسیسی سفیرون کو دربار میں حاضر سنہ ۱۶۱۹ء
ہونے کی اجازت نہ دی اور تیسرے کو قید کر دیا۔ کیونکہ مولائے زیدان کی کتب سنہ ۱۶۳۴ء
جو اس نے ایک فرانسیسی کے سپرد کی تھیں اہل ہسپانیہ لیگئے تھے۔ رزلی سنہ ۱۷۲۱ء
جب سفارت پر آیا تو اسکو پچیس ۲۵ آدمی ہمراہ لانے کی اجازت تھی مگر وہ پچاس
نفر ساتھ لے آیا۔ جب یہ سفارت جہاز سے اتری تو زائد تعداد فوراً قید خانہ
کو روانہ کی گئی۔ آخرکار بہت سے جھگڑا اور فساد کے بعد قیدیون کی خلصی ہوئی۔

---

[1] ۱۸۰۸ء میں جب شاہی غلامون نے جارڈین کو کہا کہ بوٹ اتار دو تو سلطان نے بلند آواز
سے کہا کہ اسیطرح آنے دو۔ کیونکہ اگر عیسائیون کے پاؤن میں بوٹ نہ ہون تو انکو نکام ہو جاتا ہے

اور ایک جدید معاہدہ کے رو سے قونصل قایم ہوا۔ (۱۶۲۹ء)

سترھوین صدی میں ملکہ اینِ کا سفیر مراکو میں روکا گیا کہ جبتک مراکو کی سفیر انگلستان سے صحیح وسلامت واپس نہ آیگا انگریزی سفیر بطور یرغمال کے مراکو میں بند رہیگا۔

انگریزی سفیر طیطوان میں قید کیا گیا۔ کیونکہ ایک جہاز مراکو نے جبل الطارق میں بغرض مرمت روانہ کیا تھا اور وہان سے انگریزون نے اُسے جبل الطارق میں ہی روک رکھا۔ ۱۷۲۵ء

انگریزی سفیر لٹین ایک سال تک مراکو میں بند رہا اور دیگر سفرا کے ساتھ بھی اہانت کا سلوک ہوتا رہا۔ ۱۷۵۰ء

سفرائے انگلستان

آخیری صدی میں جو حالت انگریزی سفرا کے ساتھ مراکو میں پیش آئی وہ قابل افسوس ہے۔ سالی کا فر طیطوان میں فوت ہوا۔ اسکا جانشین لٹین قید ہوا۔ بلیچی کروجو اسکے بعد آیا طبعی موت مرا۔ مسٹر ہیڈ نے فاس میں خودکشی کی۔ اس کا جانشین پو بہم نکالا گیا۔ سیمپسن فرار ہو گیا۔ تو بھی تمام انگریزی رعایا سمیت جلاوطن ہوا۔ ۱۷۰۸ء ۱۷۸۱ء

روجر کرٹس کی جگہ پائن مقرر کیا گیا جو واپس بلا لیا گیا بعدہ متر اہوا جس نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

زمانہ سابق میں قونصلان کی یہ مجال نہ تھی کہ سلطان کے حضور میں حاضر ہو کر بے سلام کئے مراکو سے رخصت ہو جائیں۔ اس میں اکثر پانچ چھ ہفتہ لگ جاتے تھے اور ایسے موقعہ پر پانچ چھ سو پونڈ کے تحایف دینے پڑتے تھے۔ ایسے مواقع پر قونصل ہر قسم کے حیلے کام میں لاتے تھے۔ سلطان کی چاہیتی ازواج کو تحفہ و تحایف دے دلا کر سفارش کرائی جاتی تھی ۱۸۰۰ء میں انگریزی قونصل نے اپنی طرف سے ایک یہودی کو سلطان کے حضور میں بھیجا۔ اثنائے گفتگو میں جب سلطان کو معلوم ہوا کہ وہ ایک یہودی کے ساتھ باتیں کر رہا ہے تو اُس یہودی کو زندہ جلا دیا گیا۔ قونصل سیمپسن صرف پرانے کپڑے بدن پر لیکر جبل الطارق کو بھاگ گیا۔ کیونکہ سلطان کا ارادہ تھا کہ عذاب فاقہ سے اسکی جان نکالے۔ اس قسم کی کئی مثالیں حالات مراکو میں موجود ہیں۔

انگریزی قونصل کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصباح کوئی ستر نفر اسکے پاس آئے اور کہا کہ وہ سلطان کے حکم سے آئے ہیں تاکہ قونصل کو گالی دیں۔ اسکے منہ پر تھوکیں اور سے اُسے مار ڈالیں تاکہ یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ جائے کہ ان کو انگریزون کیساتھ

کسی قسم کی موانست نہیں ہے۔ اس حکم سلطانی کی تعمیل کے واسطے وہ اسطرح تیار
۱۸۱۸ء ہوکر کھڑے ہوئے کہ گویا ادہار کھائے بیٹھے تھے۔ اسکے بعد قونصل کو سلطان کے روبرو ۱۸۱۸ء
لے گئے۔ سلطان نے مشتہر کردیا کہ یکم جنوری سے طنجہ ایک لاکھ پونڈ اور سو مراکوی غلام سالانہ
کے عوض میں اہل سپانیہ کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے لہذا جملہ دیگر اقوام وہان سے فوراً
نکل کر طیطوان میں چلے جاویں۔ حالانکہ طیطوان میں اسوقت کسی یورپین کو سکونت
رکھنے کی اجازت نہ تھی جہان سے وہ دس سال کے عرصہ میں مخروج کئے گئے تھے۔
چندگھنٹہ کی مہلت پر انگریزی رعایا کے سات سو آدمی مارٹیل کو جلاوطن کئے گئے
جنکو اپنا ہر قسم کا مال و اسباب وہان ہی چھوڑنا پڑا۔ قونصل نے تمام کاغذات جلا
دیئے کیونکہ سپانیہ کا کمانڈر کہتا تھا کہ تمام انگریزی رعایا جو وہان ہے جنگی قیدی ہے
قونصل کی جایداد کا تخمینہ جو اُسے مجبوراً وہان چھوڑنی پڑی تین ہزار پونڈ تھا۔
جس میں اسکی بے بہا کتب مالیت پچہتر ۷۵ پونڈ بھی شامل تہیں۔

بعض قونصلوں کو مراکو میں ہردلعزیزی بھی نصیب ہوئی ہے اور ان میں
سے ایک شیرلے بھی ہے جب وہ آصفی میں اپنے تیرہ ۱۳ ہمراہیون کے ساتھ پہونچا
تو اُس نے بڑی دریادلی سے داد دہش کی۔ چنانچہ پانچسو نفر (جو اسکے ساتھ بطور
بدرقہ مامور کئے گئے تھے) میں سے ہر ایک کو ایک ایک نہایت عمدہ لنگی عنایت کی۔
اگرچہ وہ خرچ سے تنگ ہوگیا اور بہت سا روپیہ وہان کے یہودیون سے قرضہ
لینا پڑا۔ باوجود اسکے شیرلے مراکو میں خوش نہ رہا اور آخر وہ ایران میں چلا گیا اور
وہان کی افواج میں آتش فشان اسلحہ کا استعمال شروع کرایا۔

خاندان کولیکو

اس خاندان کے اشخاص مدت مدید تک مراکو میں پرتگال کیطرف سے
عہدہ قونصل پر ممتاز رہے۔ اس خاندان کا بزرگ ایک پرتگیز غلام تھا
جسکو محمد ہفتدہم نے سفیر کرکے لسبن میں بھیجا تھا۔ اگرچہ پرتگیزون نے اسے بحیثیت
سفیر منظور نہ کیا مگر بعد میں وہ پورتگال کیطرف سے مراکو میں قونصل مقرر رہا۔
جب اثنائے جنگ میں کولیکو دیرتک کچھ تنخواہ نہ ملی اور اسکے ذمہ بہت سا قرضہ
ہوگیا تو سلطان نے اُسے اپنے خاندان کا ایک فرد خیال کرکے روپیہ بہم پہنچایا تھا۔
اور جب پورتگیز گورنمنٹ نے کولیکو کو علیحدہ کرنا چاہا تو اہل مراکو نے اس امر کا بزور اظہار

کردیا کہ اگر ایسا ہوا تو وہ کسی دوسرے سفیر کو منظور ہی نہیں کرینگے پس کولبکو کو ہی وہاں بدستور رہنے کی اجازت دی گئی۔

ممالک غیر کی سفارتوں کے ساتھ جو اشخاص مراکو میں گئے ہیں از انجملہ ایک گولی آسن ہے جو ایک ولندیزی پروفیسر تھا۔ گولی آسن نے ایک انجیل بزبان عربی سلطان کے پیشکش کی اور سلطان کی تعریف خود عربی زبان میں تحریر کرکے پیش کی۔

اقسام تحایف

ان تحایف کی تفصیل جو سفرائے ممالک غیر علاوہ رقم خراج کے مراکو میں لائے ایک قسم کی دلچسپی رکھتی ہے اشیائے تحایف کبھی اپنی ندرت کی وجہ سے اور کبھی اپنی قیمتی ہونے کی وجہ سے شرف قبولیت پاتی تہیں اور ہر ایک قسم کے تحایف[۱] یورپین ممالک سے مراکو میں جاتے رہے ہیں یعنے جو جو چیزیں اعجوبہ روزگار ہوتی تہیں وہ مراکو میں بطور پیشکش روانہ ہوتی تہیں۔ انگلستان کیطرف سے گھوڑے اور ہاتھی بہی بھیجے گئے ہیں

مراکو کی مشہور اشیاء

مشہور اشیا جو سلطان مراکو کی طرف سے بطور تحایف ارسال ہوتی رہی ہیں وہ گھوڑے ہیں اور سامان زین وغیرہ یا شیر اور شتر مرغ وغیرہ۔

جب پورتگال نے مراکو میں گاڑی بہیجی ہے سلطان اس تحفہ کو بہت ہی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تحایف کے معاملہ میں سلاطین مراکو ہمیشہ بے تکلفی کو کام میں لاتے رہے ہیں۔ چارلیس دویم نے مولائے اسمٰعیل کیخدمت میں تین گاڑی کے گھوڑے روانہ کئے تھے تو سلطان نے کرکی کو لکھ بھیجا کہ تمہارے آقا نے تین گھوڑے ارسال کئے ہیں اور یہاں ایک گاڑی کے آگے چار گھوڑوں کی ضرورت ہے لہذا اپنے بادشاہ کو کہلا بھیجو کہ ایک اور گھوڑا روانہ کریں اور ہمکو اسطرح ممنون کرو۔ نیز مولائے اسمٰعیل نے لوئیس چہاردہم کے سفیر کو کہا کہ چند چار آئینہ ایک عمدہ تلوار اور چند بے بہا جواہرات شاہی خزانہ سے اور دور نادر اشیا جو ہمارے مذاق کی ہوں ہمیں ہم پہنچاؤ ۱۶۸۵ء

[۱] علاوہ دیگر اشیا کپتان پیدن منجانب جارج اول مولائے اسمٰعیل کے پاس یہ تحایف لے گیا تھا ایک نہایت نفیس مخمل کی کرسی سلطان کے واسطے پچاس پونڈ۔ دس پونڈ چار شلنگ چار شلنگ فی پونڈ مسٹر سل ۱۷۲۱ء میں ایک بڑا بادہ بنی کا شمعدان کئی قسم کے پارچات۔ شکر۔ چینی کے برتن۔ اٹھارہ پونڈ چار مٹھائی۔ زیورات اور نادر اشیا۔ قالین۔ سنہری فیتہ۔ بندوق۔ دوھری پستول وغیرہ وغیرہ۔ اور سب بیشمار چیزیں جو حرم سلطانی کے مذاق کی ہوں ٭

لیکن سب سے بڑھکر اہل مراکو توپ۔ گولی بارود اور بالخصوص پہاڑی اور جلد فیر کرنیوالی التواپ۔ کی تحفہ کی نہایت قدر کرتے ہیں۔ فادر آف مرسی بڑے بڑے قیمتی تحائف واشنٹ سنہ ۱۸۰۸ء کرتے رہے ہیں۔ چند سال بعد اسی جماعت تحائف العینی ایک ہزار پونڈ سلطان مراکو کو ارسال کئے۔ ان تحائف میں چار بھی تھی۔ بظاہر معلوم کہ اسوقت اول ہی اول چاء لائی گئی تھی جو بعد ازاں اس قدر مقبول عام ہوگئی ہے سنہ ۱۸۳۳ء میں جو تحائف مراکو میں پہونچے اس میں ماسوائے اور قیمتی اشیاء کے تین کتے ہی تھے۔ جب قونصل تبدیل ہوتا تھا تو طنجہ کا گورنر حاضر ہوتا تھا۔ مگر یہ رسم سنہ ۱۸۴۲ء میں برطانیہ نے موقوف کرادی۔

جب کوئی سفارت مراکو میں جاتی ہے تو شاہی ملازم بطور بدرقہ استقبال کو جاتے ہیں اور دارالخلافہ تک کل انتظام باربرداری وغیرہ بھی کرتے ہیں اور رستہ کے کنارہ پر جہاں سے سفارت گذرتی ہوتی ہے تمام سامان رسد وغیرہ مہیا کیا جاتا ہے اور اسقدر افراط سے یہ سب سامان ہوتا ہے کہ اگر پوری نگرانی نہ کی جائے تو تغلب کا بڑا موقع ملسکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ دودھ۔ مکھن۔ مرغ۔ گوسفند ہر روز زندہ و بریشتہ۔ کباب۔ روٹی۔ غلہ جو گھوڑون کے واسطے بکثرت موجود ہیں یہ ساری اشیا غریب رعایا کا خون نچوڑ کر فراہم پہونچائی ہوئی ہیں۔

اس جگہ اسقدر گنجایش ہرگز نہیں ہے کہ سفارت کے استقبال کے وقت جو دھوم دھام نظر آتی ہے اور جو شان و شوکت دکھائی جاتی ہے اسکا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ کیا جائے۔ تاہم اسقدر یہان بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس آؤ بھگت کی بدولت ہر ایک سفیر کے دل میں یہ خیال متمکن ہوجاتا ہے کہ جس عزت و حرمت سے اسکی پیشوائی ہوئی ہے قبل ازین کبھی کسی سفیر کی نہیں ہوئی پر جب دارالخلافہ نزدیک رہ جاتا ہے تو ایک مقام کیا جاتا ہے تاکہ کل شہر میں سفارت کی سواری کے استقبال کے لئے اہتمام کیا جائے۔ تقریباً شہر کے نصف باشندے تماشا کی غرض سے باہر نکل آتے ہیں جن میں ہر ایک اپنے عمدہ ترین لباس میں ملبوس ہوتا ہے۔ تماش بین گھوڑون پر سوار سپاہیون کی صفوف کے درمیان چلتے ہیں اور شہر میں عورتون کی آواز کا جو کوٹھون پر ہوتی ہیں عجیب قسم کا شور و غوغا سنائی دیتا ہے۔ سفیر کیواسطے

ایک مکان خالی کرا دیا جاتا ہے اور تین روز آرام و تیاری کے واسطے دیئے جاتے ہیں اس کے بعد محل کے کسی حصہ میں دربار عام منعقد ہوتا ہے سلطانی سوار صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان باشندگان ممالک غیر پیادہ کھڑے کئے جاتے ہیں بعد ازاں ان بھاری شور سا سنائی دیتا ہے اور بڑے دروازے کھولے جاتے ہیں پھر حضرت سلطان برآمد ہوتے ہیں۔ آگے آگے ایک گاڑی ہوتی ہے جو کسی غیر ملک سے نذر کی گئی ہے۔ پیچھے پیچھے سائیس نہایت خوبصورت گھوڑے پکڑے چلے جاتے ہیں۔ جب سلطانی سواری عین وسط میں پہونچتی ہے جہاں افراد سفارت جمع ہیں تو یہ لوگ ٹوپی وغیرہ اُتار ڈالتے ہیں اور جھک جاتے ہیں۔ عرض بیگ جو ہمیشہ بلند آواز شخص منتخب کیا جاتا ہے سفیر کا نام و پتہ بتاتا اور ملاقات کراتا ہے۔ سلطان نرم آواز میں خوش آمدید کہتا ہے۔ سفیر اپنے خطوط و دیگر کاغذات ایک ریشمی رومال میں لپیٹ کر ایک افسر کے حوالہ جو اس امر کا منتظر کھڑا ہوتا ہے کر دیتا ہے اور سفیر ایک دو مقررہ جملے بزبان عربی کہہ دیتا ہے اگر وہ کہہ سکتا ہو ورنہ ترجمان وہ عبارت سنا دیتا ہے اسکے بعد دوستانہ تعلقات کا یقین دلا کر سفیر تحایف اور اپنی جماعت کے اشخاص پیش کرتا ہے اور دربار برخاست ہوتا ہے پھر وزراء کی طرف سے دعوتیں اور ضیافتیں ہوتی رہتی ہیں اور کاروبار کے متعلق ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر بسبب ترجمہ کے مغالطہ پڑ ہی جاتا ہے۔ سب سے آخر سلطانی تحایف تقسیم ہوتے ہیں اور جسطرح سفارت کی آوازی وارد ہوئی اسیطرح واپس روانہ ہو جاتی ہے۔

تمام وزراے خارجی طنجہ میں سکونت رکھتے ہیں اور چونکہ عدالت عالیہ ہمیشہ اپنا مقام بدلتی رہتی ہے اس لئے اجرائے و انفصال معاملات میں وقت پیش آتی ہے اور اہل مراکو کے واسطے التوا و کسی کام سے پہلو تہی کرنے کے لئے کافی سے زیادہ بہانے موجود ہیں۔ وہ انشاء اللہ کہکر ہر ایک کام کا وعدہ کر دیتے ہیں۔ اور دل میں خوب جانتے ہیں کہ اللہ ایسا نہیں کریگا۔ الا اگر ان کے دینی مطلب کے اور وہ اس کام کو کرنا چاہیں تو پھر اس میں کسی قسم کی تاخیر ہونے کی نہیں۔ اب وہ دن گذر گئے ہیں جب مولائے اسمٰعیل سجدہ میں پڑ کر اللہ کا شکر ادا کرتا اور کہتا تھا کہ

پروردگار یہ تیری عین عنایت ہے کہ تو عیسائی سفرا کو میری سلطنت کی عظمت و شان دیکھنے کے لیئے یہاں بھیجتا ہے چونکہ اب سفیر بھی کثرت سے آنے لگ گئے ہیں اور ان کی آمد و رفت میں کئی قسم کی دقتیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں اس لئے وہ نہایت ہی نامبارک مہمان خیال کئے جاتے ہیں۔

سلاطین مراکو کا خیال سفیروں کے متعلق ایک عجیب قسم کا ہے وہ ہمیشہ سے باشندگان غیر ممالک میں سے سفیر انتخاب کرتے رہتے ہیں۔ مراکو کا مستقل سفیر صرف جبل الطارق میں ہی ہے اور جو سفیر مکہ شریف اور قاہرہ میں ہیں وہ در اصل سفیر نہیں کہلا سکتے معمولی مہتمم (ایجنٹ) ہیں۔ مولائے اسمٰعیل نے ایک ہسپانوی غلام کو سفیر کرکے پورتگال میں بھیجا تاکہ وہاں جاکر بشرائط عہد نامہ کا پورتگیزوں سے تصفیہ کرے لیکن وہ عہد نامہ منسوخ ہو گیا۔ پھر اسی شخص کو انگلستان میں سفیر بنا کر شتر مرغ تحفتہً دیکر بھیجا جب وہ ان امور سفارت سے فارغ ہوا تو اسے اس کام پر متعین کیا جو کام وہ پیشتر غلام کی حیثیت میں کرتا تھا۔ القصہ دیگر غلاموں کی مانند اسکا گلا بھی کاٹا گیا۔ مولائے الیزید نے ایک تیتوان کے رہنے والے کو سفیر مقرر کرکے ہسپانیہ میں بھیجا مگر اہل ہسپانیہ نے اسے منظور نہ کیا۔ لاکن اس قسم کے اعتراضات اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی وقوع میں آتے ہیں۔

جعلی سفیر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص مسمی ڈیوڈ پیلاچ جو مراکو کا یہودی تھا پیرس میں آیا۔ اس شخص کا باپ ہالینڈ میں مراکو کیطرف سے مہتمم تھا۔ ڈیوڈ کے پاس ایک خط منجانب سلطان مراکو تھا اور اپنے آپ کو سفیر مراکو ظاہر کرتا تھا۔ [illegible] غیر ایک سفیر کیطرح اسکی مدارات کی گئی جو تحائف سلطان کے واسطے فرانس کیطرف سے دیئے گئے وہ بھی اس نے لے لئے مگر یہ سب کچھ لیکر وہ ایمسٹرڈم میں جا بیٹھا۔ فی الجملہ جو جو کام اس نے فرانس میں کئے سلطان نے ان سے انکار کردیا۔ اسپر لوئیس چہاردہم نے جس نے ڈیوڈ کے مصارف سفر بھی ادا کر دیئے تھے کہا کہ اسکو [illegible] وہاں سے نکال کر اسکے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی بعد اس پر طرفہ یہ ہوا کہ ڈیوڈ پیلاچ اپنے والد کی وفات پر ہالینڈ میں اسکی جگہ مراکو کا ایجنٹ (مہتمم) مقرر ہو گیا۔ ممکن ہے کہ ڈیوڈ کو پہلے سفیر تسلیم نہ کرنا مراکو کی محض ایک چال ہو

اسیطرح بعد میں ایک عہد نامہ سے جو فرانس کے ساتھ ہوا تھا سلطان مراکو نے انکار کر دیا۔ اس معاملہ میں یہ حجت پیش کی کہ وہ شخص جس نے معاہدہ کیا مجاز نہ تھا اور اس نے خط میں خواہ مخواہ اپنا نام درج کر دیا۔ بن عیسیٰ نام ایک شخص سفیر ہو کر فرانس میں آیا یہ شخص اپنی ظرافت کی بدولت مشہور تھا۔ بن عیسیٰ لوئیس شاہ فرانس کے پاس یہ استدعا بھی لیکر آیا تھا کہ اپنی لڑکی کو سلطانی حرم میں داخل کرنے کی عزت بخشیں اور اس امر کی پروا نہ کریں کہ پیشتر ہی سلطان کے بہت سی حرم ہیں۔ بن عیسیٰ کو ہمارے جیمس دویم نے بغیر زر مخلصی لئے آزاد کر دیا تھا۔ سو جب جیمس جلاوطن ہو کر اس سے پیرس میں ملاقی ہوا تو اس نے اسکا شکریہ ادا کیا۔

۱۷۷۸ء میں دربار فرانس میں ایک سفیر سلطان مراکو کی جانب سے آیا اس سفیر کا نام قاید طاہر فنش تھا۔ اس نے شاہ فرانس کو سلطان کا لقب وغیرہ سے انکار کیا تھا اور جو خط وہ لیکر آیا تھا اسکا سرنامہ یہ تھا "بنام سردار قوم فرانس جسکے ہاتھ میں اس وقت عنان حکومت ہے یعنی لوئیس چہاردہم خدا اس شخص کو برکت دے جو سیدھے راستہ پر چلے"

جنگ ہسپانیہ کے بعد ایک مراکوی سفیر انگلستان میں آیا اس سفارت کا مدعا یہ تھا کہ قرضہ لیکر مصارف جنگ متدعویہ ادا کئے جاویں۔ لنڈن میں پہونچکر سفیر نے اول ہی اول جو کام کیا وہ یہ تھا کہ لارڈ میئر کو دو سو پونڈ خیرات کے واسطے دیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقدی اسے اس غرض سے دی گئی تھی کہ اسکی وجہ سے حصول مدعا میں سہولت ہو۔ ملکہ وکٹوریہ کے ڈائمنڈ جوبلی (جشن شاہی) کے موقعہ پر جب مراکو کو بھی دعوت ہوئی تو مراکو کے نائب السلطنت نے یہ کوشش کی کہ اسکا قائم مقام جو لنڈن میں تھا تقرر قونصل کے متعلق بھی سلسلہ جنبانی کرے مگر چونکہ سلطان متوفی نے اپنے وعدوں کی جو اس نے ۱۸۹۲ء میں سر چارلس کو ساتھ کئے تھے کچھ پروا نہ کی تھی اسواسطے گورنمنٹ نے اس امر سے انکار کر دیا تھا کہ کوئی خاص سفارت[1] مراکو کی جانب یہاں نہ آئے اور اس وجہ سے نائب السلطنت کی یہ کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اس کا

[1] اگر تمہاری معروضات کی طرف سلطان بالکل توجہ مبذول نہیں کرتے تو ملکہ منظور نہیں کر سکتی کہ مراکو کی جانب سے خاص سفارت یہاں آئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جشن جوبلی کے وقت مراکو کی جانب سے کوئی سفیر وہاں موجود نہ تھا اور سلطنت مراکو شرکت جشن سے بہرہ ور نہ ہوئی۔

باب ہژدہم

مراکو میں حقوق غیر ممالک

جب کوئی نووارد شخص مراکو کی حالت کو دیکھتا ہے تو اسکو تعجب آتا ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں دیسی رعایا کی جان و مال بالکل محفوظ نہیں ہے وہاں باشندگان غیر ممالک کی ہر قسم کا پورا پورا انتظام نظر آتا ہے اور بالخصوص جب وہ اسکے زمانہ بحری قزاقی کیطرف خیال کرتا ہے تو اس کا تعجب اور بڑھ جاتا ہے لیکن اگر بنظر غایر دیکھا جاتا تو یہ تفاوت ہرگز معمولی نہیں ہے اسکا سراغ چند صدی پیچھے تک چل سکتا ہے اور یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس خاص صنف میں کسطرح یہ حالت حاصل رہی ہے اس سلطنت میں باشندگان غیر ممالک کے حقوق موجودہ کی ترتیب بہ مشہور مصنف میس لیٹری نے حسب ذیل کی ہے:-

(۱) جان کی ضمانت اور بیع و شرا میں آزادی۔

(۲) قونصلان کے حدود اختیار و عدم ذمہ واری۔

(۳) حقوق نسبت مقامات سوداگری۔ کنائس و گورستان۔

(۴) شخصی ذمہ واری۔

(۵) سرکاری حق ضبطی کا ترک (حق ضبطی سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شخص بلا وارث مرجائے یا کوئی ایسی جایداد ہو جسکا وارث کوئی نہ ہے تو اس جایداد کی مالک سرکار ہوتی ہے)

(۶) ترک قزاقی از ہر دو جانب۔

(۷) شکستہ جہازوں کی حفاظت اور استحقاق نسبت اسباب جہاز ہائے شکستہ کا ترک۔

(۸) اجانب کو کسی ایسی طاقت کے جھنڈے کے نیچے جسکے ساتھ صلح ہو امن سے آنے کی اجازت

(۹) تجارتی اسباب کو ادھر ادھر لیجانے۔ ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے اور تحصیل

قیمت کی اجازت۔

(۱۰) نا فروخت شدہ اسباب کو بلا ادائگی محصول باہر بھیجنا۔

ابتدا میں جو سوداگر ساحل پر اقامت اختیار کرتے تھے انکو سرائے میں بود و باش رکھنی پڑتی تھی اور سراؤں میں ہی وہ خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔ آخر کار بعض نے سراؤں کو اجارہ پر لے لیا اور رفتہ رفتہ سوداگران غیر ممالک کی تعداد بڑھنے لگی۔ ہر ایک سرائے میں ایک الگ قوم مقیم ہونے لگی۔ ہر گروہ کا ایک سرگروہ ہوتا تھا جو اپنے قومی گروہ کے نیک و بد کا ذمہ وار ہوتا تھا اور قونصل کو جو بعد ازاں ذمہ وار ٹھیرایا گیا تھا تو اسکی بنا بھی یہی ہے جس شکل کا مدارک سب سے اول کرنا تھا وہ یہ تھی کہ قونصل کو اپنی قوم کے اشخاص کے قرضہ کا ذمہ وار نہ ٹھیرایا جائے۔ سب سے پرانا معاہدہ جو اسوقت موجود ہے بمقام (تلمسان) تحریر ہوا تھا۔ اس کا ایک فریق تو امیر مراکو علی خامس (ابوالحسن) تھا جو خاندان بنی مرین میں سے تھا اور فریق ثانی اہل مجاریکا تھے۔ اس معاہدہ کی میعاد دس سال تھی اس میں تحریر تھا کہ ہر دو ملک کی رعایا ایک دوسرے کے پاس اسباب تجارتی لا سکتی ہے اور ان کے جان و مال و دیگر حقوق ہر دو خشکی اور تری پر محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی جہاز ایام قزاقی میں بھی خاص مراکو میں جاتا تھا تو اس کا کوئی مزاحم نہ ہوتا جس طرح ایک عرب کے جہاز کو کوئی شخص کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ معاہدہ مذکور کے رو سے ہی غلہ گندم۔ شوربہ۔ کھال۔ گائے۔ بکری اور اسلحہ کے باہر بھیجنے کی ممانعت کی گئی تھی مگر دیگر اسباب ہر قسم کے واسطے معمولی محصول کی ادائیگی کے بعد اجازت تھی جو اسباب خاص امیر کی خاطر لایا جاتا تھا۔ اسپر کوئی محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا

ابھی بیس سال بھی گذرنے نہیں پائے تھے کہ ایک اقرار نامہ میں جو پیسا کے ساتھ ہوا۔ اختیار سماعت نسبت تنازعات کا سوال پیش کیا گیا مگر سب سے اول شخصی ذمہ واری کا سوال طے ہوتا تھا۔ جب اس کا تصفیہ ہو چکا تو یہ قرار دیا گیا کہ باشندگان غیر ممالک کے تنازعات کا انفصال قونصل کیا کرے اور جن تنازعات میں ایک فریق کوئی دیسی ہو اور دوسرا فریق کوئی باشندہ غیر ممالک تو ایسی صورت میں اپیل (مرافعہ) قاضی کے پاس ہوگا۔ ایک شرط یہ بھی قرار پائی تھی کہ جب کوئی باشندہ غیر ملک مراکو میں مر جائے تو جایداد متروکہ متوفی حسب شریعت اسلام

سرکاری مال نہیں ہو جائیں گی۔ البتہ مراکو میں یہ استحقاق حاصل ہو گیا تھا کہ ممالک غیر کے تین تاجر جہازوں میں سے ایک کو ملکی خدمت کے لیے مستعمال کریں۔ کرایہ ادا کر دیں اور انتخاب کنندہ قونصل ہوں گے۔ یہ امر بحری تعلقات کی ترقی کے واسطے اہالی مراکو کے حق میں مفید تھا۔

اسطرح ان حقوق کی بنیاد پڑی جنکا فایدہ آجکل اٹھایا جا رہا ہے قطع نظر اس طریقہ کے جس میں اہل مراکو اپنے عہد و پیمان کا ایفاء کرتے رہے ہیں۔ بہرکیف اس امر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ علاً نہیں مگر ضرور وہ ہمیشہ اپنے آبا و اجداد کے معاہدات پر کاربند رہے ہیں۔ مراکو میں یہ بھی ایک خاص دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر کسی ایک ملک کے باشندگان کو جنکے ساتھ رابطہ اتحاد بہت مستحکم ہے بعض حقوق عطا کئے گئے ہیں تو کسی دوسرے ملک کے باشندگان کو ویسے ہی حقوق حاصل کرنے میں کچھ زیادہ وقت پیش نہیں آئی۔ جب سنہ ۱۸۸۵ء میں انگریزوں نے بھی مراکو میں قدم رکھنا شروع کیا تو پہلا کام جو ان کو کرنا تھا وہ یہ تھا کہ احمد ثانی سے ایک فرمان مشعر اس امر کے حاصل کریں کہ انگریزی رعایا کو خواہ مخواہ تکلیف نہیں دی جائیگی اور نہ ہی ان کو طوق غلامی پہنایا جائیگا یعنے ان کو غلام نہیں بنایا جائیگا اور اس مضمون کا فرمان شاہی دیگر اقوام کے حق میں نافذ ہو چکا ہوا تھا۔

تقرر قونصل سنہ ۱۷۶۷ء	فرانس کی سالہا سال کی لگاتار کوششیں آخر بار کامیابی لائیں۔ صلح کے تیسرے عہد نامہ کے روسے یہ امر قرار پایا کہ تمام حصص میں

جہاں جہاں فرانسیسیوں کے اغراض وابستہ ہیں ایک قونصل مقرر کیا جائے۔ مراکوی سفیر جو فرانس میں رہتا تھا اسکو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہاں جو تنازعات وغیرہ مراکوی رعایا میں برپا ہوں ان کا فیصلہ وہ خود کیا کرے اور فرانسیسی قونصل جو مراکو میں تھا اُسے بھی ویسا اختیار دیا گیا تھا۔ ہر ایک فریق اپنی اپنی رعایا کے مقدمات سماعت کرسکتا تھا اور اسطرح جو حکم ایسے مقدمات میں نفاذ پاتے تھے وہ ناطق تصور ہوتے تھے کیونکہ ان کا کوئی اپیل یعنے مرافعہ نہیں تھا۔ بعد ازاں ان ہی فریق کے مابین ایک اور معاہدہ ہوا جسکے رو سے یہ قرار پایا کہ طرفین غلاموں

کو بغیر قیمت رہا کردیں اور کوئی مراکوی بندرگاہ اس شرط کی تعمیل میں مقصر ہے تو
فرانسیسی اسپر گولہ باری کرسکتے ہیں۔ یہ معاہدہ اسوقت کے حالات کے لحاظ سے بہت
مفید تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی معاہدہ کی بنا پر جبل الطارق سے جنگ چھیڑی
گئی اور برطانیہ سے بدستور صلح قایم رکھی گئی تھی۔ ایک یہ امر بھی قرار پایا کہ جو سنہ ۱۷۳۴ء
باشندگان غیر ممالک خفیہ طور پر بغیر ادائیگی محصول مال لیجاتے ہوئے گرفتار کیے
کیے جاویں وہ بھی قونصل کے حوالہ کیے جاویں۔ سولہ سال بعد ایک اہم معاہدہ
تحریر ہوا یعنی گورنمنٹ مراکو اس قرضہ کی ادائیگی کی جو اس کی رعایا کیطرف سنہ ۱۷۵۰ء
سے باشندگان ممالک غیر کو واجب الادا ہو ذمہ وار قرار پائے۔ اسمٰعیل نے سنہ ۱۷۶۰ء
سر گلوڈزلے شاول کو لکھا کہ ان انگریزی سوداگروں کے قرضہ جات جو یہان
سکونت رکھتے ہیں ادا کیے جادیں گے۔ لاکن جب قرضہ جات کی ادائیگی ہوجائے
تو اسکے بعد ہمارے ملک میں وہ لوگ ہرگز نہیں ٹھیر سکینگے۔ مراکو والون کو یہ
اجازت تھی کہ اگر سوداگران ممالک غیر بے قرضہ ادا کیے ملک سے جانا چاہیں تو
اُن کو روکدیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۴۴ء میں انگریزی نائب قونصل بسبب عدم ادائیگی
قرضہ موگیدار میں روکا گیا تھا۔ حتیٰ کہ قرضہ ادا کیا گیا۔ مولائے اسمٰعیل نے سنہ ۱۹۰۴
میں ایک فرمان فرنے ڈائیگو کے نام جو ہسپانیہ کا رہنے والا تھا بدین مضمون نافذ
کیا کہ وہ جملہ عیسائی اسرا کے معاملات خود فیصلہ کیا کرے۔ مگر فنیس مذکور نے اس عہدہ
کو منظور نہ کیا اور دنیادار اشخاص کو یہ منصب دیدیا۔ مولائے اسمٰعیل ہی کے عہد
میں انگلستان کے ساتھ ایک اہم معاہدہ ہوا جسپر سیوارٹ نے دستخط کیے۔ یہہ
پہلا معاہدہ انگریزون سے ہوا۔ اس معاہدہ کی ایک یہ بھی شرط تھی کہ طرفین ایک
دوسرے کے جہاز میں پرچہ راہداری کا ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ سنہ ۱۷۸۰ء میں اس
معاہدہ کی تصدیق ہوئی اور کچھ اسکو وسعت بھی دیگئی۔ یہ معاہدہ رسل کی معرفت
تحریر ہوا۔ اب اس معاہدہ میں یہ تازہ شرائط ایزاد کی گئی تہیں کہ مراکوی رعایا
بشمول یہودیان صرف تیس روز تک جبل الطارق یا منارکا میں کاروبار
سوداگری کیلیے روانہ ہوسکتے ہیں اور تنازعات جو انگریزون اور یہودیون کے
مابین ہون وہ گورنر اور قونصل کے پیش ہون ٭

انگریزی رعایا کے مراکوی خدمتگار وغیرہ ہر قسم کے محصول سے معاف رکھے جائیں۔ تمام انگریزی رعایا جو کسی جہاز میں پکڑی جائے وہ آزاد متصور ہو۔ سامان رسد وغیرہ جبل الطارق یا انگریزی بیڑے کے واسطے بغیر محصول کسی بندرگاہ سے خریدی جاسکتی ہیں۔ ازاں بعد ازاں یہ ایک باہم معاہدہ متعلق مکانات و جائداد انگریزی سے ہوا۔ ولندیزوں نے یہ معاہدہ تحریر کرالیا کہ اگر کوئی باشندہ غیر ممالک کسی دیسی یعنی باشندہ مراکو کو جان سے مار ڈالے تو ایسے مقدمہ کی تجویز سلطان بنفس نفیس کیا کرے اور قونصل بھی حاضر رہے۔

سب سے بعید معاہدہ دی برگنیان کا عہدنامہ ہے جو فرانس کے ساتھ ہوا۔ اسپر مراکش میں دستخط ہوئے۔ اس عہدنامہ کے رو سے فرانسیسی اس امر کے مجاز قرار پائے کہ جس قدر وہ قونصل ضروری خیال کریں مقرر کر سکتے ہیں۔ اور دوسری اقوام پر اس بارہ میں ان کو ترجیح ہے۔ نہ وہ کوئی محصول ادا کریں۔ دیسی ملازم مثلاً منشی وغیرہ کے ساتھ ان کے دینی فرائض میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے۔ اور ان کے مکانات وغیرہ کی حفاظت کیجائے۔ نیز وہ محصول ادا نہ کیا کریں۔ اگر کوئی تنازعہ کسی فرانسیسی اور مراکوئی شخص کے درمیان ہو تو بغیر مداخلت قاضی سلطان اس کا فیصلہ کریں۔ قونصل بھی حاضر رہے۔ مگر اس شخص کے قرضہ کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ فرانسیسی جہازوں کی تلاشی نہ ہوا کرے اور اس امر کی احتیاط بیشتر ہی سے کیجائے کہ غلام ان کے جہازوں میں فرار ہو کر نہ جاسکیں۔ فرانسیسی مراکوئی بندرگاہوں میں اپنے دشمنوں سے پناہ گزیں ہو سکتے ہیں۔ لاکن اہل مراکو کو ان مقامات میں جانے کی اجازت نہ تھی جنکا فاصلہ فرانس سے تیس میل سے کم ہو۔ تجارت پر سے سب قیود اٹھائی گئیں۔ نافروخت شدہ اسباب پر کوئی محصول ادا نہ ہوگا۔

جنگ ہسپانیہ کے بعد ایک اور عہدنامہ تحریر ہوا۔ اس سے جملہ حقوق سابقہ کی تصدیق ہوئی اسوقت سے مراکو میں تجارت کی آزادی ہے۔ دوسرے ممالک کی رعایا اسی بندرگاہوں میں جو داخل معاہدہ ہیں مکانات تعمیر کر سکتے ہیں۔ اور اگر ضروری متصور ہو تو سلطان کیطرف سے ان کو تعمیر کے واسطے جگہ بہم پہونچائی جاتی ہے۔ الغرض مراکو میں اب ہر قسم کی آزادی اور سہولت حاصل ہے۔

ان ممالک کی رعایا کو جس کے ساتھ دوستانہ تعلق قایم ہے ہر قسم کی آزادی حاصل ہے اور کسی قسم کا جبر نہیں ہو سکتا۔ ان کے مکانات وغیرہ بھی محفوظ ہیں خواہ مخواہ ان کی تلاشی

نہیں کیجی سکتی ہیں ہر قوم کو اپنی مذہبی فرائض اپنے طرق پر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ یہودی اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو ویسی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر ممالک کی رعایا رکھتی ہیں۔ اگر غیر ممالک کی رعایا میں سے کوئی شخص لاوارث بلا وصیت کئے وفات پا جائے تو اُسکی جائداد قونصل کے حوالہ کیجائے گی۔ جو تنازعات غیر ممالک کے باشندگان کے مابین ہوں اُنکا فیصلہ بھی قونصل ہی کرتی ہے اور اس میں دیسی حکام کی کوئی مداخلت نہیں ہے جو دعوی یا الزامات مراکوی رعایا غیر ممالک کی رعایا کے برخلاف دائر کرے اُنکا تصفیہ بھی قونصل کرتا ہے۔ اور اگر غیر ممالک والوں کی طرف سے کوئی دعویٰ مراکوی رعایا کے برخلاف کیا جائے تو اسکا فیصلہ مقامی عدالتوں میں ہوگا۔ قونصل صرف اس موقعہ پر حاضر رہ سکتا ہے۔ ہر دو جانب کو حق مرافعہ (اپیل) حاصل ہے۔ چونکہ مراکو میں بہت قوم غیر ممالک آباد ہیں اور ہر ایک کا قانون مختلف ہے اسواسطے جس معاملہ میں دو فریق سے زیادہ فریق ہو جائیں تو وہ مقدمہ سخت پیچیدہ ہو جاتا ہے ۱۸۳۶ء میں یہ امر قرار پایا کہ انگریزی رعایا کا کوئی آدمی کسی علت میں گرفتار ہو جائے تو اوسکو حوالہ قونصل کیا جائے۔ اور ۱۸۵۲ء میں ولندیزوں نے یہ معاہدہ حاصل کیا کہ اگر کوئی غیر ممالک آدمی کسی باشندہ مراکو کو جان سے مار ڈالے تو اس کا مقدمہ صرف سلطان بذات خود سماعت کرے گا۔ سب سے اہم معاہدہ ۱۸۶۷ء میں ہوا۔ اسکی شرائط یہ تھیں کہ اہل فرانس جہاں جہاں ضروری خیال کریں اپنے قونصل بٹھا سکتے ہیں۔ دیسی منشی مصدی ودیگر اہلکاروں سے ان کی ادائیگی فرائض میں کوئی مداخلت نہ کیجائے۔ نہ ہی ان کے مکانات وغیرہ سے کسی قسم کا تعرض نہ ان سے کوئی محصول وصول کیا جائے۔ باشندگان غیر ممالک کو اپنے گھروں میں عبادت کرنے کی اجازت ہو گئی۔ اگر کوئی تنازعہ سلطانی رعایا اور فرانسیسی رعایا کے مابین واقع ہو جائے تو اس کا فیصلہ سلطان بذات خود یا اس کی طرف سے کوئی عہدہ دار بغیر مداخلت قاضی کرے اگرچہ قونصل کو اجازت تھی کہ انکے تحقیقات میں حاضر رہے مگر وہ قرضہ جات کے لئے ذمہ وار نہیں تھا فرانسیسی جہازوں کی تلاشی ممنوع ہو گئی۔ اہل فرانس کو اجازت تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے مراکوی بندرگاہوں میں پناہ لیں۔ لاکن اہل مراکو ان مقامات میں جانے کے مجاز نہ تھے۔ جو فرانس سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہوں۔ اس عہدنامہ کا نام معاہدہ دی بردگنان (De Breugnon) ہے اور بھی چھوٹے چھوٹے معاہدے محصول وغیرہ کے متعلق زیر تحریر میں آتے رہے جنکا یہاں ذکر نا زیادہ تر مفید نہیں ہوگا۔

اسوقت مراکو میں تجارت کی آزادی ہے اور ہر ملک وملت کے لوگ اپنا اپنا بیوپار بغیر خطرہ سرانجام دیتے ہیں۔ حسب ضرورت مراکو کی حکام تعمیر کیواسطے جگہ مہیا کرتے ہیں۔ سفر کے واسطے آزادی ہے۔ مگر یہ آزادی دراصل سلطانی حدود کے اندر ہی اندر ہے۔ بندرگاہوں میں باشندگان ممالک غیر کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ جہاں چاہیں آجا سکتے ہیں۔ اور اپنے اپنے جھنڈے نصب کر سکتے ہیں جس جگہ پر ضرورت محسوس ہو وہاں قونصل مقرر کیا جا سکتا ہے۔ قائم کیا جا سکتی ہیں۔ ان ممالک کی رعایا جس کے ساتھ رابطہ دوستانہ قائم ہے محصول وغیرہ مستثنی ہیں۔ غیر ممالک کے یہودی و مسلمان کے حقوق یکساں ہیں۔ اگر کوئی باشندہ غیر ممالک لاوارث مر جائے اور کسی قسم کی وصیت بھی نہ کیجائے تو متوفی کی جائداد متروکہ قونصل کی تحویل میں ہوگی۔ نیز ان مختلف معاہدات سے یہ امر بھی قرار پا چکا ہے کہ سلطنت مراکو مجرمان مفرور کے ماوی ہے دلیجا نہیں ہے اگر کوئی مجرم مراکو میں چلا جائے تو اسکی گرفتاری بذریعہ وارنٹ عمل میں آسکتی ہے اور اکثر ایسا وقوع میں آیا ہے کہ ممالک یورپ کے مفرورین مراکو میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ نووارد اشخاص کو مراکو میں سب سے پہلے بڑی تکلیف یہ ہے کہ مکان سکنی دستیاب نہیں ہو سکتا اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اہل مراکو یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ غیر ممالک کے باشندگان کی آبادی کو زیادہ وسعت دیجائے۔ بنابریں اگر کوئی شخص اس بارہ میں سعی کرے تو حتی الامکان ہر قسم کی مزاحمت پیش کیجاتی ہے۔ لیکن اگر سچ پوچھو تو اہل مراکو حق پر ہیں۔ گزشتہ زمانہ میں مذہبی اور اخلاقی وغیرہ آزادی عطا کرنے سے ان کو جو جو دقتیں پیش آئیں وہ ناگفتہ بہ ہیں۔ نظر براں اب وہ زیادہ محتاط ہوگئے کہ ان کے ملک میں یہ مفسد مادہ زیادہ جمع نہ ہوا اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ مقامی حکام نے رقوم کثیر اپنی گرہ سے ادا کر کے غیر ملک کے اشخاص کو نکالا ہے۔ اس دقت کی رفع کرنے کی غرض سے معاہدہ میڈرڈ (Madrid) میں جو ۱۸۸۰ء میں تحریر ہوا ایک فقرہ یہ بھی درج کیا گیا کہ اپنی جائداد پر قبضہ رکھنے کا استحقاق جملہ باشندگان غیر ممالک کو حاصل ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ اہل مراکو نے حسب معمول بیخ لگا دی جس سے اس شرط کا زور ٹوٹ گیا وہ یہ تھی کہ کسی جائداد کا بیع ہرگز وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ جبتک سرکار سے پہلے اجازت حاصل نہ کیجائے۔ اور ایسی اجازت کا حصول سخت مشکل ہے۔ جب تک کوشش نہ کیجائے اور زیادہ نذرانہ دیا جائے۔ تو یہ مدعا حاصل ہونے کا نہیں اور وثیقہ نویسوں کو جب تک ان کو خاص اجازت نہ دیگئی ہو سخت سزا دیجاتی ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف یہ ہے کہ

کہ تمام تنازعات نسبت جائداد تابع قانون ملکی ہیں۔ الغرض یہاں عمارت بنانے میں سخت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر معمار اور مزدور عمارت پر لگائے جائیں تو اُن کو فی الفور گرفتار کیا جاتا ہے البتہ بعض لوگوں نے اسطرح کیا ہے کہ مزدور وغیرہ بھی باہر سے آئے ہیں۔

مراکو میں افسران ممالک غیر کی ایک جماعت جس کے سپرد انتظام حفظان صحت ہے اور ۱۸۱۳ء میں اس جماعت کو سلطان کی طرف سے اختیار دیا گیا تھا کہ انسداد طاعون میں وہ پورا پورا انتظام کریں تب سے یہ جماعت قائم ہے اور جس قدر اشخاص باہر سے مراکو کی بندروں میں وارد ہوتے ہیں اُن کے نام درج رجسٹر کئے جاتے ہیں۔

ایک بڑا مفید معاہدہ جو تحریر ہوا وہ یہ تھا کہ راس سپارٹل ایک مینار بصرف ممالک غیر تعمیر کیا جائے۔ مگر وہ ملکیت مراکو کی ہوگی۔ اور جنگ کے وقت کوئی فریق اس کے استعمال کا مجاز نہ ہوگا۔ اس مینار کا انتظام ایک کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جس کے ممبران قونصلان ممالک غیر ہیں جنمیں سے باری باری میر مجلس (پریزیڈنٹ) تجویز کیا جاتا ہے۔

ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف معطوف کیجاتی ہے کہ جس ملک میں ان سلطنت کے باشندگان کو اس قدر تکلیف پہونچی ہے۔ اس میں یہ قیاس ہی نہیں ہوسکتا کہ عام لوگوں کی کیا گت بنتی ہوگی۔ اگر موجودہ حالت کا مقابلہ حالت سابقہ کے ساتھ کیا جائے تو زمین و آسمان کا تفاوت دکھائی دیگا۔ اور اس تفاوت کی عمر ایک یا دو صدی سے زیادہ نہیں ہے اس موقعہ پر گورنمنٹ مراکو کی دادگستری وعدل و انصاف کی ایک مثال درج کیجاتی ہے جیسا کہ جیکسن کا بیان ہے۔ ایک شخص مسمی لیٹن نے ایک عورت کے دو دانت مار کر توڑ دئیے۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہوا۔ اور قانون سن بالسن کے مطابق لیٹن پر قرارداد جرم قائم کیا گیا۔ کیونکہ نہ ہی مستغیثہ اور نہ ہی جوشیلے باشندگان مراکو کوئی بات صلح کے مانتے تھے۔ الغرض مقدمہ بر طبق اپیل سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ لیکن سلطانی عدالت بھی حکم سزا بحال رہا۔ کیونکہ اس قانون سے انحراف نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر جب لیٹن سوداگر نے یہ وعدہ کیا کہ وہ مبلغ گندم ایک جہاز بھر کر مستغیثہ کی نذر کریگا تو نہ صرف اس کا جرم ہی معاف ہوا۔ بلکہ سلطان اسپر بہت مہربانی کرنے لگے۔ اور اسے انگریزی قونصل مقرر کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ سنہ ۱۸۲۲ء۔ جملہ قونصلان غیر ممالک تطاوین سے مخرج کرکے بجبر کھیجدئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی یورپین آدمی سے اثنائے شکار میں ایک

گولی لگ کر مر گئی۔ سنہ ۱۸۰۴ء میں انگریزی گھڑی ساز نے ایک شریف (علوی سید) کے کان پر گھونسہ دے مارا۔ اس کی پاداش میں حکم ہوا کہ مجرم کے ہاتھ اور زبان کاٹ دیجاوے مگر بقول کپتان جونس سمتھ (Captain Jones Smith) تین سو نفر خاص شاہی خدام قید خانہ پر پل پڑے اور اس مجرم کو چھوڑ لیا۔

ایک شریف نے فرانسیسی قونصل مسمی ایم۔ ساڈو (M. Sourdeau) پر حملہ کیا۔ استغاثہ مولائے سلیمان کے پیش ہوا۔ اب سلطان عجیب مشکل میں پڑ گیا ایک طرف تو مستغیث کے منصب کا خیال تھا۔ اور دوسری طرف مستغیث الیہ کے دینی تقدس کا پاس۔ کرے تو کیا کرے۔ عاقبۃ الامر مولائی سلیمان نے اپنی قلم مبارک سے ایک خط ارقام کیا۔ خط کے ابتدا میں یہ جتایا ہے کہ مستغیث کی خاطر بحیثیت مہمان ہونے کے بہت عزیز ہے۔ اور پھر اصل مطلب کو اسطرح حوالہ قلم کیا ہے۔

عیسائی لوگ بہت رحم دل ہوتے ہیں۔ اور جو صدمات ان کو دوسروں کی جانب سے پہونچتے ہیں۔ ان کو وہ صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سے ظہور میں آیا۔ اور اس کتاب میں جو تمہارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے تم لوگوں کی طرف لائے مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک رخسارہ پر تھپڑ مارے تو دوسرا اس کے آگے کر دو۔ چنانچہ آنحضرت نے جب یہودیوں نے آپکو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اپنی حفاظت کی کوئی کوشش یا تدبیر نہیں کی اور اور پھر اللہ تعالے نے ان لوگوں سے انہیں بچا لیا۔ اور ہماری کتاب میں جو ہمیں ہمارے پیغمبر صلعم کی معرفت پہونچی ہے۔ منظور ہے کہ سب اقوام میں سے عیسائیوں میں نیکی کے کام کرنے والے کثرت سے ہیں۔ اور یہ امر بلا شک و شبہ ہے کہ تم لوگوں میں اکثر قسیس اور پادری راست بین جن میں کبر نہیں ہے۔

آگے چلکر خط میں تحریر ہے کہ مستغاث الیہ دیوانہ تھا اور خدائے رحیم و کریم کے واسطے رحم و معافی کی درخواست کرتا ہے۔

ہیجو قسم مقدمات میں تقدیس کا عذر ہمیشہ مانع انصاف رہا ہے۔ اگرچہ بعد میں
سنہ ۱۸۱۲ء یہ عذر ناکافی خیال ہونے لگا۔ مگر ابھی وہ وقت آنے والا ہے۔ جب سادات علوی کو واجبی سزا دیجاوے گی۔ ایک شریف نے کسی کشتی پر بندوق چلائی اور اس جرم کی

سزا میں اسے شلاق کیا گیا۔ مگر یہ سزا گویا بالجبر دیدی گئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک ۱۸۵۵
شریف قصاص میں قتل کیا گیا۔ اس دفعہ بھی مقتول ایک فرانسیسی ایم رے نام تھا
اور اسوقت سے یہ عذر تقدیس کم ہی اٹھایا گیا ہے۔ اگرچہ اسوقت بھی ویسی سیاست
سے کام نہیں لیا جاتا۔ جیسا کہ چاہیئے۔ تاہم جو لوگ اشخاص یورپین پر حملہ وغیرہ کرتے ہیں
اُن کو پوری سزا دیجاتی ہے بلکہ یہانتک ہوتا ہے کہ جس موقعہ پر کوئی ایسا حادثہ واقعہ
ہو وہاں کے باشندگان گردنواح پر بھی جرمانہ کیا جاتا ہے۔ باشندگان ممالک یورپ کا
مال وجان مراکو میں جہاں کہیں سلطان کی حکومت وسیاست کا لوہا مانا جاتا ہے کافی
طور پر محفوظ ہے۔ اور کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ البتہ دعوے سرجانہ کے واسطے
مدعی کے ساتھ دو پولیس کے آدمی ہونے چاہیئں۔ اگر کسی گانوں میں مقام کیا جائے
تو گانوں والوں کا فرض ہے کہ رات کے پہرہ کے واسطے ایک آدمی رکھیں۔ تاہم ملک
کے حصص زیریں میں بلا خوف وخطر سفر کیا جاسکتا ہے۔ ۱۸۵۹ء میں عبدالرحمن
ثانی نے عیسائیوں کے اخلاق کی تعریف اور باشندگان مراکو کو اس کے تقلید کی
ہدایت کی ہے۔ اس کا قول ہے کہ کم از کم عیسائیوں نے اپنے وعدوں کو پورا کیا ہے
مگر اہل مراکو کے واسطے کوئی پاس وعدہ یا ایمان نہیں ہے۔ جو انگریز ملک مراکو میں
مقیم ہیں ان کو اس امر واقعہ پر بڑا فخر اور ناز ہے کہ وہاں کے لوگوں میں یہ بات بہت
مشہور ہے کہ یہ قوم اپنے قول کی سچی ہے۔

اگرچہ لوگوں کے شوق تجسس کی کوئی حد نہ تھی۔ مگر کسی نے کوئی ایسی مزاحمت
نہ کی۔ آخر نائب السلطنت نے کہلا بھیجا کہ شہر میں بائسکل نہ چلانا چاہیئے۔ شاید
ہے کہ کوئی جاہل جوشیلا شخص نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اہل مراکو
بائسکل کے سواروں کو شیاطین پران کہتے ہیں۔

مگر ہمیشہ یہ حالت نہیں رہی۔ اور یہ امر مختمہ مقدسہ کے گشتی خط سے ظاہر
ہوتا ہے جسکی نقل ذیل میں درج ہے۔

بسم اللہ

بنام جملہ قونصلان۔ خدا اسے برکت دے جو صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ تم لوگوں

کو واضح رہے کہ گذشتہ تیس سال سے حضور بجانب انگریزوں کے اعمال کو ملاحظہ اور اخلاق پر غور فرما رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ہر موقع پر یہی ظاہر ہوا ہے کہ وہ قول کے سچے ہرگز نہیں ہیں۔ انگریزوں کے چال چلن میں زیادہ فرض کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں اور کوئی تعریف نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ دروغ گوئی میں بڑے مشاق ہیں۔

باب نوزدہم

رابطہ تجارت

جب مراکو کی تواریخ تجارت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں صدی میں مارسیلز اور سیتا (Ceuta) میں آپس ایک عہدنامہ کی آڑ میں تجارت چلتی تھی۔ مال درآمد صرف شراب تھی۔ اور دوسری طرف وینیس اور فلانڈرز میں مراکو سے شکر جاتی تھی۔ علاوہ دیگر اسباب تجارتی کے مراکو سے موم۔ زیرہ کھال اور خرما باہر جاتے تھے۔ بالخصوص مراکو کی شکر بہت مشہور اور عمدہ ہوتی تھی یہاں تک کہ اطالیہ کے سنگ مرمر کے ساتھ مساوی الوزن تبادلہ ہوتی تھی۔ ایک پری پر سنگ مرمر اور دوسری طرف شکر ڈالی جاتی تھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ چودہویں صدی کے اوائل میں سوداگران یورپ کو ملک میں پھرنے کی ویسی ہی آزادی تھی جیسی کہ آجکل ہے۔

انگریزوں نے سرزمین مراکو میں تقریباً سب سے پیچھے قدم رکھا۔ ۱۵۵۱ء میں اول ہی اول لیئن آف لنڈن نامی جہاز مراکو میں پہونچا۔ اس جہاز میں پارچات سنگ موسئے۔ عنبر اور گھونگا مچھلیاں لائی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں کچھ اور اشیا بھی تھیں اور بوقت واپسی یہ جہاز یہاں سے شکر۔ خرما۔ بادام وغیرہ لے گیا۔ البتہ اطالوی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہد کناس سے مصر کو جاتا تھا اور شاید اس سے شیرہ شکر مراد ہے۔

مراکو کی تجارت کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر بہت سے لوگ اس امر کے خواہشمند ہو گئے کہ اس سلطنت میں تجارت کرنے کی عزت حاصل کریں اور رفتہ رفتہ نوبت بہ نوبت برقی

رسید چنانچہ ۱۵۷۷ء میں ملکہ بیتس کے عہد میں جو انگلستان کی ایک مشہور نیک ملکہ گذری ہے۔ اس کے درباریوں میں خاصکر یہ بڑا چرچا ہوا کہ کسی طرح مراکو سے تجارت کرنے کا فخر حاصل ہو جائے۔ بنا بریں ملکہ موصوفہ نے امیر مراکو کے ساتھ خط وکتابت شروع کی اور اسوقت کی بعض تحریریں اب تک موجود ہیں اور بعد میں مسٹر اڈمنڈ ہوگن کو سفیر کر کے مراکو میں بھیجا۔ اس سفیر نے اپنا زیادہ وقت بورہ (Salt-Sale) کے حاصل کرنے میں صرف کیا۔ اُس وقت مراکو میں فرانسیسی۔ پرتگیز وغیرہ لوگ پیشتر ہی سے موجود تھے۔ سچ پوچھو تو اسوقت بہ نسبت آجکل کے اقوام یورپ کے زیادہ اشخاص مراکو میں اقامت گزیں تھے۔ ارل وارک (Earl Warwick) اور ارل لیسٹر (Earl Leicester) اُسوقت کے مشہور سوداگروں میں سے ہیں اور انہوں نے ملکہ مذکورہ سے مراکو کے ساتھ رابطہ تجارت کھولنے کیخاطر خطوط حاصل کئے ۱۵۸۵ء میں ایک خاص شاہی منشور ایک کمپنی کو جو اکسیٹر کمپنی آف بربری ایڈونچررز کے نام The Exeter Company of Barbary adventurers سے موسوم تھی عطا ہوا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ اس جد وجہد کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ایک سو سال سے تجارت مراکو کا بازار بہت ہی سرد پڑ گیا ہے۔ اگرچہ تجارت کا سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا تھا کیونکہ مولائی اسمٰعیل کے عہد میں ایک سال کے اندر دو سو جہاز انگریزی اور ایک درجن جہاز فرانسیسی پانچ ماہ میں مراکو میں لنگر انداز ہوئے۔ ۱۶۳۲ء میں جب بحر کو چھوڑ دیا گیا تو دو انگریز مسمیان تیش و پارکر نے تطاوین میں کاروبار کرنا شروع کیا۔ یہ ہر دو شخص قید ہو کر غلام بنائے گئے تھے۔ اور جب ان کو رہائی ہو گئی تو وہاں ہی سوداگری کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے وہاں بیوپار کیا۔ اور بہت فائدہ اوٹھایا۔ ۱۶۶۶ء رولینڈ فریجر مولائی رشید ثانی کے حضور میں باریاب ہوا مگر اسے اپنے مدعا میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اس کی درخواست تھی کہ ساحل پر تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے۔

۱۶۵۰ء میں اہل ڈنمارک نے بتوسل کپتان لشرو آصلیہ اور صفی (ساحل) میں تجارت کا حق بلاشرکت غیری پچاس ہزار پیاسٹر

سالانہ پر حاصل کیا۔ مگر سوداگران موگیدار (Imagadaa) لاریکی (Lasai ehe naaaa) کے
مقابلہ میں عاجز آگئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ڈنمارک کا دیوالہ نکلگیا۔ بقول سنیٹ اولون تجار غیر
ممالک کو ابتدا میں ہر قسم کی تحریص کیگئی تھی کہ وہ مراکو میں آکر آباد ہوں اور بتدریج وہ ایسے پھنس
گئے کہ بغیر اپنا مال واسباب چھوڑے جا نہیں سکتے تھے۔ اہل فرانس فائدہ میں رہے وہ دیسی اجناس
ہمیشہ اپنے ملک میں لیجاتے تھے اور معاوضہ میں اپنے ملک کی دستکاری کی اشیاء مثلاً۔ کاغذ۔
ٹوپیاں۔ طرطیر (ایک قسم کی شراب) اور کم قیمت اسباب مراکو میں لاتے تھے۔ مگر انہوں نے
کبھی بھی نقد روپیہ زمین مراکو میں صرف نہیں کیا۔ اور جو اجناس وہ مراکو سے لیجاتے رہے وہ
یقیناً ان کی بضاعت سے زیادہ مالیت رکھتی تھیں۔

جو سوداگر حصول منافع کی غرض سے مراکو میں وارد ہوئے ان کے اوضاع و اطوار اچھے نہ تھے
چونکہ ان کا چال چلن بالکل ہی خراب تھا اس واسطے وہ نہایت بے اعتباری کی نظر سے دیکھے
جاتے تھے۔ اور ہمیشہ نکمّی اور ناکارہ اشیاء مراکو میں لاتے تھے۔ اب بھی چونکہ زیادہ قیمت
حاصل نہیں ہوتی۔ اسواسطے سوداگر زیادہ مال مراکو میں نہیں لاتے۔ مگر تعجب انگیز امر یہ ہے کہ
اُسوقت بھی یہ شکایت موجود تھی ٹریفالگر کی لڑائی کے بعد سلطان کو یہ تہدید کرنی پڑی
کہ اگر جہازوں میں کار آمد اشیاء نہیں آئیں گی تو ہم اپنی بندرگاہیں مسدود کر دیں گے چنانچہ
سنہ ۱۸۰۷ء میں مولائی نے ایک خط تحریر کیا جسکی نقل ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

بنام جملہ سوداگران موگیدار یعنی مسلم۔ عیسائی۔ یہودی۔ بعد سلام مکشوف باد کہ
ہم نے معلوم کیا ہے کہ قصبہ میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو اس ملک میں کار آمد ہو سکے اسکی
وجہ یہ ہے کہ تملوگ اس قسم کا مال اس ملک میں نہیں لاتے جسپر محصول ادا کرنا پڑے۔ پس اسے
ہمارے لئے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تملوگ اس سرزمین میں ایسا مال
لاؤ جو ملک اور دیار کے لئے کار آمد ہو۔ اور اگر میری اپنی ذات کی نسبت پوچھو تو پروردگار عالم
کے فضل و کرم سے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میں نے بن عبد الصادق کو ہدایت کر دی
ہے کہ جو جہاز عمدہ کار آمد اسباب لیکر نہ آئے یا جو جہاز صرف مرکز ثقل درست رکھنے کیواسطے
نکما اسباب بھر لائے ایسے جہازوں کو خالی واپس کر دے۔ وہ تم کو اتنی مہلت ضرور دیگا
کہ تم اپنے دوستوں کو اس بارہ میں آگاہ کر دو۔ والسلام

سنہ ۱۸۰۰ء باوجود اینہمہ سوداگران غیر ممالک کو اٹھارہویں صدی میں بہت سارے حقوق

۱۷۹۸ درعاتیں عطا کی گئیں۔ یہاں تک ان کی خاطر ملحوظ کی گئی تھی کہ ان کے حسب مرضی عزل و نصب گورنران ہونے لگا۔ بالفاظ دیگر قصبات میں تجار کی ایک گونہ حکومت تھی۔ بعد میں جماعت قونصلان نے محصول کے متعلق سلسلہ جنبانی کی۔ لاکن حسب دستور سابقہ یہاں آب تلخ در کاسہ کا معاملہ پیش آیا۔

موجودہ تجارتی حقوق

اب حالات بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ انقلاب زمانہ سے رنگ کلی بدل گیا ہے۔ موجودہ معاہدات کے رو سے تجارت کی پوری پوری آزادی ہے۔ جملہ اجارات و قیود جو اس مال پر تھیں جو باہر سے لایا جاتا تھا بالکل موقوف کی گئی ہیں۔ مگر تمباکو یا پیپ ہر قسم کے جن سے تمباکو پیا جائے افیون۔ گوگرد۔ بارود۔ سالٹ پیٹر (شورہ یا سالورہ) سکہ۔ اسلحہ اور سامان جنگ مستثنیات میں سے ہیں۔ جو چیزیں باہر جاتی ہیں اور زیر اجارہ ہیں یہ ہیں۔ تمباکو درختوں کی چھال وغیرہ اور بوٹیاں جو تمباکو کی طرح پینے کا کام دیتی ہیں۔ مگر جو مال باہر جاتا ہے اگر پہلا صرف نہیں ہو چکا ہو تو روکا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جو مال باہر سے آتا ہے اوس پر کسی قسم کے قیود نہیں ہیں۔

مراکو میں معمولی محصول کے علاوہ اور کوئی کسی قسم کا محصول ادا نہیں کیا جاتا۔ ہر قسم کے مال کے متعلق کسی قسم کی وقت پیش نہیں آتی۔ مقررہ شرح کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ جو لوگ چوری مال بغیر محصول لدا کے لئے جائیں وہ ہر دو سزا قید و جرمانہ کے مستوجب ہوتے ہیں۔ غیر ممالک کا کوئی باشندہ دوسرے کے قرضہ کے لئے ذمہ دار نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنے آپ کو ضامن قرار دے۔ ممالک یورپ میں اگر کوئی مراکوئی شخص قرضہ ادھار لینا چاہے تو وہ ایک دستاویز انگریزی قونصل کے روبرو تحریر کر کے لے سکتا ہے۔ جہازوں پر کسی قسم کا تشدد نہیں ہوتا۔ شکستہ جہازوں کو امداد دیکر نکال دیا جاتا ہے اور علاقہ وادی لنس میں بڑی احتیاط ہوتی جاتی ہے۔ اگر لڑائی چھڑ جائے تو دشمن کی رعایا کو چھ ماہ کی مہلت دیجاتی ہے تاکہ وہاں سے چلے جاویں۔

مولائی عبدالرحمن کا عہد حکومت بھی قابل ذکر ہے۔ کیونکہ تجار غیر ممالک کے ساتھ وہ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ سلطان خود ہی محصول کا مہتمم رہ چکا تھا۔ اسواسطے یورپین لوگوں کے اوضاع و اطوار سے خوب واقف تھا جو امر سب سے بڑھکر قابل تعریف ہے وہ یہ ہے کہ محصول کا

روپیہ سوداگروں کے ذمہ چڑھتا جاتا ہے اور سلطان بالکل خاموش ہے۔ کسی سے نہ مطالبہ نہ کسی سے سختی کیجاتی ہے۔ اور اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ سرکاری خزانہ سے تجار کو رقم محصول ادا کرنے کی غرض سے قرضہ دیا جاتا تھا۔ اس سلوک سے سوداگر لوگ سلطان کے بہت ہی ممنون ہو جاتے تھے۔ اور اکثر لائے ہوئے قیمتی تحائف لے کر دربار میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایسے تجار نے پندرہ ہزار ڈالر کے تحائف سلطان کے حضور میں پیش کئے۔ تجار قرضدار بے بہا تحائف پیشکش کر کے تاریخ ادائگی قرضہ ملتوی کرتے رہتے تھے۔ کوئی سود نہیں لیا جاتا تھا۔ نہ ہی قرضدار کو تنگ کیا جاتا تھا۔ اگرچہ قرضدار کو ملک سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور جو قرضدار تجار مراکو میں وفات پا جاتے تھے ان کی ترکہ سے ان کے قرضہ کا تصفیہ کیا جاتا۔ مولائی عبدالرحمن دلسیوں کا قرضہ بھی اپنی گرہ سے ادا کر دیتا تھا۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ ان سے یا ان کے وارثان سے وصول کرتا تھا۔ سلطان کے اس حسن سلوک کا کم از کم اثر جو تجار غیر ممالک پر پڑتا تھا وہ یہ تھا کہ کل امور اس کے حسب خواہش طے ہو جاتے تھے۔ کبھی کسی معاملہ میں کوئی سوداگر اختلاف تک نہیں کرتا تھا۔

بعدازاں موگیدار (Mogador) کو بڑی رونق ہوئی۔ مگر جب سے دخانی جہاز چل پڑے ہیں اسوقت سے یہاں کی تجارت روبہ تنزل ہے۔ کیونکہ مراکو کی بندرگاہیں رستہ سے ایک طرف واقع ہیں۔ موجودہ معاہدات انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ تجارت روز بروز گراں ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر سوداگروں کی اب وہ حالت نہیں رہی۔ جو سابق میں تھی۔ لیکن موگیدار (Mogador) میں اہل یورپ اور دلسیوں کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اس بارہ میں طنجہ بہترین مقام ہے۔ یہاں اہل یورپ کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں اسباب ارزاں قیمت پر فروخت کرنے میں بڑے سرگرم ہیں۔ البتہ جہانتک تجارت کو تعلق ہے یہودیوں کا طوطی خوب بول رہا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں سب تجار غیر ممالک کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔

قرضہ جات کے سلسلہ کو اہل یورپ نے بہت وسعت دی ہے۔ اور یہ صورت بہت ہی مضر ثابت ہوئی ہے۔ ہر نوعمر کلارک (منشی) جس کو قرضہ حاصل ہو سکتا ہے تھوڑی سی پونجی بہم پہونچا کر سوداگر بن بیٹھتا ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے ناکامیابی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اکثر تو قیمت خرید پر ہی اور اس سے کم پر بھی مال بیچ ڈالتے ہیں۔ تاکہ گراں ترنتیجہ

سود پر روپیہ دیویں۔ اس سے تجارت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ تقریباً تمام تجار غیر ممالک جو اسوقت موجود ہیں پہلے کلارک ہو کر یہاں آئے تھے۔

جب تک گورنمنٹ کی پوری پوری اصلاح نہ ہو جائے جس کی امید جلدی بہت کم ہے۔ یا جبتک ملک کسی اور طاقت کے تصرف میں نہ آجائے تو ترقی کی امید کرنا ایک امر محال ہے زمانہ سابق میں اجارات جیسے آسانی سے دئے جاتے تھے ویسی ہی آسانی سے منسوخ بھی کئے جاتے تھے۔ مگر سنہ ۱۸۵۶ء میں ایک معاہدہ انگریزوں کے ساتھ ہوا۔ جس سے اس قسم کے اجارات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ لاکن اسوقت بھی بعض اشیاء کی نسبت اجازت وقتاً فوقتاً دیجاتی ہے۔ مثلاً غلہ ومسکرات کی نسبت مگر یہ اجازت اسی شخص کو دیجاتی ہے جو سب سے بڑھ کر بولی دینے والا خریدار ہو۔ مراکو میں امرا و وزرا کی ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ جھوٹے وعدوں پر تحائف وغیرہ لیتے رہتے ہیں۔ نہ ہی ان وعدوں کی کوئی اصلیت ہوتی ہے نہ ان کا کبھی ایفا ہوتا ہے۔

جب کوئی دولت مند آدمی سرزمین مراکو میں وارد ہوتا ہے تو درباری و دیگر اہلکار اسکی بالکل پروا نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت برتی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ نووارد دولت مند دسترخوان فراخ اور تواضع شروع کر دیتا ہے تو بس خوشامدیوں کا غول اس کے دسترخوان پر موجود ہے۔ اسکو وعدے دئے جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ وعدے کی صورت میں ہی رہتے ہیں پھر اسکو دربار میں لیجاتے ہیں۔ جہاں جا کے اس کو پتہ لگتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتے رہے وہ محض گپ تھی۔

اکثر لوگ اس کوشش میں رہے ہیں کہ ساحل سوس پر اور اس کے آگے بستیاں قایم کریں۔ اگر سرکار مراکو ہمیشہ سے اس کے برخلاف چلی آئی ہے اور اس کوشش میں شاید مشکل سے ہی ایک کو بھی کامیابی نصیب ہوئی ہو ورنہ سب ناکامیاب رہے ہیں۔ اس لئے ایسی کوششوں کا اس مقام پر مفصل ذکر کرنا بے محل معلوم ہوتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں ایک کمپنی نے ترفیہ ([illegible]) میں کچھ زمین خریدی جسکا نام انہوں نے راس جوبی رکھا اور جو زمین اس کے ساتھ پڑی تھی اس کا نام پورٹ وکٹوریہ (بندر وکٹوریہ) رکھا۔ مگر اہل مراکو نے اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ ان کے نزدیک یہ بستی ان کے حقوق کے مضر تھی۔ بدیں خیال کہ اگر اسکی اجازت دیگئی تو پھر دیگر مقامات پر اور بستیاں بھی قایم ہونگی۔ لاکن چونکہ سنہ ۱۸۸۰ء

معاملات پیچیدہ ہوگئے اور بعض دلیسیوں نے اُٹھکر چند یورپ والوں کو بے تحاشا قتل کرڈالا اور وہاں کی تجارت بھی فائدہ مند ثابت نہ ہوئی لہذا کمپنی والوں نے ارادہ کیا کہ اس بستی کو فروخت کر ڈالیں۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں پچاس ہزار پونڈ پر فروخت کیگئی۔ اور بعد ودحکومت سرکار مراکو میں شامل ہوگئی۔ اور آئندہ کے لئے یہ قرار پایا کہ جبتک گورنمنٹ انگلشیا اس بارہ میں اتفاق نہ کرے کوئی زمین فروخت نہ ہو۔

ممالک یورپ کے باشندے ملک مراکو اندرونی حصص میں سکونت نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ لوگ زیادہ تر بندرگاہ تطاوین طنجہ۔ لارایکے (Laraache) رباط۔ دارالبیضا موزیگاں (Mazagan) صفی اور موگیدار میں رہائش رکھتے ہیں۔

یہ امر بھی خالی از تعجب نہیں ہے کہ مراکوئی لوگ اگرچہ سخت متعصب ہیں جیساکہ اوپر کے بیانات سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے پھر بھی اس قسم کے عہدے حاصل کرنے میں بڑی کوشش اور روپیہ خرچ کرتے ہیں جو زیر سایہ حمایت ممالک غیر ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے عہدوں کے فرائض ادا کرنے کی قابلیت بالکل نہیں رکھتے البتہ وہ دولتمند ضرور ہوتے ہیں اور یہ قابلیت ان کے کام آتی ہے۔ ایک ثالث شخص کے نزدیک روپیہ لیکر ملازم رکھ لینے کا طریقہ نہایت معیوب ہے۔ مگر جب دو مساوی قابلیت کے شخص ملازمت کی درخواست کریں جنمیں سے ایک تو تنخواہ کا خواستگار اور دوسرا اپنے پاس سے روپیہ دینے کو آمادہ تو ان دونوں میں سے کون منتخب ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص سرمایہ بہم پہنچانے پر تیار ہے وہی انتخاب میں آسکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر اس قسم کے متلاشی لوگ اس قدر ستم رسیدہ اور مظلوم ہوتے ہیں کہ ان کو حمایت ملازمت میں لیلینا عین انصاف ہوتا ہے اور بعض اوقات صرف کسی نیک آدمی کی جان بچانے کے لئے بغیر کسی معاوضہ نقدی وغیرہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔ نذرانہ لیکر ملازم رکھنے کے رواج کا انسداد ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی سفیر اس مطلب کے واسطے کچھ روپیہ کسی سے حاصل کرے تو اس کو اسکی بدعملی اور رشوت قرار دینا چاہیئے۔ اور اس کا تدارک اس صورت سے ہوسکتا ہے کہ محکمہ سفارت کی تنخواہیں زیادہ کردی جائیں تاکہ اون کو اس قسم کی رشوت لینے کی تحریص نہ ہو اور یہ انتظام چاہیئے کہ کل طاقتیں ملکر کریں۔ خواہ اہل مراکو اس میں رضامند ہوں یا نہ ہوں مگر اسکا نتیجہ باصلاح ہوگا۔ جبتک کوئی یورپین طاقت اس طریق رشوت پر اعتراض کرکے اس کا قلع قمع نہ کریگی تو یہ بدنظمی حکومت بدستور جاری رہیگی۔

اگر استحقاق حفاظت اوٹھالیا جائے تو اہالی یورپ کے واسطے تجارت ناممکن ہوجائے نہ کسی کو کوئی ملازم مل سکے نہ کوئی اپنے کاروبار کو سرانجام کرسکے۔ بنابریں اس استحقاق کا موقوف کردینا ایک لمحہ کے واسطے بھی مانوں متصور نہیں ہوسکتا۔ صرف اسی استحقاق کی بدولت یورپین تجار مراکو میں سوداگری کرتے پھرتے ہیں۔

وقتاً فوقتاً اس استحقاق حفاظت کی اصلاح کے متعلق کوششیں کی گئی ہیں۔ بعض اوقات تو کبھی ایک طاقتوں کیجانب سے تحریک ہوئی ہے۔ چنانچہ میڈرڈ میں اس خصوص میں ان طاقتوں کے مابین جن کا تعلق تھا گفتگو ہوئی۔ مگر اسوقت سے صرف تنقیح حقوق ہی ہورہی ہے۔ اور کسی کی توجہ اس مذموم بیوپار کی طرف نہیں ہوئی جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے یعنی استحقاق حفاظت کو فروخت کرکے اس طرح اس سے ناجائز فائدہ اوٹھایا جاتا ہے گویا وہ بھی کوئی شئے قرخ...ی۔ مگر اب وقت آ پہنچ گیا ہے کہ کل طاقتیں ملکر اسپر غور کریں اور اور جس قدر جلدی اس کے تدارک کی تجاویز سوچی جائیں گی۔ اُسی قدر مفید اور مناسب ہوگا شکایت یہ ہے کہ اس استحقاق حفاظت سے اہل مراکو ادائیگی محصولات سے بری ہوجاتے ہیں۔ لاکن یہ شکایت کوئی وزن دار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اہلکاران سفارت خواہ مخواہ عمداً اغماض کریں تو ان کے نوکر چاکر قانون کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اگر اہلکاران سفارت کی تنخواہیں بڑہادی جائیں تو غالباً خرچ آمدنی سے تجاوز کرجائیگا۔ مگر ساتھہ ہی تجارت کو ترقی ہوجائے گی کیونکہ محصول کی شرح میں ابزادی لازمی ہوگی۔

سفرائے ممالک غیر اپنے لیے ملازم انتخاب کرسکتے ہیں اور استحقاق حفاظت ترجمان تک محدود ہے۔ حفاظت کے واسطے ایک پولیس کا آدمی لیا جاتا ہے۔ دو نوکر ہوتے ہیں اور بشرط ضرورت ایک منشی ہوتا ہے جس کو وہاں کے محاورہ میں طالب کہتے ہیں۔ قونصل کے کارکنان کو جو وہاں کے ہی رہنے والے ہوتے ہیں ایک گارد ملی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر وہ خود اور اُن کے متعلقین بھی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حفاظت میں صرف ملازم کی بیوی اور نابالغ بچے داخل ہیں۔ جو اس کے مکان میں رہایش رکھتے ہوں اور یہ حق موروثی ہے۔ تاہم بعض خاندانوں کے لیے موروثی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاص خاص خدمات کے عوض میں بعض اقوام غیر ممالک نے چند خاندان کے لئے یہ حق بذریعہ عہدنامہ حاصل کیا ہے ہر قوم غیر ممالک کے متعلق ایک خاندان ہے۔ لاکن ہر خاندان کی تعداد جس کے لئے

سنہ ۱۸۸۰ع

یہ استحقاق حاصل کیا گیا ہو یا دو نفر سے زیادہ نہ ہونے چاہیئے۔

ممالک غیر کے تجار کے ملازمین جوان کی جانب سے کل مال درآمد برآمد کا انتظام کرتے ہیں دلیسی باشندے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہر طرح سے محفوظ ہیں اور ایسے اشخاص کی بڑی کثرت ہے۔ اس قسم کے اشخاص کو اسناد دئے جاتے ہیں جو ہر دو زبان میں ہوتے ہیں یعنی عربی میں اور دوسری اسی زبان میں جو نوکر رکھنے والے مالک ہو۔ اور اسناد میں خدمت کرنی کی تشریح کی جاتی ہے۔ یہ اسناد طنجہ میں سفارت کی طرف سے نافذ ہوتی ہیں اور سال بسال ان کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔

دلیسی اشخاص جو اس طریق پر بنا بہ حفاظت ممالک غیر میں آئے ہوئے ہیں وہ جنگی خدمات اور تمام محصولات سے مستثنیٰ ہیں البتہ اگر وہ مالک اراضی مزروعہ ہیں یا بار بردار مویشی رکھتے ہیں تو معمولی محصول ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کے متعلق سفارت گورنمنٹ سے تصفیہ کر لینی ہے۔ ایک سالانہ نقشہ متضمن جائداد و محصول ادا شدنی اس قوم کے قونصل کے پاس بھیجا جاتا ہے جس کی ملازمت میں اس قسم کے اہلکار ہوں اور اگر کوئی شخص صحیح صحیح تعداد جائداد کی بیان نہ کرے تو پہلی دفعہ تو اس کمی کا دوچند اور دوسری دفعہ چہار چند محصول واجب الادا ہو جاتا ہے۔ گویا اس کی دروغ بیانی کی یہ ایک قسم کی سزا یا جرمانہ ہوتی ہے۔

باشندگان غیر ممالک کے دیگر ملازمین اس حفاظت سے باہر ہیں۔ مگر کوئی الزام وغیرہ ان پر عائد کیا جائے تو قونصل متعلق کو اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔

ناظرین نے استحقاق حفاظت کے حالات دیکھ لئے ہیں اب اسکا اور کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ مراکو کی گورنمنٹ کی اصلاح اور اصلی باعث بدنظمی رفع ہو مگر مشکل یہ ہے کہ سلطان کے اختیار سے اصلاح باہر ہے اس کے مشیر کسی قسم کی اصلاح کو گوارا نہیں کریں گے۔ اور ساتھ ہی یہ عذر کریں گے کہ عوام الناس ہر قسم کے اصلاح کے مخالف ہیں اور خواہ کیسی ہی اصلاح کیوں نہ ہو اس کو وحشت اور دہشت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

یہ امر قابل تسلیم ہے کہ عوام الناس کی جانب سے مخالفت ہوگی۔ اور اس بیان میں صداقت بھی کسی حد تک ہو سکتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر حصہ خلیہ سلاطین کا بھی ہے۔ مانا کہ مولائی عبد العزیز ایک دفعہ کل اصلاحیں نہیں کر سکتے۔ مگر آہستہ آہستہ

وہ دوسری اقوام کی طرح جو روز بروز ترقی اور اقبال مندی کی راہیں طے کر رہی ہیں۔ نقائص کو دور کر سکتے ہیں۔ روشن خیال مشیر جو تدابیر ملکی اور تجاویز حکومت میں ذہن رسا رکھتے ہیں۔ اپنے دربار میں جمع کر سکتے ہیں۔ غیر ممالک کے باشندوں کو جب انہوں نے فوجی صیغہ میں ہمارے ملازم رکھ سکتے ہیں۔ رعایا کو ترغیب وتحریص دینی چاہئے۔ کہ وہ محنت اور تجارت کریں۔ تاکہ وہ محصولات ادا کریں۔ جس سے سپاہ وغیرہ کے مصارف چلیں جہاں تک اور جہاں جہاں ممکن ہے وہاں اصلاح کی بنیاد رکھ دینی چاہئے۔ اور قوی امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں سرزمین مراکو سے جہالت کا سایہ معدوم ہونا شروع ہو جائیگا اور ترقی کی روشنی پر تو فگن ہونے لگے گی۔ یہ عذر کہ لوگ اصلاح کی مخالفت کرتے ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا نفس الامر اصلاح سے محض لا علمی اور ناواقفیت ہے۔ اہالی مراکو کو اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے ملک کے حاکم کے سایہ حفاظت وحمایت میں رہیں۔ اور اس امر کی ہرگز ضرورت نہیں کہ غیر ممالک کے حکمران ان کو ان کے اصلی حکمران سلطان سے محفوظ رکھیں۔ جب یہ احتیاج رفع ہو جائے گی تو حفاظت خارجیہ کی ضرورت اٹھ جائے گی۔ اور ملک میں کبھی اس کے ذکر کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوگی چہ جائیکہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

باب ہفتم

سلطنت کی قسمت

اس باب میں جو کچھ ہمیں ترمیم کرنا ہے اور جن امور پر بحث کرنی ہے وہ اس سلطنت کے حالات عروج وزوال بیان کرنے کی نسبت۔ جس کی تمام طاقتیں انحطاط کو پہنچ چکی ہیں۔ بہت ہی مشکل ہے۔ طاقت مراکو کو اس سلطنت کے نام سے موسوم کرنا ایک لفظ اضلاقی امر ہے۔ ورنہ اس میں اب رکھا تو کچھ بھی نہیں ہے جس سے یہ اس قسم کے خطاب کی مستحق ہو۔ بعض کا خیال ہوگا کہ ہم اس سلطنت کے حشر پر قلم فرسائی کریں گے

جس کی نسبت مدت مدید سے ایک خیال چلا آرہا ہے۔ مگر بُری فال ڈالنا ہمارا کام نہیں ہے اور نہ ہی اس ارادہ سے ہم نے حالات قلم بند کرنے شروع کئے ہیں۔ مصنف اس اصول کا پابند ہے کہ مشاہیر کے حالات وتذکرات تحریر کرتے وقت انصاف کے ہاتھ میں عدل کا ترازو پکڑ کران کو تول لینا چاہیئے۔

مورخ ہنٹینگو نہیں۔ | تاریخ نویس زمانہ گذشتہ کے تجارت ارقام کردیتاہے تاکہ موجودہ زمانہ میں لوگ ان سے فائدہ اوٹھائیں۔ اور کل حالات من وعن پیش کردیتا ہے۔ جن سے لوگ جو ایسے امور کے خواہشمند رہتے ہیں۔ نتائج اخذ کرسکیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ سلطنت میں قدرتی سامان کس قسم کے ہیں۔ باشندگان کا میلان طبع کس طرف ہے اور اس میں خارجی مداخلت کس حد تک زور پکڑ گئی ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابواب ماسبق میں بیان کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی وہ مآل سلطنت کے متعلق بھی لکھدیتاہے تو وہ اس کی اس واقفیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو اسی اقوام کے متعلق حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اصول علم تاریخ اور اصول علم تشریح یکساں ہی ہیں۔

ان امور کیطرف خیال کرنا کہ ابتدا میں وہ کون سے اسباب تھے جن کے اجتماع اور ترکیب سے اپنی وقت پر سلطنت مراکو غایت عروج تک پہنچ گئی تھی۔ کہ وہ کونسے سامان تھے۔ جن سے اس نے استحکام کی صورت اختیار کی۔ نہایت دلچسپ ہے

اگر سلطنت کے موجودہ حالات پر غور کیا جائے تو نتیجہ اسطرح ذہن نشین ہوگا۔ وہ مسرت انگیز نہیں ہوگا۔ کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی جس سے بہتری بہبودی یا ترقی کی امید ہوسکے۔ یہاں ہر قسم کی اصلاح مخالفت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور ہر اصلاح جو اس ملک میں تجویز کیجاتی ہے آخرکار وہ ایک مضحکہ سے زیادہ اثر نہیں رکھتی۔ ممالک ملحقہ کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور روز بروز روبہ ترقی اور دیسی حکومت کوئی دن کی مہمان دکھائی دیتی ہے۔ سوائے آثار قدیمہ کے اور کوئی شئے امید دلانے والی نہیں ہے اور باستثنائے ایک ریاست کے باقی تمام ریاستوں کا انتظام یا ان کی عنان حکومت درا صل اہالی یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگرچہ مراکو ایک آزاد طاقت ہے اور خارجی اوضاع واطوار کا اثر یہاں کے باشندگان پر زیادہ نہیں پڑا۔ لاکن بایں ہمہ فی الحقیقت مراکو قسمت ممالک یورپ کی قسمت پر منحصر ہے۔ اور بظاہر یہی دکھائی دیتا ہے کہ آیندہ

یہ سلطنت کسی غیر ملک کے بادشاہ کے زیر حکومت ہو گی۔ جب تک مراکو اپنی حالت پر چھوڑا ہوا ہے تو اس کے باشندگان واویلا کرتے ہی رہیں گے۔ مگر نہ تو وہ اپنے آپ کو بکلی فنا و برباد کریں گے۔ اور نہ ہی بطیب خاطر دوسروں کی اطاعت قبول کریں گے۔

جو لوگ مراکو میں مداخلت کرنے کے شایق ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی بہانہ اس بارہ میں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر وہ کوئی معقول وجہ پیش نہیں کر سکتے۔ یہ امر متواتر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مراکو کی حالت اسفل السافلین تک پہنچکر پھر قایم ہوتی رہی ہے۔ جو کچھ مراکو کی تصویر ہر موقعہ پر اخبار کھینچتے رہے ہیں اس سے تو ہر بار یہی معلوم ہوتا تھا کہ بس آج مراکو کی قسمت کا فیصلہ ناطق ہو چکا ہے اور عنقریب ہی وہ کسی ہمسایہ طاقت کے تصرّف میں آنے والا ہے۔

باشندگان مراکو کے خیال کے مطابق اگر ملک کی حفاظت ایک جابر بادشاہ کے پنجہ اقتدار میں تو سلطنت کی حالت خاصی اقبال مند ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلطنت کے واسطے اگر کوئی خطرناک امر اور بدشگون نشان ہے تو صرف یہ ہے کہ ملک میں علیبائی قوم کی آبادی روز افزوں ہے۔ مراکو کی حالت بدامنی و بدنظمی جسکو باشندگان غیر ممالک دیکھکر انگشت حیرت دانتوں میں لیتے ہیں۔ اہالی مراکو کے واسطے ایک نہایت معمولی بات ہے اور وہ کچھ اس بدانتظامی کے ایسے عادی اور خوگر ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ براي العین مشاہدہ کرکے بھی ان کے کان پر جوں نہیں چلتی۔

بہرکیف حکومت موجودہ بہت اچھی ہے اور دیر کے بعد اس قسم کی حکومت مراکو کو نصیب ہوئی ہے۔ مراکو میں تعلیم نام کو بھی نہیں ہے اور باشندگان کا سب سے بڑا مدعا اور بھاری خواہش یہ ہے کہ ان کی ملیات رفع ہوتی رہیں۔ جس سال فصل اچھی ہو جاتی ہے تو لوگ ہر قسم کے ہتھیار خریدتے ہیں۔ اور بعد ازاں ایسا موقعہ بھی جلد نکال لیتے ہیں۔ کہ ان کے استعمال کی صورت بن جائے۔ اگر اس امر کی ممانعت کیجاتی ہے کہ رعایا کے لوگ ہر قسم کے اسلحہ خرید کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اور پولیس کی پوری پوری اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور رعایا کے مال کی حفاظت کا یقین دلا دیا جا تو ان کی صورت قایم ہو سکتی ہے۔ اگر یہ باتیں حاصل ہو جائیں تو رعایا کے لوگوں کو ترغیب اور تحریص کرنی چاہیئے۔ کہ وہ مستقل گاؤں آباد کریں۔ غریب سے غریب آدمی

بھی اپنے انصاف کو پہونچ جائے۔ - زرمال گذاری بلا وقت وصول ہو جائے مگر یہ سب باتیں وقوع پذیر پہلی تو کیونکر ہوں۔

مراکو میں جو کپڑا تیار ہوتا ہے وہ خاصہ خوبصورت اور خوشنما ہوتا ہے۔ اگرچہ ذرا اُس وقت ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ جب جسم کے ساتھہ پہنا جائے۔ اور نیچے اوس کے کوئی کپڑا پہنا ہوا نہ ہو۔ لاکن بہرصورت مراکوئی زندگی کے واسطے بہت موزوں ہے اور بڑے بڑے شائستہ شہروں کے لفنیس یا رجات باشندگان مراکو کے واسطے بالکل ناکارہ ہیں۔ چند یورپین طاقتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ سلطنت مراکو کے استیصال کے جان سے دلدادہ ہیں۔ اگر ان کو ہمسایہ طاقتیں ایسا کرنے کی اجازت دیں تو خاصکر فرانس والے دن گنا کرتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ مراکو میں رہنے کا دور دورہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسا وقت آگیا تو جیسا کہ فرانس کا خیال ہے سب سے پہلے اہل فرانس ہی مراکو میں قدم رکھیں گے۔ اور شاید ہو بھی ایسا ہی۔ اگر دوسری طاقتوں نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ کیونکہ اس صورت میں تو فرانس کے لئے راستہ بالکل کھلا ہوتا ہے۔

اہل انگلستان کو مراکو سے بہت ہی کم واقفیت ہے اور نہ ہی وہ اسکی زیادہ تر پروا کرتے ہیں۔ بنابریں وہ اس امر سے محض نابلد ہیں کہ اہل فرانس نے کس استحکام سے اپنے پاؤں مراکو میں جمائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ فرانسیسی صدا مراکوئی سرحد کے مابین جو فاصل علاقہ ہے وہ بالکل غیر محفوظ ہے۔ اور جو مقامات فرانس کے قبضہ میں ان سے مراکو کی فتح ایک نہایت سہل امر معلوم ہوتا ہے۔ فرانسیسی فوراً فاسی پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور بعد ازاں مکناس تو بالیقین مفتوح ہے اور ماناغان (Sma) اگر ایک فوج بھیج دی جائے تو مراکش کا کام تمام ہو جاتا ہے۔

یہ سب کچھ بغیر کسی نقصان کے حاصل ہو سکتا ہے۔ تاہم بربریوں کو مطیع کرنا ایک سخت دشوار اور مشکل امر ہے اور جب تک بیشمار جانیں بھینٹ میں نہ دیجائیں اور جنگ بے حساب روپیہ صرف نہ ہو تب تک یہ دشواری سہولیت پذیر نہیں ہو سکتی۔ اور الجزائر کا معاملہ مذکورہ بالا بیان کا موید ہے۔ اور اس خصوص میں مراکو کے مقابلہ میں الجزائر کی چنداں حقیقت بھی نہیں۔ مراکو زیادہ تر آزادی پسند اور سرکش ہے یہاں تک کہ مراکو کے فتح کرنے میں ترک بھی ہمیشہ ناکامیاب اور قاصر رہے ہیں۔ مراکوئی فوج کسی یورپین

طاقت کے ساتھ لگا نہیں کہا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ طنجہ اور علاقہ ملحقہ دوسری طاقتوں کے قبضہ میں آجائے اور اسپر انگلستان کا قبضہ بلا شرکت غیری نہ ہوتا کہ حقوق خارجیہ اور ابنائے محفوظ رہیں۔ فرانس کا جنگی مشن جو شاہ مراکو کے صرف پر وہاں مقیم ہے سلطان کی امداد کو ہر وقت تیار رہتا ہے اور ایسے ایسے مقامات تک سلطانی فوج کے ساتھ پہنچتا ہے۔ جہاں دوسری طاقتیں جانا گوارا نہیں کرتیں۔ گویا یہ جملہ امور جو فرانس کی جانب سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں آئندہ کے کسی حملہ کے مقدمۃ الجیش ہیں۔ اہل فرانس کے مسلمان کارکن یعنے ایجنٹ ادھر ادھر ایسی ایسی دشوار گذار جگہوں پر پہونچ جاتے ہیں۔ جہاں جانا دوسرونکے لئے محال نظر آتا ہے۔ اور جہاں کہیں موقعہ دیکھتے ہیں فوراً فرانس کے فوائد کو پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح فرانس مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہے اور کوئی اس کا مانع نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ سلطان کی معزولی مناسب ہو تو بھی ان کے قبضہ میں ایک قابل اور بارسوخ شخص موجود ہے۔ اس شخص کا نام مولائی علی شریف وزان ہے اور وہ شرفاء ادریسی کے خاندان میں سے ہے۔

شریف وزان انگریزوں نے انکار کر دیا تہا کہ وہ اس کے باپ کو اپنی حمایت میں نہیں لیں گے۔ تو اسواسطے شریف فرانسیسی حمائیت میں ہے۔ اہل فرانس شریف وزان اور اس کے بہائی مولائی احمد کو تعلیم دلائی اور فوج الجزائر میں ہر دو بہائی بعہدۂ افسران مامور ہیں۔ مولائی علی ایک قابل شخص ہے اور اس نے اپنی والدہ کی خوبی میراث میں لی ہے۔ مولائی علی کی ماں انگلستان کے رہنے والے تہی۔ مولائی علی نہائت منصف مزاج واقع ہوا ہے اور اس کے خیالات ترقی کے خواہاں ہیں۔ مگر امید نہیں کہ کوئی اس قسم کا انقلاب واقع ہو اور جیسا کہ ہم اوپر کنایۃً بیان کر چکے ہیں۔ مراکو کی حکومت اہل مراکو کے ہاتھ میں رہتی نظر نہیں آتی۔

چونکہ مراکو پر فرانس کا مدت سے دانت ہے اور اس کی خوش قسمتی سے اس معاملہ میں اسے کسی حریف کا اندیشہ نہیں۔ پس فرانس اسوقت تک منتظر رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ سلطنت مراکو کو ایک صدمہ پر پہونچائے۔ کہ کامیابی عین الیقین

ہو۔ نظر بحالات مراکو الجزائر کے ساتھ شامل ہونے کو ہے۔ صرف کوئی سوال اس میں ہو سکتا ہے تو یہی کہ کتنی مدت میں یہ شمولیت عمل میں آئے گی۔ اہل انگلستان فرانس کے اس پکّے ارادہ کو کہ مراکو پر قبضہ جس طرح ممکن ہو کیا جائے نہیں سمجھ سکتے اور وہ صرف یہی کہہ کر خاموش ہو رہتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکنات میں سے نہیں ہے۔ مگر فرانسیسی اس ہماری دور اندیشی کے معنی نہیں سمجھ سکتے جس قدر پادری لوگ پروٹسٹنٹ لاب کے الجزائر میں ہیں خواہ وہ کسی قوم کے کیوں نہ ہوں انکی نسبت یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سلطنت برطانیہ کے جاسوس ہیں۔ اس واسطے ہمیشہ پادریوں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ اور ان کو وقتاً فوقتاً یہ کہا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانا پڑے گا۔ الجزائر کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے خیال ہیں ان کی نسبت قیاس نہیں ہو سکتا۔ مراکو کے خواستمند نہ جرمن ہیں نہ انگریز خواہ اس کی تجارت کیواسطے ہر دو میں رقابت ہو۔ اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر فرانس مراکو کو لینا چاہے تو ہر دو انگریز و جرمن ضرور اعتراض کریں گے۔ اگر کسی وقت تقسیم کی نوبت پہونچی بھی تو انگریز تو صرف اس حصّہ زمین کو لینا چاہیں گے جو ابنائے جبل الطارق کیطرف نکلا ہوا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اہل جرمنی اپنا پاؤں جمانا چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے اس مقام پر جہاں سے کوئلہ نکلتا ہے تصرف کرنے میں بیفائدہ سعی کی۔ لاکن اس سے ان کا یہہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کے ساتھہ تصفیہ کرنے میں ان کو موقعہ ملے۔

اہل ہسپانیہ بھی مراکو کی خوابیں دیکھہ رہے ہیں اور ہمیشہ اس کے متعلق لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مراکو میں ان کو ایک استحقاق حاصل ہے۔ جس کی بنا وہ یہ گردانتے ہیں کہ مسلمانوں کا قبضہ دیر تک ہسپانیہ پر رہا ہے اور اب مراکو پر قابض ہونا ان کی باری ہے۔ لاکن جب ہسپانیہ کی حالت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ البتہ اہل ہسپانیہ فرانسیسوں کے ساتھہ شریک ہو سکتے ہیں۔ اور آخر کار اہل فرانس ان کو حیلہ دیکر حکمت عملی سے ٹال دیں گے۔ اور خود قابض ہو جائیں گے۔ اب پورتگال والوں کی دال بھی اس معاملہ میں گلتی نظر نہیں آتی۔ اس کا زمانہ بھی رفت گذشت ہو گیا۔ روس۔ اسکینڈینویا۔ اور آسٹریا کے اگرچہ سفرا مراکو میں موجود ہیں۔ مگر کامیابی کا سہرا صرف فرانس کے سر ہی بندھا دکھائی دیتا ہے

دیتا ہے۔
جو کچھ اوپر مذکور ہے اس سے اہل مراکو بھی بے خبر نہیں ہیں کہ ان کو دیگر اقوام کے ارادوں سے بقول اے دل رابدل رہیست پوری آگاہی ہے اور روز کے جھگڑوں رگڑوں نے ان کو پختہ کر دیا ہے۔ اور جب کہ بعض کا خیال ہے اب اہل مراکو محض ناواقف نہیں ہیں۔ اکثر اصلاحوں کے پردے میں ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر طاقت کے سفیر اپنے اپنے حصول مدعا کے لئے سفر مراکو کرتے ہیں۔ مگر کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا اور ناکامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ پہلے نیل مرام میں قاصر رہے ہیں وہ دوسروں کو فایز ہوتے دیکھکر گوارا نہیں کرتے اور اسواسطے در پردہ وہ کوشش کرتے ہیں دوسرے بھی ویسے کے ویسے ہی رہیں۔ اگرچہ کوشش کی گئی ہے کہ ملکر موافقت سے کام کیا جاے لاکن ابھی تک کوئی معتد بہ فائدہ نظر نہیں آیا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ خود غرضی کام بگاڑ دیتی ہے۔ جب ایک طاقت ذاتی اغراض نکال رہی ہے تو پھر اصلی مدعا خبط ہو جاتا ہے جب تک یورپ کی تمام طاقتیں ملکر از روئے ہمدردی مگر نہ از روئے خود غرضی قیام بہتے کی کوشش کریں اور جبتک عام لوگ اس کی تائید میں رائے نہ دیں تو مراکو یا کسی اور ایسے ہی بدقسمت ملک خارجی طور پر اصلاح کا ہونا از قبیل محالات معلوم ہوتا ہے۔ اگر سب طاقتیں شخصی مداخلت کے استحقاق کو جس کے واسطے ہمیشہ بہانہ کی تلاش رہتی ہے ترک کر دیں۔ اور سب ملکر مجموعی طور پر ضروری اصلاحیں کرانا چاہیں تو اسصورت میں مراکو کی بہتری کی امید ہوسکتی ہے اور اگر کسی طریقہ اور سلیقہ سے آہستہ آہستہ اصلاح کرائی جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کیوں ساری شکایتیں رفع نہ ہو جائیں بشرطیکہ قابل مشیر موجود ہوں۔

مراکو میں بہتری کی صورت موجود ہے اس کی حالت مایوسی کی حد تک نہیں پہونچی البتہ مراکو میں ایک مذہبی رہنما کی ضرورت ہے کیونکہ جب کبھی کسی خاندان شاہی نے مراکو کی حالت کو درست کیا ہے تو اسنے مذہبی پہلو اختیار کیا ہے اور آیندہ اگر کچھ ہوگا اسی صورت سے ہوگا۔

اسلامی اقوام کی نسبت غور کرتے ہوئے اس امر واقعی پر نظر توجہ کم ہی مبذول کی گئی ہے کہ اسلام کی ترقی اب تک مسدود نہیں ہوگئی بلکہ جاری ہے عربی حکومت یا تعلیم

کبھی کوئی مجتمع جماعت سے قوم قایم نہیں ہوئی اسلامی سلطنتیں کمال عروج پر پہونچکر خفیفی زوال میں گرتی رہیں ہیں مگر اسلامی اقوام کی یہ حالت نہیں ہوئی جن اسلامی خاندان سے نہایت شہرت حاصل کی ہے انکو یہ شہرت جب حاصل ہوئی ہے کہ انہوں نے مطیع رعایا کے ان اسباب پر دست درازیاں کیں جنپر اس رعایا کی زندگی کا حصار تھا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ درخت جس کے پھل سے پرورش ہوتی سوکھ گیا تو جس چیز کی زندگی کا حصار اس درخت پر تھا اسکا بھی ساتھ ہی خاتمہ ہوگیا۔ جزیرہ نما ہسپانیہ میں اسلامی حکومت کے عالیشان اور شاندار آثار نظر آتے اگر حملہ آوروں کی نسٹ پھر ایسے لوگوں سے نہ ہوتی جنکو انہیں مغلوب کرنا پڑا۔ پس عرب کی کبھی سلطنت قائم آج تک نہیں ہوئی۔ اور اہل اسلام کے بڑے بڑے کارنامہ ان ہی ممالک میں ظہور پذیر ہوئے ہیں جو ان کے اصلی وطن بہت فاصلہ پر واقع تھے۔ نہ یہی اہل اسلام اخلاقی تہذیب سے واقف معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اصول قانون کے ظاہری الفاظ پر ہی مبنی ہیں اور انپر ایک رسمی طور پر عمل ہوتا ہے دراصل اہل اسلام روحانی زندگیؔ سے محض نابلد ہیں۔

تاہم روحانی زندگی افواج مراکو میں ان پر کام میں مشغول و مصروف ہیں ان افواج کی بدولت ہی ہماری قوم نے ایک وحشیانہ حالت سے یہاں تک ترقی کی ہے اور کر رہی ہے انہوں نے اس امر کو مثال سے ثابت کر دیا ہے کہ دوسروں کی بہتری کے اسطرح جیتے ہیں۔

سیاحین کا عام دستور ہوگیا ہے کہ وہ ہمیشہ پادریوں پر اعتراض کرتے ہیں اس کی مثال واضح طور پر اسطرح ہے جسطرح ایک ذرا سے کیڑے پر حرف گیری کی جائے جو اپنی مدت العمر میں ایک درخت کے تنے کو اس سے کم کھا سکتا ہے جتنا وہ تنا ایک دن میں بڑھتا ہے مگر عاقبت الامر کیڑے کی اس کاٹ کے درخت کے تنے کو اثر پہونچتا ہے۔ اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ درخت دھڑام سے گر پڑتا ہے۔ مانا کہ پادریوں کے کام میں برکت مشکل ہے مانا کہ ان اشخاص کے نزدیک جو ان کے مذہب کو نہیں مانتے انکا اعتقاد مضحکہ سے زیادہ نہیں ہے مانا انکا عدم مفقود ہے اور فائدہ ہو بھی تو بہت محسوس ہے۔ اور ان کے اوضاع و اطوار

ؔ مصنف کی اسلامی اصول سے عدم واقفیت اور جہالت حد سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

بیہودہ ہیں مگر یہ یاد رہے کہ پادری خواہ کسی فرقہ کے کیوں نہ ہوں ایک نیک جماعت ہے جنکی زندگی کا فائدہ آینوالی زمانہ میں اٹھایا جاتا ہے اور جو بیج وہ ڈالتے ہیں کبھی ضائع نہیں جاتا سا اگر کوئی شخص نیکی۔ دیانت داری۔ اور ایمانداری سے زندگی بسر کرے تو اسکا فائدہ ضرور قوم کو پہونچتا ہے۔

حصۂ سوئم

علم ادب مراکو

چند سال سے کوئی عمدہ معتبر کتاب مراکو کی بابت ہماری زبان میں طبع نہیں ہوئی اسواسطے اگر اس ملک کے حالات کے متعلق کچھ علم حاصل کرنا ہو جو ہمیں زمانہ چکس سے اقتباس کرنا چاہیئے - جو اوائل صدی ہذا میں ہوا یا پیلو وغیرہ کے حالات سے مدد لینی چاہیئے - جنکو آخری صدی کے شروع میں بحری قزاقوں نے گرفتار کر کے قسطنطنیہ غلامی لگایا جو کتابیں اس زمانہ میں مراکو کے متعلق مطبوع ہوئیں اگر اس زمانہ کی حالت پر نظر کی جائے جبکہ چھاپہ کی اسقدر کثرت نہ تھی تو یہہ ایک نہایت قیمتی ذخیرہ معلوم ہوتا ہے - جو میں ایک رسالہ تحریر ہوا اور عام طور پر اس کی بابت گفتگو ہونے لگی - لوہینگ - پیرس - یا ایمسٹرڈم میں اسکا ترجمہ کیا گیا - یہہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب جملہ ممالک اہل مراکو کے نام سے خوف کھاتے تھے اور انگلستان - ہالینڈ - فرانس ہسپانیہ - پورتگال - ڈنمارک - سویڈن - وینس - ٹسکنی - آسٹریا - صرد وسار ڈینیا اور دیگر اکو ماسے مُکر بے صلح کئے نہ بن پڑی اور وہ بھی شروط باد ائیگی خراج - زمانہ کا انقلاب ہی آج اہل مراکو یورپ سے خوف زدہ ہو رہے ہیں - اور صرف اس وجہ ملک ان کے قبضہ میں ہے کہ یورپین طاقتیں ایک دوسری کو غصب مراکو سے روکتی رہتی ہیں - اسوقت اہالی یورپ کو مراکو کے حالات کا علم حاصل کرنیکا تجسس اسوجہ سے ہوا کہ وہ اس کے آئے دن کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے اور آج کل یہ خواہش ان کے دلوں میں مراکو زہو رہی ہے کہ کسی طرح اس کے ملک میں قدم رکھنے کی جگہ مل جائے -

علم ادب زمانہ قزاقی

زمانہ بحری قزاقی کے ایک طرح اہم بہت سے مشکوک ہوں کہ اس وقت بعض نہایت معتبر کتابیں اس قزاقی کی بہ دولت مراکو کی بابت حیطہ تحریر میں آئیں - پندرہویں صدی اور آخر میں

ایک مراکوئی لڑکا قیدیوں کے ہمراہ یورپ میں پہونچا۔ اٹلی پہونچکر وہ عیسائی
ہوگیا۔ بعد میں وہ اپنے زادبوم کی زیارت کرنے کیلئے واپس مراکو میں آیا اس نے مخلوق
ایک بہت عمدہ کتاب حالات مراکو پر تصنیف کی جو شاید اپنی نہیں نظیر رکھتی۔ اس کے دو چار
سال بعد تورسان آصفیہ ایک لڑکے کو گرفتار کر لیگئے وہ مسلمان ہوگیا اور مراکو
ہی میں شادی کرلی۔ تہاسی پیلو نے جو اس کا تذکرہ لکھا ہے وہ نہایت معتبر ہے اور
دوسو جلد کتاب بیش جو مراکو پر تحریر ہوئی ہے ایک کتاب بھی اس سے لگا نہیں کہا سکتی اور
ظلم و تعدی کی داستان بیان کرتے وقت مبالغہ اور غلو سے بہت کام لیا ہے۔ مگر یہ ایک
معمولی نقص ہے۔ اس زمانہ کے سلاطین کے جور و ستم کی نسبت جو لکھا گیا ہے وہ غیر مصدقہ
ہے اور بعض واقعات کی تائید بھی کئی ایک آزاد منش مصنفین نے کی ہے اور یہ امر مسرت
انگیز ہے کہ ایک بھاری تبدیلی اور بہتر واقع ہوئی ہے۔ زمانۂ پیلو کے اسمعیل اور زمانہ حال کے
عبد العزیز میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ میری اوّل اور وکٹوریہ انگلستان میں ہے

فرانسیسی اور ہسپانوی مصنفین مراکو سے زیادہ تر واقفیت رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے
چند مفید کتابیں لکھی ہیں۔ اس واسطے ان کی تصانیف زیادہ تر وقعت رکھتی ہیں۔ انگریز مراکو
سے چنداں واقفیت نہیں رکھتے۔ اور انگلستان اور مراکو فاصلہ بھی بہت ہی زیادہ ہے
تونصل ہوسٹ جو ڈنمارک کا رہنے والا تھا ایک کتاب لکھی تھی جو بقول ڈاکٹر رابرٹ براون
بہت مفصل اور صحیح نسخہ ہے۔ اس کے بعد شمس لو نے بھی ایک کتاب تصنیف کی جو
کسی طرح کم مفید نہیں ہے۔ سر جون درمنڈ ہے کو موت نے اپنی تصنیف کی تکمیل میں
فرصت نہ دی جس مراکو کی علم ادب کو نقصان پہونچا ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ تین نہایت عمدہ کتابیں ایک ہی زمانہ میں تحریر ہوئیں کیونکہ جیکسن
چینیر۔ اور ہوسٹ۔ تینوں ہمعصر تھے۔ اور اسی فہرست میں لمپریری۔ علی بے۔ جیمس
بے شینسی لو اور لیقا کے نام ایزاد کرنے چاہئیں۔ یہ سب تصانیف اٹھارہویں صدی کے
اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں ظہور پذیر ہوئیں۔ بعد ازاں کوئی معتبر تصنیف
وقوع میں نہیں آئی۔ ریتنو نے ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ لاکن یہ کتاب صرف سلطنت کا جغرافیہ
تھا۔ گرنبرگ کی تصنیف محض مبالغہ ہے۔ گادرد کی جلدیں اغلاط سے مملو ہیں۔ اور
ردکو ہارٹ۔ رچرڈسنی اور روہلفس نے اگرچہ ملک میں سفر کیا۔ مگر اس کتاب پر توجہ

خاص نہیں کی۔ جدید تصانیف معتبر ہوگراوبال کے سفرنامے اور کیوس اور ڈی فوکالڈ اور تھامسن کی کتب ہیں۔ لیکن حال میں جو چند کتابیں طبع ہوئی ہیں وہ زیادہ تر مفید ثابت ہونگی اور ان کے مصنف جو ماشاء اللہ زندہ ہیں۔ امید ہے اُن میں ایزادی بھی کریں گے۔ مثلاً مارٹلینری۔ ڈاکٹر می۔ ہیرس۔ دی کیوس اور جانسٹن۔ جو اب تک مراکو میں مقیم ہیں۔ مسٹر دی فوکالڈ۔ پینٹن۔ کون۔ ٹرائرٹ۔ کولوکی۔ سٹکینس واٹسن۔ اوبلو۔ آرکیمن اور لنڈ اب مراکو میں نہیں ہیں۔ مگر مراکو کی دلچسپیاں ایسی نہیں ہیں جو شخص ایکدفعہ ان سے مستفیض ہو جائے وہ پھر اس کی کوشش نہ کرے۔

ذیل میں ایک فہرست درج کیجاتی ہے جس سے دو اغراض پوری ہوتی ہیں۔ اوّل ہر ایک کتاب کے حالات جو مراکو کے متعلق لکھی گئی ہے۔ اس سے فائدہ ہوگا کہ کون سے واقعات ابھی تک قلمبند ہونے باقی ہیں۔ اور کن امور کی نسبت تفحص ہونا چاہیئے۔ دویم ان تصانیف کی حالت کا اندازہ لگایا جائے جنسے استفادہ کیا گیا ہے۔ تاکہ آئندہ ناظرین نہ صرف اپنی عام غرضی ہی پوری کر سکیں۔ بلکہ ہر ایک مصنف ترازوئے تنقید میں وزن کر سکیں۔ مگر عدم گنجائش کی وجہ سے ہم نے اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔

یہاں یہ امر حوالہ قلم کرنا کچھ موزوں نہ ہوگا کہ تاریخ مراکو میں کل معتبر اور اہم واقعات درج کئے گئے ہیں اور غلط واقعات نظر انداز کئے ہیں۔ اگرچہ اس کتاب میں ہزارہا اغلاط ہونگی مگر ہم اپنے منصف مزاج نقادوں سے امید واثق رکھتے ہیں کہ وہ ان ماخذوں سے اس کتاب کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جن کی نسبت چھان بین کی جا چکی ہے۔

فصل اوّل

کتب متعلق مراکو معہ تقریظ

تاریخ کتب مراکو لندن ۱۸۹۲ء۔ تاریخ کتب مراکو نہایت ۱۸۹۱ء مصنفہ لفٹنٹ کرنیل سیمبرٹ سپلے فیر۔ کے۔ سی۔ ایم۔ جی۔ وڈاکٹر رابرٹ بروان ایم اے۔ الیف۔ ایل۔ ایس نسخہ۔ رائل جیوگریفیکل سوسائیٹی۔ جلد ۳۔ حصہ ۳ جسکو مرے نے علیحدہ چھپوایا

یہ کتاب بہ نسبت عام کتابوں کے جو اکثر علم تاریخ کتب کی لکھی جاتی ہیں۔ نہایت اعلیٰ ہے۔ ہر ایک امر میں نہایت صحت سے تفحص کیا گیا ہے۔ اور نہایت باریک بینی سے کام کیا گیا ہے۔ علم ادب مراکو کے واسطے اس سے بڑھکر دوسری کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اس میں ڈاکٹر بوعن کی تیز قلم کی لکھی ہوئی خلاصہ اور تنقید بھی موجود ہے۔ ذیل میں مختصر طور پر جو ہم نے نظر نقادی مختصر سی رائے زنی کی ہے۔ وہ کچھ بے محل نہ ہوگی۔

لیوافری کینس روم ۱۵۲۶ء

دلاڈِسکرپشن یون افریقہ مصنفہ جیونی لیو الحسن بن محمد الوزان باہتمام جی۔ بی۔ رمیوسیو اسکریٹری آف دی وینیشن کونسل آف ٹن ۱۵۶۵ء یہ کتاب مراکو کے جغرافیہ اور اقوام کی ایک معتبر تاریخ ہے۔ اگرچہ کتاب مذکورہ مدت ہوئی جب لکھی گئی تھی۔ مگر نہایت صحیح ہے اور یہ امر تعجب انگیز ہے کہ ملک کی رسم ورواج اور پیداوار کی بارہ میں جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ بالکل درست ہے اگرچہ وہ بعض ایسے اضلاع کے متعلق جو بہت دور دست ہے اور جہاں پر ہو کچھا بحال ہتا اور اکثر مورخین کے لئے یہ کتاب ایک عمدہ ماخذ رہی ہے۔ مگر چونکہ ان لوگوں نے اس ماخذ کا اعتراف نہیں کیا اسواسطے بتدریج اغلاط بہت واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے مشہور مورخین کے نام یہ ہیں۔ مارسول۔ گریمرگ۔ کیلڈکرن۔ اور

دی ہک لیت ایڈیشن لندن ۱۸۹۶ء

یہ کتاب مراکو کی تاریخ اور دیگر حالات میں ہے جو جن پوری نے ۱۶۰۰ء میں اس کا ترجمہ کیا اور ڈاکٹر رابرٹ براؤن کے اہتمام میں چھاپی گئی۔ لندن ہک لیت سوسائٹی۔

اس کتاب کے تراجم اور حواشی کی طرف نظر کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے بہت ہی مقبولیت حاصل کی ہے۔ مسٹر براؤن کے نوٹ جو انہوں نے کتاب ہک لیت میں دئے گئے نہایت مفصل ہیں۔ اصلی عربی مسودہ گم ہوگیا ہے۔ اس کا مصنف ایک مسلمان غرناطہ کا رہنے والا تھا۔ جس نے فارس میں تعلیم پائی تھی۔ اور وہاں ہی ملازمت کی یہ شخص افریقہ میں سیر وسیاحت بھی کرتا رہا۔ بعض میں یہ شخص قید ہوکر روم کو چلا گیا جہاں عیسائی کیا گیا اور لیو دہم نے بہت تسلی دی اور اسکا نام لیو ہی پڑ گیا۔

عبد الواحد

ایڈمم (رابرٹ)

ملاحظہ ہو المراکش

ملاحظہ کاک ذکمشن۔ صفحہ ۱۰۳

ایڈیسن لینسلاٹ
اکسفورڈ ۱۶۷۱ء

بربر مغربی (دست بربری)

یہ ایک چھوٹی کتاب ہے اس کا مصنف مشہور شاہی چیلین کا باپ ہے یہ چیلین طنجہ میں تھا۔ جب کہ الجزائر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اسکا زیادہ تر حصّہ تو فاس اور مراکو کے ملکی انقلابات کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ ان انقلابات کا بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے کوئی بات باقی نہیں چھوڑی جو حالات انگریزی فوج قلعہ کے متعلق تحریر کئے ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں۔ مگر یہ امر سوائے افسوس بیان نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے اخراج کے بعد کے حالات مصنف نے قلمبند نہیں کئے۔ جس سے کتاب کی تکمیل نہیں ہوئی۔ حصّہ دوئم میں سلطنت مراکو۔ اس کے کاشتکاری کے طریقوں۔ اس کے باشندگان اور وہاں کے رسم ورواج کا بیان ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے واسطے نہایت مفید ہے جو اسلامی سلطنتوں کے حالات سے ناواقف ہیں۔

اگریل اڈولف
سناک ہام ۱۷۹۶ء

براعیث اوم مراکو

یہ کتاب ایک سلسلہ خطوط پر مشتمل ہے جو بڑے غور وتعمق کی نظر سے لکھی ہوئے ہیں۔ جن میں ستمبر ۱۷۸۹ء سے کر اکتوبر ۱۷۹۴ء کے حالات مندرج ہیں۔ جب خونخوار اسیرید سلطنت مراکو ہی کی بیخکنی کررہا تھا۔ اس کا مصنف ایک شخص باشندہ لوئٹن ہے جو طنجہ میں اسوقت سکرٹری تھا۔ اس کا ترجمہ بھی بزبان جرمنی چھپ چکا ہو۔

علی بے
لنڈن ۱۸۱۶ء

سیاحت مراکو (ترجمہ جلد دو)

اس سیاح کا اصلی نام جنرل دومنگو بیدیا ے لیبلچ ہے مراکو کی رسم ورواج اور زبان سے کافی وافی بہرہ رکھتا تھا۔ یہ مسلمان بنا رہا۔ مگر آخر میں راز فاش ہوگیا۔ دراصل ہسپانیہ کا رہنے والا تھا۔ جاسوس کرکے مراکو میں بھیجا گیا۔ اس نے جو حالات ارقام کئے ہیں۔ معتبر ہیں اور اسکی کتاب کی جلد اول ایک مستند کتاب متصور ہوتی ہے۔ دوسری جلد میں دیگر ممالک کے حالات مذکور ہیں جہاں جہاں اس نے سفر کئے ہیں۔

سنیٹ اینمنٹ لیونس

بحری سفر بہزبن سیٹ الینٹ۔

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں سنٹ المینٹ کی سفارت کے حالات مندرج ہیں جو مولائی اسمٰعیل کے وقت میں گیا تھا۔ اس کتاب میں کوئی مفید اطلاع نہیں ہے۔

امی سس اڈمندوی لندن ۱۸۸۲ء

مراکو۔ باشندگان۔ مقامات (مترجمہ سی رولئن)
اصل کتاب الماليہ کی زبان میں تھی)
حالات سفارت جو ۱۸۷۵ء میں روم سے فارس گئی مفصل درج ہیں۔ اس کا مصنف ایک مشہور نامہ نگار ہے۔ اس کتاب میں تصاویر کثرت سے ہیں۔ اور اگرچہ نہایت اعلیٰ قسم کی صنعت اس میں نظر آرہی ہے۔ مگر اکثر فرضی سی ہیں۔ کتاب میں حشو اور مبالغہ بہت ہے۔ مجموعی طور سے سیاحت مراکو کے خاصے حالات ہیں۔

اندروس ڈبلیو ایچ سی۔ لندن ۱۸۸۴ء

مراکو جنوبی (سنہری مراکو)
ایک انگریزی کمپنی پر افیون ناجائز طریق پر لیجانے کا الزام عاید کیا گیا۔ یہ کتاب گویا اس الزام کی تردید میں تحریر کی گئی ہے۔ کمپنی مذکور کو کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ سلطنت مراکوی اس کے مخالف تھی۔ اس کتاب میں انگریزی اور مراکوئی ڈپلومیسی پر بحث کی گئی ہے اس میں ایک بہت عمدہ نقشہ بھی کھینچا ہے۔

اسٹانی نس مند جین (۱) پیرس ۱۶۳۲ء

صفحہ نقشہ ۱ ملاحظہ ہو
بحری سفر افریقہ۔
اگرچہ کتاب اسی نام پر مشہور ہے۔ مگر در اصل مؤلف کوئی دوسرا شخص معلوم ہوتا ہے۔ اس کا حصہ دوم تولیو کی کتاب کے بعض حصص کا خلاصہ ہے۔ پہلے حصہ میں رزینرل موعلنسی بجانب اصلیہ کا ذکر ہے (۱۶۲۹ء) یہ اس عہد نامہ پر دستخط ہونے کا ذکر جو دوسرے سال تحریر ہوا۔ تاریخ مراکو میں یہ کتاب چنداں مفید نہیں ہے۔

دی۔ انیگرس الی پیری فرنیکوئیس نیورٹ ۱۶۴۴ء

سٹوری دی لاانشن دس پیرس کیپوسنس آمراک ۱۶۲۴ لغایتہ ۱۶۳۶ء اور ۱۸۹۹ء میں روم میں دوبارہ طبع ہوئی) اس میں رزینرل کی مختلف سفارتوں

کا جو مراکو میں گئیں ذکر ہے۔ نیز ان لوگوں کی تکالیف کا بیان ہے۔ جو اس کے ہمراہ گئے اور ان کی گردنوں میں حلقہ غلامی ڈالا گیا۔ تاریخی واقعات میں اور معتبر معلوم ہوتے ہیں۔

آگسٹین فرپہرسان
دین ۱۸۳۸ء

اربینی رنگن اوس مراکو

بقول مصنف صرف حالات سفر ہیں۔ مصنف سفارت آسٹریا کے ہمراہ گیا تہا۔ مصنف کہتا ہے کہ سلطان نے ایک کاغذ ہمیں دیا۔ جس میں لکھا تہا کہ ہم اسے نورالعین سے بھی زیادہ ہیں۔ اور وہ اس سے زیادہ انتظار کی کیفیت گوارا کرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔

بیوئسے اگست وان
برلن ۱۸۶۱ء

ناچ مراکو۔

اس کا مصنف جرمنی کا باشندہ ہے۔ اس نے فوج ہسپانیہ کے ہمراہ ۶۰-۱۸۵۹ء میں سفر کیا۔ جنگی معاملات میں مفید ہے۔ لیکن اور کوئی بات اس میں مندرج نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہ لڑائی اور سیاحت کے حالات میں جو بعد میں یادداشت کے زور سے قلمبند کئے گئے ہیں۔

ابن بطوطہ (محمد)
لندن ۱۸۵۹ء

محمد ابن بطوطہ کی سیاحت (مترجمہ پادری۔ الیس۔ لی۔ ڈی۔ ڈی) بزبان انگریزی۔ یہ شخص باشندہ افریقہ ہے۔ کوئی بیس برس تک ایشیا میں سفر کے بعد اپنے ملک ڈمبکٹو کے حالات دریافت کرنے میں تین سال سے زیادہ صرف کردی۔ مگر چونکہ کل حالات سفر واقعات سیاحت ایک ہی جلد میں بند کئے گئے ہیں اسواسطے مراکو کو بہت ہی حصہ ملا ہے۔ بنابریں صرف چند واقعات کے لئے بھی ہم ابن بطوطہ کے ممنون ہیں۔

بوکلارک کپتان
جی ال لندن ۱۸۲۸ء

سفر مراکو ۲۷-۱۸۲۶ء

بیان دلچسپ ہے اور مفید مذاق ہے۔ مصنف ایک انگریزی ڈاکٹر کی معیت میں مراکش گیا تھا۔ اس کے ترجمے جرمنی و بوہمیہ کی زبان میں شائع ہوئے ہیں۔

بونیلی (کپتان) ایمیلیو
میڈرڈ ۱۸۸۲ء

ایل امپیریو دی مراکو سی کنسٹیٹیوشن (حالات سلطنت مراکو) یہ کتاب بڑی مفصل ہے اگرچہ پرازاغلاط ہے۔ اس کا مصنف ایک افسر ہے جو ہسپانیہ کا رہنے والا ہے۔ وہ چند سال تک

مراکو میں ملازم رہا۔ اسکی واقفیت زیادہ تر عام ہے مگر اس میں اصلیت کم نظر آتی ہے۔

کونسل سٹیفن جونیر لندن سنہ ۱۸۹۲ء

مراکو کی موجودہ حالت۔

یہ کتاب اغلاط اور مبالغات سے مملو ہے۔ جو قصّے اس میں درج ہیں ایک دو کے سوا سب غلط ہیں۔ اس میں غلط امور بہت درج ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں سر لوئی سنتھیہ کی سفارت کے حالات قلمبند کرنے کا منشا رکھا گیا ہے۔ جو سفیر ہو کر ۱۸۵۲ء میں فارس میں گیا تھا۔

بویل (رابرٹ) دیکھو نکلسن صفحہ......

برتھیوٹ کپتان جوہن لندن سنہ ۱۷۲۹ء

تاریخ انقلابات سلطنت مراکو بعد وفات مولائی اسمٰعیل برتھیوٹ رسل کے ہمراہ آیا۔ رسل جارج اوّل شاہ انگلستان کیطرف سفیر ہو کر احمد خامس سلطان مراکو کے حضور میں آیا تھا۔ کہ عہدنامہ ۱۷۲۱ء جو سیوارٹ نے ترتیب دیا تھا تکمیل ہو جائے۔ برتھیوٹ کو مراکو کے حالات معلوم نہیں ہو سکتے اور جو کچھ اس نے آنکھ سے دیکھا ہے بے کم و کاست تحریر کر دیا ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر اُن عہد و پیمان کا ذکر ہے جو دربار مراکو میں طے ہوئے۔ اور اس وقت کی حالت کا بھی کسی حد تک خاکہ کھینچا ہوا ہے۔ یہ امر قابل دلچسپی ہے کہ مسٹر رسل نے تطاون تا فاس تک براہ وادی درغہ سفر کیا اسوقت قصبہ ورلش کی بنیاد نہیں ڈالی گئی تھی۔ رسل نے زراہن میں شرلف خاندان بزرگ سے ملاقات کی اس سے پہلے کبھی کسی عیسائی نے وہاں جانے کی جرأت نہیں کی۔

برسن ایم پی۔ آر۔ دی خیبوا سنہ ۱۷۸۹ء

تاریخ قیدیاں مصنف برسن۔ انگریزی طبع منسلکہ سوکنر سیاحت سنہ ۱۷۹۲ء

سنیگال کے قریب جہاز ٹوٹ گیا۔ قیدیوں کو مراکش و موگیدار میں لے گئے۔ اس کتاب میں مراکو کے متعلق واقعات درج ہیں۔ البتہ آخر میں جو کچھ یہاں کے عربوں کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے خالی از دلچسپی نہیں۔

بروک سرا۔ دی سی بابرٹ الندن سنہ ۱۸۳۱ء

اسپانیہ دمراکو کے حالات۔
اس کتاب میں حالات سیاحت ہیں یہ اسوقت حیطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ جب مصنف کے نزدیک دخانی جہاز میں سفر کرنا ایک عجیب بات تھی۔ مگر مراکو کی قصبات میں اسے چھاتہ لگانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا شاہی نشان سمجھا جاتا ہے مصنف کا طرز بیان دلچسپ ہے مگر نوٹ قابل اعتبار نہیں۔

بادی اینزی

دیکھو نکشن صفحہ . . . . .

بفاجوہن لندن سنہ ۱۸۱۰ء

سفر سلطنت مراکو
یہ مختصر سا سفرنامہ اطمینان بخش ہے کیونکہ ڈاکٹر بقا نے صرف اپنے چشم دید واقعات ارقام کئے ہیں اگرچہ جہاں جہاں اس نے تاریخی واقعات کی طرف گریز کیا ہے۔ انہیں غلطیاں کی ہیں۔ ڈاکٹر مذکور مفصل حالات بآسانی تحریر کر سکتا تھا مگر اسکا منشا صرف حصول ملازمت تھا۔ اسواسطے اس نے اصلی واقعات کی طرف رجوع نہیں کیا۔

بسنات لی پیرے ڈامنیک روٹن ۱۷۱۴ء

تاریخ سلطنت مولائے اسمٰعیل وغیرہ۔
اس کتاب سے اس خوفناک عہد کے متعلق اور مکناس کے یورپین غلاموں کی نسبت نہایت قیمتی اطلاع ملتی ہے مصنف تین دفعہ غلاموں کی رہائی کے واسطے گیا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے متاخرین نے اس کتاب سے اقتباس کیا ہے مگر اس امر کو تسلیم نہیں کیا۔ مگر بعض ہمعصروں کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ انگریزی ترجمہ ۱۷۱۵ء میں شائع ہوا۔

کیبریرا کپتان جوسی الوریس میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء

جنگ افریقہ
یہ ایک مختصر سی کتاب ہے اسکا مصنف ایک ہسپانوی افسر ہے جس کے ماتحت ایک جنگی سفارت سلطان مراکو کے پاس آئی تھی۔ اس کتاب میں یہ بحث ہے کہ اہل مراکو کے ساتھ انکی اپنی سرزمین میں جنگ کے بہترین طریقے کون سے ہیں۔ مراکو کی فوج کے پوست کندہ حالات مندرج ہیں۔ کتاب

بہرکیف مفید ہے۔ مصنف ایک دقیقہ رس شخص ہے۔

کیہوا کتھوڈ ورپیرس ۱۹۰۲ء

آپیزڈس ماسک (ملک مراکو)
کتاب کا نام دہوکہ دہ ہے کیونکہ اس میں صرف ٹونس کا ذکر ہے۔ ملک مراکو کا تو ہرگز نہیں ہے۔

ہال کین

ملاحظہ ہو فکشن صفحہ......

کلڈران سٹیشن میڈرڈ ۱۸۹۳ء

منیوئل ملل اوفنشل من مرذکوس (مراکو میں رہائش) ابتدائی جستجو کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ کتاب ہسپانوی تصنیفات سے جو مراکو کی بنست کی گئی ہیں تالیف ہوئی ہے۔ اس کتاب کا یہ مدعا تہا کہ اہل ہسپانیہ کو جو ملک ہذا میں نئے نئے آباد ہوئے تہے آگاہی دی جاوے۔ اس کتاب میں ان معاملات کی نسبت زیادہ تر بحث ہے جن کی نسبت اسوقت بڑا چرچہ تہا۔ مگر اس زمانہ میں نسبتاً منسیاً ہو گئے ہیں۔ اگرچہ مکمل نہیں مگر پھر بھی اس سے کافی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رچرڈسن نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے گو وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ یا یوں کہو کہ دونوں مصنفوں نے گریبرگ سے استفادہ کیا ہے اور گریبرگ نے مارمول وغیرہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مارمول نے لیٹو سے لیا تہا کیونکہ ان تمام مورخوں کی غلطیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے

کلڈران

بلاحظہ ہو فکسن صفحہ......

پیڈرو ڈی لابارکا

ملاحظہ ہو فکشن صفحہ....

ڈی کمپولیٹو ڈوک پیرس ۱۸۸۶ء

کوئی کردلی۔ ان ۔ ی مراک کنیجورین۔
اگرچہ یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ مگر قابل تعریف ہے عبارت دلچسپ۔ مراکو کے حالات کی اس سے بہت اچھی اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس میں ایسے امور کم ہی مذکور ہیں جو زیادہ مفید ہو سکیں۔ مصنف نے اس سرزمین کی بہت سیر کی ہے۔ مگر کتاب میں جابجا انہی امور کا اعادہ کیا ہے یا ایسے واقعات قلمبند کئے ہیں جو ادہر ادہر سنے ہیں۔ لاکن عام طور پر کتاب کی وقعت ہو گئی ہے۔ کیونکہ دلچسپ واقعات نفیس عبارت

میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں کم از کم وہ غلطیاں نہیں ہیں۔ جو دیگر مورخین نے کی ہیں۔ نیز جو کچھ اس نے گورنمنٹ وغیرہ کی نسبت ارقام کیا۔ وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ دریاؤں کے پاٹ تنگ ہو جانے کی نسبت بہت کچھ قلم فرسائی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مصنف کو اس میں خاص دلچسپی تھی۔

کیس ٹیلیناس (منیول پیلو) اور ہیلا [illegible]ء

دسکرپشن ہسٹوریکا مراکوس۔ اتاریخی واقعات سلطنت مراکو۔ اس کتاب کا مصنف ایک فرانسسکن قسیس ہے۔ جو ملک مراکو کے مختلف قصبات میں مقیم رہا۔ جو واقعات اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگرچہ نامکمل ہیں۔ مگر تاریخی طور پر یہ کتاب بہت قابل قدر اور معتبر ہے۔ مصنف بہت سی اطلاعیں اپنے ذاتی تجربہ سے دیتا ہے۔ بیشک کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔

چرنٹ اے پیرس [illegible]ء

اس مصنف نے اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہا۔ پچیس سال تک مراکو میں رہا ہے۔ باوجود اس کے اس کا ذاتی واقفیت دمراکش سے آگے نہیں گیا۔ دوسرے حصص ملک کا بیان جو اس نے ترقیم کیا ہے وہ نامکمل اور غلط ہے۔ اس کتاب کی اس قدر تعداد کا طبع ہونا اسکی کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اور اس سے وقت کے مذاق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

چارلیوڈ جوہن لندن [illegible]ء

حالات جنگ بربری

کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ بربر کی ایک نہایت مہلک اور خوفناک لڑائی کے حالات درد انگیز طور پر بیان کئے ہیں۔ یہ لڑائی اگست [illegible]ء میں واقع ہوئی۔ اس میں۔ اس میں دو بادشاہ بعض کا خیال ہے کہ تین بادشاہ قتل ہوئے اور بھی بڑے بڑے افسر میدان میں کام آئے۔ بیشمار کپتان اور سپاہی کھیت رہے۔ اس کتاب میں ایک فہرست ان عہدہ داروں کی ہے جو اس [illegible] قید کئے گئے [illegible] جوہن چارلیوڈ اور تھامس ہارن نے طبع کرائی

چارمس گبریل پیرس ۱۸۸۷ء

[illegible] مراکو۔ اول ہی اول چھپی

مصنف ایک بڑا مشہور شخص ہے۔ جو امور رائے درج

گئے ہیں۔ بہ نسبت دیگر مصنفین زیادہ تر معتبر ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایم فیراد سفیر اہل اسلام کے اوضاع و اطوار سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا۔ دربار کے حالات و دیگر امورات جوار قام کئے گئے ہیں ان سے کافی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر علمی پہلو سے دیکھا جائے تو یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔

چینیر لوئیس ساوڈی پیرس سنہ ۱۷۸۷ء لندن سنہ ۱۷۸۸ء

تاریخ اہل مراکو (تین جلد۔ انگریزی میں ترجمہ نامکمل دو جلد مراکو کی موجودہ حالت۔

کتاب بڑی قیمتی ہے۔ اس کا مصنف ایک فرانسیسی قونصل ہے۔ جو موگیدار میں سنہ ۱۷۶۷ء میں مقرر ہوا تھا۔ اس کا بھائی مسمی انیدرے علیبوی ایک مشہور شاعر تھا۔ پہلی دو جلدوں میں مختصر طور پر خلفائے راشدین کے وقت کے عربوں کے حالات تحریر ہیں۔ نیز مسلمانوں کے ہسپانیہ کے فتوحات مرقوم ہیں۔ درحقیقت یہ روضۃ القرطاس کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ مصنف نے اس امر کو مخفی رکھنا چاہا ہے۔ جلد سوم میں مراکو کے حالات دلچسپ طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے کوئی اہم امر باقی نہیں چھوڑا اور یہ بات ایک حیران کرنیوالی ہے کہ لوگ پرانے رسم ورواج کے اسقدر گرویدہ اور پابند ہیں کہ اتنی صدیوں میں انمیں کم تغیر واقع ہوا ہے۔

کاک یا کاکس سیموئیل، بوسٹن سنہ ۱۸۱۷ء

حالات رابرٹ آدم (ایچمن رولز) جس کا افریقہ کے غربی ساحل پر لوٹ گیا۔ اس شکستہ جہاز میں ٹمبکٹو کے سفر کا قصّہ جس کو اسوقت بہی مبالغہ سے بیان کیا گیا تہا۔ مجھے اسکی نسبت یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ ایک بے بنیاد فسانہ ہے۔ (مدخطہ گریبرگ کا فیصلہ حولہ تاریخ کتب) لاکن اب بہی دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے مسٹر دپی اسر سائکن موگیدار کی یادداشتوں کی بہی یہی حالت ہے اگرچہ مراکو کے متعلق بہت ہی کم لکھا ہے۔ مصنف لندن کی مجلس افریقہ کا سکریٹری تھا۔

کالنس (ایانیل) ملاحظہ ہو فکشن۔ صفحہ

کاول (کپتان ایچ۔ اے) لندن سنہ ۱۸۸۸ء

(رایڈ ان ٹی کرنس اینڈ سلیپرز
اس کتاب میں ایک سفر کا ذکر ہے تو تفریحاً

طنجہ سے براہ فاس سرحدا بحرائرٹک کیا گیا۔ بیان دلچسپ ہے اور کسیقدر اس قصہ نبک کے بھی حالات درج ہیں جس کی نسبت پہلے کچھ معلوم نہیں تھا۔ مصنف کامیلان طبع مبالغہ کی طرف زیادہ تھا اس لئے ہر امر کو غلو کے ساتھ ذکر کیا ہے یہاں تک کہ اکثر مقامات پر بیان کی صحت مشتبہ ہوگئی ہے چونکہ سفر میں اس کی زوجہ بھی ساتھ تھی اس لئے بہ وجہ گھبرا گیا البتہ جو امور اس نے جبل الطارق کے متعلق تحریر کئے ہیں وہ بہت ہی عمدہ پڑھنے کے قابل ہیں۔

کنیسل ہیک (جی۔ جی۔ ایل) ملاحظہ ہو نکسن صفحہ . . . .

کنیسل ہیک (جے۔ جے۔ ایل) ہسپانیہ میں حکومت اہل عرب

کوندے جوسے انٹالیو — میدرڈ ۲۰-۱۸۲۱ء

اگرچہ بقول مؤلفان تاریخ کتب دوزی (صفحہ) اور گیانگوس (صفحہ) کی تصانیف جہاں تک تاریخ سے تعلق ہے کوندی کی تصانیف کی ناسخ ہیں مگر پھر بھی ان کی اچھی قدر ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوندی نے بنیاد رکھی اور بعد میں اوروں نے اسپر عمارت بنائی۔

کانرنگ ڈاکٹر نیل ایڈ الف وان — میدرڈ ۱۸۸۱ء

مراکو (جرمنی کی زبان سے)

یہ کتاب بالکل بے وقعت ہے مصنف جرمنی کی جانب سے فروخت ... کے واسطے ایجنٹ مقرر تھا۔ اس نے کچھ دریافت نہیں کیا جو کچھ اناپ شناپ اس نے اپنے ترجمان یا دوسرے لوگوں سے سنا وطن میں واپس آکر بنام ملک و باشندگان مراکو طبع کرا دیا۔ باوجود ہمہ یہ کتاب خالی از دلچسپی نہیں اور ملک کے حالات شرح و بسط سے ارقام کئے گئے ہیں اگر مصنف زیادہ دیر تک مراکو میں رہکر واقعات کی تصدیق و صحت کرتا کراتا تو اس کی کتاب بڑی قیمتی ہوتی۔ اسکا مشاہدہ اعلیٰ قسم کا ہے۔

کوملی انار سے — پیرس ۱۸۶۰ء

لی مراک کنیمپلو۔ ین (ہمعصر مراکو)

جو دعوی کتاب کے نام میں مضمر ہے وہ اصل کتاب میں وجود نہیں فرنچ قونصل جنرل کے ایک ماشی کے جمع کردہ واقعات ہیں اور بطور تتمہ آخری مضمون میں باشندگان مراکو و مراکو کے حالات ورا دلچسپ پیرایہ میں مرقوم ہیں۔

روسی کاٹنگش لندن ۱۶۰۹ء — مولائے حمید کا ہرسہ

ریاست مراکو - فاس - اور مبوین پر تسلط کرنا اس کے بعد موردن یا بربریوں کے مذہب کی مذمت لکہی ہے -

یہ کتاب ایک نرالی قسم کی ہے - پرانی طرز میں چہپی ہوئی ہے خاصی معتبر کتاب ہے اسمیں سترہویں صدی کے پہلے سات سال کے واقعات درج ہیں -

کوُن وجونسٹن جی - ڈی آر - آئی - این

ویٹرش ٹوٹس بیونڈ گلمپس آف سدہرن مراکو
یعنی

یہہ کتاب دو شخصوں کی تصنیف کی ہوئی ہے - ہر دو ملک اور باشندگان ملک سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں - مراکو کی زندگی کے حالات معتبر اور دلچسپ طور پر قلمبند کئے ہیں - موگیدار سے بطوری اسپ مراکش جانا - خنزیر کا شکار بندوق سے کرنا - خلیج موگیدار میں سیر کشتی کرنا - اگیدیر اور مسا کے حالات پر قلم فرسائی کرنا - فوج کے ہمراہ چاندنی رات کو کوچ کرنا اور اہل مراکو کا عیش وعشرت میں زندگی بسر کرنا یہ مضامین ہیں جنپر کتاب میں بحث کی گئی ہے واقعات نہایت خوش اسلوبی سے تحریر کئے گئے ہیں - جانسٹن اور بہی چند کتاب کا مصنف ہے -

ازانجملہ ایک بنام عبدالکریم یعنی سپاہی کا انتخاب پہلی کتاب تہی جو مراکو میں طبع ہوئی مگر جو اوراق لندن میں بغرض جلد بندی روانہ کئے گئے تہے راستہ میں گم ہو گئے - اسی واسطے کتاب نامکمل ہی رہی ایک جلد مصنف کے پاس ہے -

کرافورڈ جی - ڈی - لیمنگٹن ۱۸۸۹ع

مراکو ایٹ اے گلینس (مراکو پر ایک نظر)

چونکہ مصنف کو ملک کے حالات سے ذاتی واقفیت بہت تہوڑی تہی اسواسطے جو کچھ واقعات اس نے مرقوم کئے ہیں انمیں غلطیاں بہت ہیں لیکن با وجود اس کے سیاحوں کے واسطے کتاب مفید ہے - اگر معقول طور پر دیکہا جائے تو کوئی کبہی سرسری نظر سے اصل حالات معلوم نہیں کر سکتا - نہ ہی کوئی امر کماحقہ بیان کیا جا سکتا ہے - کرافورڈ کی کتاب قابل شمار کتاب ہے اگرچہ دایرہ بہت ہی محدود ہے -

کرافورڈ اور ایلن — لندن ۱۸۸۶ء

مراکو

یہ ایک قسم کی رپورٹ ہے جو انٹی سلیوری سوسائٹی (مجلس منع بردہ فروشی) کو ارسال کی گئی تھی۔ مصنف کا منشا تو اچھا ہے مگر مبالغہ زیادہ ہے۔

گرورنیک اے بے ڈی — بومنٹ پیرس ۱۸۷۳ء

ہسٹری دی لادرنیری ریولیوشن ڈین امپائر آتوٹمن۔

اس موقعہ پر مصنف ایک ترکی سفارت ہمراہ مراکو گیا تھا لاکن جو واقعات مراکو کی نسبت حوالہ قلم کئے ہیں وہ بالکل مہمل ہیں۔

داکنہا روزمیر یادوکوٹو دی (البوکرک) — لسبن ۱۸۴۶ء

محایرنہ پیرا ہسٹوریہ دایراکا دا مازاگوآ۔

کتاب بہت عمدہ تھی اور بڑی محنت سے معلوم ہوتا ہے تصنیف کی گئی ہے۔ اس میں مازاگان کے اس زمانہ کے حالات مندرج ہیں۔ جو اہل پرتگال اسیر قابض تھے کتاب مصنف کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ مصنف جزیرہ سینٹ تہامس میں سرکاری ملازم تھا۔ ان لوگوں کے حالات جو مقبوضات واقعہ غیر ممالک میں داخل ہیں مثل آگبر آباد ہوئے جملہ دلچسپ ہیں۔ وہاں انکا اخراج قابل ہمدردی ہی ہے۔

دی کیواس اٹیودورو — میدرد ۱۸۸۴ء

اسنڈیو جنرل سو برایل بحالدلوڈی لاطکی۔

جس غور و فکر سے اس مصنف نے تحقیقات کی اگر تمام اشخاص غیر ممالک جو مراکو میں سکونت رکھتے اس مضمون کی طرف توجہ کرتے تو آج ہمارے کم از کم علاقہ جات واقعہ ساحل کے پورے پورے حالات موجود ہوتے۔ یہ مصنف ہسپانوی قونصل کی ملازمت میں تھا۔ اس نے نہر دل۔ دریاؤں۔ اور پہاڑوں وغیرہ کے خوب حالات لکھے ہیں کتاب پڑھنے سے کبھی طبیعت سیر ہوتی ہی نہیں۔ طرز بیان بہت عمدہ ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ہے مگر ابھی تک چھپا نہیں۔

کرٹس (جیمس) لندن سنہ ۱۸۰۳ء

حالات سیاحت بربر (اے جورنل آف ٹریولس اِن بربری) یہ کتاب ایک ڈاکٹر کے تجارت کا ایک مجموعہ ہے جو ایک سفارت کے ہمرکاب فاس میں گیا تھا۔ کتاب البتہ مختصر ہے اور طرز بیان بالکل غیر مانوس۔ تجارت صمغ سنی گال کی متعلق تحریر کسی قدر دلچسپ ہے۔

دمبرجر دیکھو فلکشن صفحہ

دان کاپیری پائیری پیرس طبع دوم سنہ ۱۶۴۹ء

تاریخ تورسانی بربر۔ یہ کتاب اپنی قسم کی کتابوں میں سے بالعموم اچھی ہے۔ اسکا مصنف پچیس سال تک بربر میں رہا۔ بحری قزاقی کے عروج و نشو و نما کی متعلق اس کی تحریر عالمانہ ہے اگرچہ مراکو کے بارہ میں مختصر ہی لکھا ہے۔ مگر دلچسپ ضرور ہے۔ دان ہر چہار ریاست بربری سے ذاتی واقفیت رکھتا تھا۔ اس لئے جو حالات اس نے تورساناں صلیبہ کی بابت ارقام کئے ہیں وہ درست تصور ہونے چاہئیں پہلے مورخوں کی کتابوں سے بعض انتخابات بھی دئے گئے ہیں جو قابل قدر ہیں۔

دیوس (لفٹنٹ کرنل جوہن) لندن سنہ ۱۸۸۷ء

ہسٹری آف دی سکنڈ کوئینز رائل رجمنٹ۔ جلد اوّل طنجہ میں انگریزی قبضہ کے متعلق ہے۔ اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور جو حالات اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ قابل اعتبار ہیں۔

دیوس (ہارڈنگ) دیکھو فلکشن صفحہ

ڈاسن (اے۔ جی) دیکھو فلکشن صفحہ

دنشہر نوٹ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان ژن ۲۸ جارج سیلوی

الدین پی۔

ڈکسر (جین) ھورن سنہ ۱۸۴۴ء

اس کتاب میں ایک دلندیزی غلام نے اپنی ذاتی تجارب کا ذکر کیا ہے زیادہ تر تو مصنف نے اپنی تکالیف کا بیان کیا ہے۔ مراکو کو بہت تھوڑا صفحہ دیا ہے۔

ڈیلا مرسی ۔ ملاحظہ ہو نولسک

اے ایم لی کمٹی) (دیکھو صفحہ ۱۵۱ ریلیشن ہسٹورک صفحہ ۱۵۱ و فکشن صفحہ ....)

ڈیغو، (پروفیسر جی (پیرس داداں ۱۸۹۹ء } ۔ فاس سن یونیورسٹی اہل انسا ئمنٹ سوپیریر مسلمان ایک رسالہ ہے جسکا مصنف ایک بڑا تجربہ کار عالم ہے ۔ عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسمیں فاس کے دار العلوم کی تعلیم کے حالات مذکور ہیں ۔ اخیر میں چند اسمامات بھی درج ہیں ۔ مگر چنداں قابل وقعت نہیں ہیں ۔

ڈسمی (لوئیس) پیرس ۱۸۳۸ء ۔ ریلیشن دو ویج دی آر آر پی پی دی لا مرسی پور لا ریڈیمشن دی کیپ ٹف ریسن ۱۸۱۷-۱۸۱۸ اس کتاب کی تحریر بالکل سادہ ہے ۔ اس میں جو حالات مرقوم ہیں وہ پادریان نجات دہندہ یعنی جو عیسائی غلاموں کو رہائی دلائے تھے) کے متعلق ہیں اور مراکو کی نسبت کچھ بھی مذکور نہیں ۔

ڈیدیمیر (چارلس) پیرس ۱۸۴۴ء } یونی پرینیڈ اد مراکو ۔ کتاب دلچسپ ہے اور تحریر بھی بری نہیں لیکن کچھ زیادہ وقعت کے قابل نہیں مصنف کا تمام سرمایہ صرف اسقدر ہے کہ طنجہ سے تطوان تک تفریح کناں گیا ۔ اور واپس طنجہ میں آ گیا ۔ دیگر کتب سے مضامین چرائے گئے ہیں ۔ باوجود اینہمہ کتاب عام طور پر اپنی قسم میں اچھی ہے ۔

ڈائرک (ڈاکٹر کشہوا) برلن ۱۸۹۳ء ۔ مراکو ..... اندر مراکو فیریج ۔ یہ کتاب گویا ایک مختصر سا خلاصہ ہے اسمیں مراکو و باشندگان مراکو کے حالات مندرج ہیں ۔ اگرچہ مولف کو اپنی تحریر کی نسبت کوئی شبہ نہیں ہے مگر کتاب بذاتہ ایسی نہیں ہے کہ سند گردانی جائے ۔

ڈولس (ڈمیل) ربیٹن ۱۸۸۶ء } وائیج ڈینس لی اکسینٹل ایڈی لی سو ڈمرکیبی (ان ڈی بولٹن دی لا سوسایٹی بارینکڈی فرگریفی) اسکا مصنف ایک جوان آدمی ہے جو بڑا دلیر اور بے پروا شخص تھا ۔ دیود سن کیطرح اپنی جان خطرے میں ڈالدی اپنی تجارت کے حالات حوالہ قلم کئے ہیں مسلمان بھی ہو گیا تھا مگر عاقبت الامر قتل کیا گیا ۔

ڈوزی (آر پی ۔ اے) لیڈن ۱۸۶۱ء ۔ ہسٹری دی مسلمان ڈا اسپین جسکو الا کنکت دی ایل انیدولیس پار لی المور لوپذیر ۷۱۱-۱۱۱۵ (چہار جلد) نہایت ہی عمدہ کتاب ہے مصنف نے اس میں بڑی دماغ سوزی سے کام لیا ہے ۔ عربی قلمی نسخوں سے بڑی محنت سے ذخیرہ حاصل کیا ہے اور جتنی کتب اس بارہ میں تصنیف ہوئی ہیں ان سب پر اس کتاب کو سبقت ہے ۔ طویل بہت ہے ۔ اور عربی مصنفین کی مانند خفیف امورات پر بڑی بحث کی ہے اس میں نقص یہ ہے کہ مضامین کے عنوان و ابواب کی تقسیم و تفریق نہیں کیگئی مصنف لیڈن میں عربی کا پروفیسر تھا ۔

ولائیڈن ۔ دیکھو فکشن صفحہ ۔

فرنینڈیز دورو کیپٹن سیزیرو) میڈرڈ ۱۸۷۸ء ۔ الکس بلور لیسین دی روناپاسلی دی لا کوسنا لوروسٹی دی افریقہ ان لسکادی سنتا کریزو ہی مار پیکونیہ (جلد ۴ ۔ جلد ۵ ۔ بولٹن دی لا موسیاد جیو گریفیکا) یہ فرنینڈ دورو ایک جہاز ہسپانیہ کا کپتان تھا ۔ جو مراکو میں روانہ کیا گیا تھا ۔ کتاب کی تصنیف میں نہایت محنت و غور و فکر سے

کام لیا ہے۔ گویا مراکو کی تاریخ کتب میں اسکا خاصہ حصہ ہے۔ یہ کتاب مستند شمار ہوتی ہے۔

ڈورین (اکسپویر) لندن سنہ ۱۸۵۵ء دی پریزنٹ سٹیٹ آف مراکو۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے مگر پُر از اغلاط ہے انکا اغلاط کی ذمہ داری برگردن مترجم ہے۔

ڈیلانی سسٹ پیری جیان پیرس سنہ ۱۷۲۶ء۔ ریلیشن دو وایج پور لا ریڈمشن دی کیپٹیس پینڈ لی ۱۷۲۳ تا ۱۷۲۵۔ خاصی کتاب ہی مگر معمولی ہے۔ صرف مراکو و باشندگان مراکو کے بیان تک محدود ہی۔

ابو الفدا اسمعیل سنہ ۱۳۳۲ء۔ ذکر بلاد المغرب

الجیریا سنہ ۱۸۳۹ء۔ فرنچ ٹرنسلیشن (مصنف سالوٹ)

پیرس سنہ ۱۸۴۳ء۔ " جغرافیہ مصنف رینا د۔ ادریسی کے حواشی جا بجا ہیں۔ مگر یہ کتاب ویسی جامع نہیں ہی۔ ابو الفدا نے بھی مراکو کی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ ابو الفدا ایک شاہزادہ سیر یا کا رہنے والا تھا اس نے ایک ضخیم کتاب جغرافیہ پر لکھی ہے۔

فنکس (انہری ٹی) لندن سنہ ۱۸۹۱ء۔ سپین اینڈ مراکو۔ یہ کتاب ایک شخص باشندۂ مریکہ کی تصنیف ہی وہ کہتا ہے کہ آیا ایک سیاح صرف دو مہینہ کی ایک سرسری سیاحت کے بعد دو بڑے وسیع ملکوں پر ایک کتاب تحریر کرنے کا مجاز ہے۔ اور پھر ثابت کرتا ہے کہ اس کو یہ حق حاصل ہے۔ طنجہ و تطاوین پر ایک فصل لکھی ہے۔ سوا اس کے اور کچھ مراکو کی نسبت ارقام نہیں کیا۔

ڈی فوکالڈ (ویکمٹے) چارلس پیرس سنہ ۱۸۸۸ء

ریکنائیزنس آف مراکو (ایک ضخیم کتاب جس میں تصاویر و نقشے دیے ہوئے ہیں)

یہ کتاب بہت قیمتی ہے۔ اس میں سفر مراکو کے حالات بہت اچھی طرح مندرج ہیں۔ والی کونٹ دی فوکالڈ نے زیادہ تر اسی حصۂ ملک میں سفر کیا ہے۔ جس سے جغرافیہ داں بیشتر ناواقف تھے۔

جہاں جہاں یہ شخص گیا ہے اور جس صحت و محنت سے اس نے تلاش کی ہے سیاحان متاخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکا۔ اس مصنف نے پہاڑ کی چوٹیوں کی بلندیاں اور مقامات کے فاصلے شرح و بسط کیساتھ دیئے ہیں جیسے ظاہر ہوتا ہی کہ اس

نے سخت جسمانی تکلیف برداشت کی ہوگی۔ اور کئی قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا مصنف اپنے کام کی اصلیت کو کماحقہ سمجھتا تھا۔ فوکالڈ ایک دیسی یہودی کے بھیس میں سفر کررہا تھا۔ طنجہ سے روانہ ہوا۔ شیشہ وان۔ القصر۔ فاس۔ تازا۔ سیفرو۔ مکناس تاڈلا وغیرہ وغیرہ مقامات میں گیا۔ اور تقریباً چھ مہینہ کے عرصے میں موگے ناریں جا پہنچا۔ وہاں ایک مہینہ قیام کیا۔ اسی رستے ریگے ویریں واپس آیا۔ اور پھر فاس کے قریب ہوکر گذرا۔ اور اس رستے ادجدہ میں سے ہوتا ہوا فرانسیسی حد میں پہنچ گیا کوہ اٹلس کے جنوب میں سفر کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام تھا۔ فوکالڈ نے الجزائر میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ اور ایک نووارد کے واسطے ایسی نتائج اخذ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ وہ قدرتی طور پر تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے عادی واقع ہوا تھا۔ مگر اس مقام پر گنجائش نہیں کہ ان کا ذکر کریں۔

سین فرانسکوا فرے میٹی آس اکیڈ سنہ ۱۸۷۵ء

ریلیشن ڈل دائج کوا سٹرد آمپرور کوس ال دھی پیدر فرنیج جوآن ڈی پریڈو۔

یہ کتاب ایک نادر نسخہ ہے۔ اس سے فرانسکن مشنریوں کے تجارب۔ خیالات عزم بالجزم۔ مذہبی جوش اور ان کے اعتقادات ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ایک گورنر کے خوف موذی سے گان سے انا مور کو بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ مراکش میں بھی ان کو غیر معمولی سختی اوٹھانی پڑی۔ ڈی آل پوڈر نے واقعات اہم کا اعادہ کیا ہے۔

فریجس ولینڈ پیرس سنہ ۱۶۷۰ء

ریلیشن ڈون وائج فے ان سنہ ۱۶۶۶ء آرایا میر ڈی مراک اے ڈی فیز ورلیشن کلیاس۔

ان رسالوں میں سے جو پہلا رسالہ ہے وہ بالکل ہی نکما ہے۔ اس میں بے فائدہ سفر کا فضول تذکرہ ہے۔ سیفر نگار نے اکثرہ اس میں درج کیا ہے کہ اس نے کیا کھایا پیا۔ دوسرا رسالہ نہایت مختصر اور غیر مفید ہے۔

فرش آرجے پیرس سنہ ۱۸۹۵ء

لے مراک۔ جوگرافی۔ ارگنائیزیشن۔ پولیٹک یہ کتاب نہایت احتیاط سے تحریر کی گئی ہے

اس کتاب کا اصلی منشاء فرانسیسی حقوق کا مراکو سے ادّعا کرنا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ جو لوگ رموز مملکت سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکو ضرور مطالعہ کریں۔ مصنف محض ناواقف نہیں ہے۔ وہ دس سال تک مراکو میں ایک محکمہ میں افسر رہ چکا ہے۔

**گیلنڈو والیئون ڈی
ویرا۔ میڈرڈ ۱۸۸۴ء**

مسٹریا۔ سیجوڈ پولیٹیکا ٹرڈیشنل ڈی ہسپانا۔ رسکٹو ڈی سوس پوزنشنزان لاس کاسٹس ڈی افریقہ جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ کچھ معتبر نہیں اگرچہ کتاب بہت طویل ہے۔ مگر مفید بھی۔ اور ہسپانیہ کی رائل اکیڈمی نے اس تصنیف کے صلہ میں ایک تمغہ مصنف کو عنایت کیا۔ جیسا کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں مراکو کے علاوہ بھی حالات لکھے ہیں۔ مگر ایسی کوئی بات کم نظر آتی ہے جو پہلے حیز تحریر میں نہ آچکی ہو۔

**گینیٹرر (آرتھر ڈی)
پیرس ۱۸۹۳ء**

لی۔ مراک۔ ڈی آجرڈ ہیو ڈی ہیر اسے ڈی ڈیلین۔
یہ کتاب جو در اصل انتظام ملکی کے متعلق ہے۔ ایک عام صحیح نسخہ ہے۔ اس میں مراکو کا سرسری حال درج ہے باشندگان مراکو یا مراکو و دول یورپ کے باہمی تعلقات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ اس ملک کی لڑائیوں کی نسبت خاص دلچسپی ظاہر کی گئی ہے اس کتاب کی اکثر تصاویر مونٹ بارڈ کی کتاب سے لی گئی ہیں۔

**گیٹل جوُاکون
میڈرڈ ۱۸۷۹ء**

ڈیچر یور مراکش السوس ویدنون ٹکنا۔
اس قیمتی رسالہ کے مصنف نے ۱۸۶۱ء میں شرف ملازمت سلطان حاصل کیا۔ اسے توپخانے میں ایک عمدہ عہدہ عطا کیا گیا۔ اس نے رخصت کی درخواست کی مگر نامنظور ہوئی۔ اسپر وہ چوری سے فرار ہوا۔ چند سال تک ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اس عرصہ میں اپنا نام قاید اسمٰعیل بتایا۔ ۱۸۷۵ء میں ہسپانیہ کی طرف سے مراکو میں بھیجا گیا۔ اس کی جو رپورٹ چھپی ہے اس میں نقشے وغیرہ بہت دئے گئے ہیں جو بڑے مفید ہیں۔

گیان گوز

سی المکاری صفحہ ۴۹۰
گریری (اورٹ) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

گوبل ای لیپنگ سنہ ۱۸۸۷ع

ڈائی ویسٹ بوس افریقاس ام الطرظم انیڈ ڈائی حیثیتی لی مارسٹینس۔

یہ کتاب ایک نہایت مفید خاصہ ہے۔ ملک ہذا کی تمام سابق تواریخ کا اسمیں ذکر ہے۔ اس میں واقعات بڑی صحت سے بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

گاڈرڈ اے لیئون (پیرس سنہ ۱۸۶۰ع

ڈسکرپشن اے سٹوری ڈیو مراک (دو جلد)

اس کتاب میں مراکو کے حالات سے نہایت مفید آگاہی دی گئی ہے۔ اس کتاب کا سب سے مشہور حصہ وہ ہے جو تاریخ عسائیت مراکو کے متعلق ہے اور یہ عمدہ ترین کتابوں میں سے کتاب ہے۔ جو مراکو کی نسبت طبع ہوئی ہیں۔ اسے سخت متعصب آدمی تھا

گریبرگ ڈی ہمپسو (جیکو پو) جنوا سنہ ۱۸۳۴ع

سپیٹیٹو ...... ڈل امپیر لوڈی مراک۔

گریبرگ کی کتاب نے بہت شہرت حاصل کی اور اس شہرت کی مستحق بھی تھی۔ مگر بعض نے اس کی تعریف میں مبالغہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب میں سے دیگر مورخوں نے اکثر مضامین اقتباس کئے ہیں۔ مگر اس امر کو تسلیم نہیں کیا۔ مصنف جو مراکو میں سویڈن اور ساڈینیا کی طرف سے سفیر تھا۔ عربی میں اچھی مہارت رکھتا تھا۔ لاکن حدود طنجہ سے باہر ملک سے قطعی نابلد تھا۔

لیئون سنہ ۱۸۲۰ع

پرمیس ڈی لا لٹر یٹور مٹہرک ڈی مغرب الاقصی۔ تاریخ کتب مراکو پر ایک بہت قیمتی کتاب ہے۔ جو بیس بڑی بڑی کتابوں پر مقامی واقفیت کی بنا پر تنقید کی ہے۔ بعد میں یہ کتاب بھی سپیٹیو میں ضم کی گئی۔

گراہم اے بی کننگھم لندن سنہ ۱۸۹۸ع

مغرب الاقصی (آجرنی ان مراکو)

کتاب بہت خوبصورت ہے۔ گو غلط ہے۔ مگر پڑھنے کے قابل ہے۔

صفحہ۔ ملاحظہ تتمہ صفحہ ۴۴۵ (انگریزی)

ہاروین (فریڈرک) لندن سنہ ۱۸۶۰ع

ڈی سپینش کمپین ان مراکو۔

نامہ نگار اخبار ٹائمز خطوط دوبارہ چھپوائے گئے ہیں

ہسپانوی مہم کا تذکرہ تو اس میں مندرج ہے۔ مگر ملک کے متعلق ایک لفظ تک بھی نہیں ہے۔

ہیرس والیئر بی لندن ۱۸۸۹ء

دی لینڈ آف این افریقین سُلطان

مصنف کی ابتدائی کوشش ہے۔ جو سفر اس نے اوّل اوّل مراکو میں کئے ہیں۔ اُن کا ذکر درج کیا ہے اور دلچسپ ہے۔ مگر اس میں کوئی نئی بات نظر نہیں آتی۔ اور نہ کتاب ہی مستند ہے۔ جو کچھ عیسائی سفارت کے متعلق تحریر ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خصوص میں مصنف محض ناواقف ہے۔ (مئی ۱۸۹۰ء کے ٹائمز میں اس کا ریویو ہو چکا ہے)

لندن ۱۸۹۵ء

دوم ۔ تفیلت

اس کتاب میں اس سفر کا ذکر جو مراکش سے تفیلات تک کیا گیا ہے کچھ حصہ سفر کا گدہے کی سواری پر کاٹا ہے کچھ پاپیادہ۔ اس کتاب میں نئے امور درج ہیں۔ اور عام اغلاط سے پاک ہے۔ کیونکہ مسٹر ہیری ملک سے کافی واقف ہے کتاب مفید ہے اور تصاویر نہایت عمدہ ہیں۔

ہے جی۔ ایچ درمند لندن ۱۸۶۱ء

وسٹرن باربری الٹس والڈ ٹرائب اینڈ سویج اینملز یعنی وحشی اقوام وجنگلی حیوانات طبع ثانی)

یہ کتاب در اصل بالکل نکمی ہے۔ لاکن عبارت عمدہ اور دلچسپ ہے۔ اگرچہ ایسے مصنف سے یہ امید نہیں ہو سکتی تھی۔ باوجود اس کے اکثر سفر ناموں سے اچھی ہے۔ اس میں جو تشریحات مراکوی زندگی پر کی گئی ہیں وہ اچھی قابل اعتبار ہیں۔

کمبرج ۱۸۴۰ء

دوم۔ جنرل ادف اکسپیڈیشن ٹو دی کورٹ آف مراکو۔

یہ رسالہ کبھی طبع نہیں ہوا۔ بنابریں اس کی اغلاط پر اعتراض کرنا مناسب نہیں۔ یہ ایک قسم کا مسودہ جو خاص دوستوں کے واسطے طبع کرایا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل مراکو کے ساتھ معاملات کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

بے اینڈ برکس لندن ۱۸۹۶ء

اے ممائر روف سر جون ڈرامنڈ ہے۔

اس قابل سفیر کی عمر کا بہت سا حصہ مراکو میں گذرا۔ وہ برطانیہ کی طرف سے طنجہ میں سفیر تھا۔ مراکوئی معاملات میں

اسکا ایسا گہرا تعلق ہوگیا تہا کہ جو کتاب اس کی بیٹیوں نے تیار کی وہ ان بڑی مفید کتابوں میں سے ہے۔ جو سلطنت مراکو پر تیار ہوئیں۔ اس سے صرف مقامی انتظام کے متعلق ہی آگہی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں ایک محتاط فاضل طبع رسا نتیجہ نظر آتا ہے۔ نیز اس میں وہ غلطیاں نہیں ہیں جو عام اجنبی کیا کرتے ہیں۔

ہے کیٹیس۔ ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ ۵۴۳ (انگریزی)

ہیرودوتوس۔ ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ ۵۴۱ (انگریزی)

ہائیڈ سمتھ ولیم ولسن لندن ۱۸۸۶ء اے ٹوئیر رینیل فالس اینڈ مسہ ہیبس ان مراکو کتاب اسی قیمت کی ہے جو اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر بھی ان کتابوں سے اچھی ہے۔ جو مفصل حالات ذکر کرنے کی مدعی ہیں۔ اور پُر از اغلاط ہیں۔

ہاگلن ڈاکٹر ٹومس لندن ۱۸۶۶ء نیر یٹو اوف اے جرمنی ٹو مراکو یعنی بیان سفر مراکو یہ کتاب معمولی اچھی ہے۔ اس میں اس سفارت کا ذکر ہے جو مراکش میں لببر کردگی سر موزز مو سیفیو ربھیجی گئی تہی۔ ملک کی حالت کی نسبت چنداں ذکر نہیں ہے۔ یہ کتاب چندہ فراہم کرکے چھپوائی گئی تہی۔ کیونکہ اس کا مصنف جلد ہی فوت ہوگیا تھا۔

ہوکر جوسف ڈی بال (جوہن) وما اجارج) لندن ۱۸۷۹ء مراکو اینڈ دی گریٹ اٹلس سائنس داں خاص کر علم فلاحت داں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ اس کتاب کے مصنف انگریز تھے جو قدرتاً بیباق تھے۔ وہ برابر یہی اس بہانے سے پھرتے رہے کہ ان کی ملکہ نے ایک بڑا عالیشان باغ لگوایا ہے۔ جس میں اسکی خواہش ہے کہ ہر قسم کے پودے لگائے جاویں۔

ہوروڈ لنز ڈکٹر اول لیپزگ ۱۸۸۶ء مراکو ملک اور اس کے باشندگان کی نسبت دلچسپ طور پر واقعات لکھے ہوئے ہیں۔ مگر عبارت فضول اور نامکمل ہے

ہوسٹ جیئورگ کیوبن ہیون ۱۷۷۹ء و ۱۷۸۱ء + الف ٹیرٹ ننگرا دم مراکوس

اوگفینز آرنگمنٹس دان مراکوس اینڈ فیز۔
اس مستند کتاب کا مصنف ڈنمارک کی طرف سے بہت سال تک طنجہ میں کونسل رہا۔ اس نے واقعات کی تحقیق میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ بعد کے تمام مصنفین جنہوں نے مراکو پر کتابیں لکھی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہوسٹ کے ممنون ہیں۔ اور جنہوں نے اس کتاب سے کچھ بھی فائدہ نہیں اوٹھایا وہ بہت بدقسمت تھے۔

ادریس (محمد) سنہ ۱۱۵۰ء لندن سنہ ۱۸۰۹ء	صفات العرب وارض السودان و مصر و اندلوس سمالی مراکو کا مختصر سا جغرافیہ ہے۔ مگر یہ کتاب قابل استفادہ نہیں ہے۔
جیکسن جیمز گرے لندن سنہ ۱۸۰۹ء	این اکونٹ اوف دی امپائر اوف مراکو اینڈ ٹمبکٹو یعنی بیان سلطنت مراکو و ٹمبکٹو سلطنت مراکو پر۔ یہ ایک نہایت عمدہ اور نئی کتاب ہے اس کا مصنف جو ایک سوداگر تھا

موگیدار اور ریگیدیر میں بہت مدت رہا۔ مصنف کا یہ منشا تھا کہ اس اطلاع کو مکمل کرے جو ان کتابوں میں درج ہیں مذکور ہے جو آج تک لکھی گئی ہیں۔ پھر بھی غلطیاں اکثر ہیں۔ ٹمبکٹو کا بیان خاصکر دلچسپ ہے۔

جیمز لفٹننٹ کرنل ٹومس لندن سنہ ۱۷۷۱ء	ہسٹری آف دی ہرکولین سٹریٹس (جلد دو۔) اس کتاب کا مصنف ایک انگریز تھا جو جبل الطارک میں رہتا تھا۔ کچھ نئی باتیں درج نہیں

ہیں جو مفید مطلب ہوں۔

جنیشن ڈاکٹر آر برلن سنہ ۱۸۸۷ء	ڈائی ڈوشٹی شیڈل اکسپیڈیشن سنہ ۱۸۸۶ء اس میں اہل جرمنی کی اس کوشش کا بیان ہے جو انہوں نے ردیس کے کہولنے میں کی۔ جو مہم بھیجی گئی تھی مصنف اسکا اعلےٰ

افسر تھا۔ اس کی ملک نے حرفت ودستکاری و پیداوار کے متعلق خوب واقفیت حاصل کی یہ کتاب عمدہ نسخوں میں شمار ہوتی ہے۔

جنیشن ڈبلیو الندن سنہ ۱۸۱۶ء	آدیوآف دی پریزینٹ کنڈیشن آف دی سٹیٹس آف بربری۔ (موجودہ حالت ریاستہائے بربری پر ایک نظر

بربر کی قزاقی کے انسداد کے متعلق ہے۔ صرف دوسری فصل میں مراکو کا ذکر ہے۔ یہ ایک جنگی افسر کی رپورٹ ہے جو گورنر جبل الطارق سعدی محمد بخت دہم کو عارضی طور پر دیا تھا۔ کتاب مختصر سی ہے اور کچھ زیادہ مفید نہیں ہے۔ مگر خالی از دلچسپی نہیں ہے۔

جونسٹن (آر۔ ایل۔ این) ملاحظہ ہو کون وجونسٹن۔

کیٹنج (کرنل مارس) لندن سنہ ۱۸۸۶ء

ٹریولز ان یورپ اینڈ افریقہ (ممالک یورپ وافریقہ کی سیاحت) (دو جلد)

اس کتاب میں معمولی طور پر سفر کے حالات درج ہیں۔ مراکو کی نسبت کچھ درج نہیں ہے۔ اس واسطے یہ کتاب قابل استصواب نہیں ہے۔

کردی جینی اے ڈی طنجہ وپیرس سنہ ۱۸۸۹ء

گائڈ دو دیجو یر آمراکو (رہنمائے بحری سفر مراکو)

یہ کتاب سفر مراکو کی ایک رہنما ہے۔ ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ خاص کر ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو فرانسیسی زبان پڑھتے ہیں۔ اگرچہ اغلاط بھی ہیں۔ مگر بعض بڑی بڑی کتابوں سے زیادہ تر مفید ہے۔ اس میں ایک نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

کررابرٹ لندن سنہ ۱۸۹۴ء

پائنیرنگ ان مراکو (سفر مراکو بطور مقدمۃ الجیش)

یہ کتاب نہایت بے تکلفانہ لکھی گئی ہے۔ اور عمدہ ہے۔ اصل میں مصنف کے خطوط و یادداشت سے جمع کی گئی ہے۔ اس میں اکثر نئی باتیں نظر آتی ہیں۔ لاکن اس قابل نہیں کہ استصواب کا کام دے۔

ابن خلدون عبدالرحمان سنہ ۱۴۰۵ء بولاک سنہ ۱۸۶۷ الجزائر سنہ ۱۸۵۲-۵۶ء

ہسٹوری دی بیربر۔ انتخاب از کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر آٹھ جلد۔ مترجمہ بیرن گوکن دی سلین۔ چہار جلد۔ مع تتمہ جات وغیرہ

کتاب اسلامی دُنیا کی تاریخ سے اور عربی علم ادب میں، سب پر سبقت لے گئی ہے۔ دی سلین کا ترجمہ و تشریحات بھی کچھ اس سے کم مستحق تعریف نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ اس کتاب کے تصنیف کرنے میں اس کے چودہ سال صرف ہوئے ہیں۔ مورخین مراکو و اسلام نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ ابن خلدون جو عربی النسل تھا تیونس میں ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوا۔ اور اکیس برس کی عمر میں شاہی پرائیویٹ سکرٹری

مقرر ہوا۔ اِدہر اُدہر کے انقلابات کے بعد صلاح الدین نے اسے قاہرہ میں قاضی القضات مقرر کر دیا۔ بعدہ وہ مکہ شریف کی سرزمین میں سیاحت کرتا رہا۔ پھر سلطان کی معیت میں دمشق پہونچا اور جب تیمور نے دمشق پر حملہ کیا تو ابن خلدون وہاں ہی مقیم تہا۔ وہ تیمور کی پناہ میں آگیا اور جب تاتاریوں کی تاریخ وشجرہ نسب پڑھ کر سنایا تو تیمور حیران رہ گیا۔ تیمور نے اس کی بڑی عزت کی اور آخرالامر اس کو مصر میں آنے کی اجازت عطا کی۔ تاکہ وہ اپنی کتاب کو ختم کرے۔ جب اس نے فیوم میں جہاں وہ سنہ ۱۴۰۶ء نوت ہوا چودہ برس صرف کئے تھے۔

ابن خلدون کی کتاب فی الحقیقت نایاب ہے اور نہایت نفیس ومعتبر ہے یہ مصنف نہایت ذکی۔ فہیم اور اہل الرائے شخص تھا۔ اور ساتھ ہی نہایت دقیقہ رس اور باقاعدہ والا شخص تھا۔ اگرچہ بعض مقامات میں واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ہر ایک قوم کے حالات وشجرہ انساب شرح وبسط کے ساتھ دئے گئے ہیں۔

ابن خلکان (احمد) لندن سنہ ۱۲۷۵ھ سنہ ۱۸۶۱ء

کتاب واقعات العیان (بیرن میک گرکسی دی سلین نے چار جلدوں میں ترجمہ کیا ہے) کتاب نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجہ کا نسخہ ہے۔ اہل عرب اسکی قیمت کے لحاظ سے اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ دی سلین نے اس کا ترجمہ کرنے میں مغربی دُنیا پر بڑا احسان کیا ہے جیسا کہ اس نے ابن خلدون کی صورت میں کیا ہے۔ ابن خلدون دمشق میں صدر الصدور بھی تھا اور مصر میں پروفیسر بھی رہا ہے۔ مراکو کے مشہور تذکرہ نویسوں میں یوسف بن تشفین ابن تمارت مہدی عبدالمومن۔ یعقوب المنصور وغیرہ وغیرہ ہیں۔

کوملٹ ڈاکٹر ولیم فرنیک فرٹ سنہ ۱۸۸۳ء

پیج دن سولن دی ہر کلینز (دو حصّہ)
اس کتاب میں ایک اہل علم کی ساحت کا ذکر ہے اس کے بعض جلد مراکو کے متعلق ہیں۔ مفید ہیں۔ ان حصوں میں قدرتی اشیاء مثلاً حیوانات واصوات جانوران کا ذکر ہے۔

لادسرے پی دیکھو نکس صفحہ

لیارو ڈاکٹر آرتھر لندن سنہ ۱۸۷۶ء

مراکو داہل مراکو (مراکو اینڈ دی مورس)
اس کتاب کی قدردانی میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ مصنف صرف ساحل پر گشت کرتا رہا ہے۔ یا درگفر نک پہنچا

ہے زبان ملک وباشندگان ملک سے محض ناواقف تھا البتہ جو واقعات ڈاکٹر ہردم نے بہم پہونچائے وہ قابل اعتبار ہیں۔ اس کتاب کا سب سے مفید حصّہ وہ ضمیمہ ہے جس میں مراکوئی ادویہ کا ذکر ہے مگر اس باب میں جو مراکوئی امراض کے متعلق ہے کچھ بھی مفید مطلب درج نہیں ہے۔

لنڈن سنہ ۱۸۷۹ء

اوبرح اے ورت لودی کورٹ آف مراکو (دربار مراکو کی سیر)

اصل میں یہ انگریزوں کی سفارت کا جو مولائے الحسن کی جانشینی کے موقعہ پر آئی تھی ذکر ہے جو خالی از دلچسپی نہیں۔ علاوہ حالات سفر کے القصیر الکبیر کی لڑائی کے حالات مذکور ہیں جو ۱۵۷۸ء میں واقعہ ہوئی ڈاکٹر لیانذ نے اس امر پر بحث کی ہے کہ آیا قیصر فرعون و دالیوبتی ایک ہی ہیں اور ڈاکٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایک ہی ہیں اور اس کے اس نتیجہ کی تصدیق بھی بعد میں ہوئی ہے۔

لیمپریری ڈاکٹر ولیم لنڈن سنہ ۱۷۹۱ء

اے تور تو مراکو (سفر مراکو)

مصنف ایک ڈاکٹر (سرجنے) ساکن جبل الطارق ہے۔ ۱۷۸۹ء میں سعدی محمد بن عبداللہ کے علاج کے واسطے گیا تھا جو بیان مصنف نے اپنے سفر سوس کا ذکر کیا ہے وہ دلچسپ ہے اور ملک وباشندگان ملک کی نسبت جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بھی قابل تعریف ہے مگر کتاب بحالت مجموعی پڑھنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ حصّہ جو الیغریہ کے مظالم اور اس کی بدسلوکی (جو تو نصلوں کے ساتھ کی) کے متعلق ہے ایک ہمعصر کی معتبر شہادت ہے۔

لنز ڈاکٹر رسکہ لیپزگ سنہ ۱۸۸۴ء

ٹمبکٹو۔ رلیسی درج مراکو۔

اور بارہ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی طبع ہوا ہے

ان میں سے ایک جلد مراکو کے متعلق ہے گویا ملکی حالات کا ایک خلاصہ ہے اور چونکہ جس جس کتاب سے استفادہ یا اقتباس کیا ہے اسکو بتلایا نہیں۔ کیا اس سے کتاب کی قدر میں کچھ فرق آگیا ہے۔ نقشہ جو دیا گیا ہے کچھ زیادہ قابل تعریف نہیں ہے تصاویر عمدہ ہیں۔

لانہ ایمنیومل جی اوراور گینر
طرسوم میڈرڈ سنہ ۱۸۷۹ء

ابل امپیر یودی مراکو
یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مگر ملک و باشندگان ملک کے حالات بخوبی تحریر کئے گئے ہیں۔ تاریخی حالات بھی کچھ کچھ مرقوم ہیں۔ اخیر میں ادن معاہدات کو درج کیا ہے جو سنہ ۱۸۹۶ء سے لے کر ہسپانیہ کے ساتھ ہوتے رہے لاکن اس میں مصنف کا اپنا کوئی مضمون بھی نہیں ہے۔

پیری لوٹی اوپو الفنٹ
جولن اپیرس سنہ ۱۹ء

مراک
اس میں مشرقی سیاحت کا حال دلکش عبارت میں تحریر کیا ہے۔ اس میں اس سفارت کا تذکرہ ہے جو سنہ ۱۸۸۹ء فرانس سے فاس میں گئی۔ اس میں مراکو کی زندگی پر بحث کیگئی ہے لاکن یہ کتاب اس کام کی نہیں ہے کہ اس سے واقعات کے متعلق استصواب کیا جائے۔

سبیکنزی ووئلہ
لندن سنہ ۱۸۸۶ء

رپورٹ اون دی کنڈیشن آف مراکو۔ (اطلاع نسبت حالت مراکو) یہ کتاب ایک مختصر سا رسالہ ہے جو انٹی سلیوری سوسائٹی کیجانب سے جاری ہوا۔ ملک کی حالت پر بحث کی گئی ہے۔ ناواقف اشخاص پڑھ کر کچھ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں۔

(میرالٹ) انڈرین ماریس،
پیرس سنہ ۱۸۴۴ء

ریلیشن دی۔ سی۔ کوئی پیسے و مینس لی رویا یومی دی مراک و پولیسی انی ۱۷۲۲ اسبکون سنہ ۱۸۳۷ء
اگرچہ مصنف کا نام ویا ہوا ہے مگر ایے گادر داسے ایم میرالٹ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ بہرحال کتاب تاریخی لحاظ سے ایک مفید نسخہ ہے۔

المکاری احمد،
لندن سنہ ۱۸۴۳ء

ہسٹری آف دی محمدن دائنیسٹیز ان سپین (ہسپانیہ کے اسلامی خاندانوں کی تاریخ) (مترجمہ پیکول دی گیانگوی نفح الطیب (دو جلد)
اصل میں یہ کتاب بطور یادگار رکھے ہے اور افریقیہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ پہلا ترجمہ جو میڈرڈ کے ایک پروفیسر نے کیا تھا وہ کچھ ٹھیک نہیں ہے المکاری مصنف نہیں۔ بلکہ مولف ہے۔ مگر چونکہ وہ حوالجات دینے میں سخت محتاط ہے اور جہاں کہیں استفادہ کرتا ہے اس کو تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے اسکی تصنیف و تحقیق

کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس نے یہ کتاب مصر میں سولہویں صدی میں تحریر کی تھی۔

مبلطرن (ہینرج وان) لیپزگ سنہ ۱۸۶۳ع

ندی جہری ایم نارسعو سٹن وان افریقیہ (چہار جلد) کتاب نہایت محنت سے لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جا بجا تاریخی واقعات بھی تحریر ہیں۔ سواحل مراکو و مراکش کی ساحت کا تذکرہ کیا ہوا ہے۔ مراکش کو مصنف دمشق و مغرب کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ بعض مقامات میں مصنف نے ذاتی مشاہدات بھی درج کئے ہیں۔ مگر ان پر اعتبار کرنے میں کافی احتیاط درکار ہے۔

مارسنٹ ڈاکٹر اے پیرس سنہ ۱۸۸۵ع

لی مراک

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مصنف نے اپنی طرف سے کچھ بھی ترمیم نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ایک ملک کی زبان سے محض ناواقف نہ تھا۔

مارمول کیبراجل (لیوس گرینیڈا) سنہ ۱۵۷۳ع

دسکرپشن جنرل دی افریقیہ (سہ جلد) (بیان افریقیہ)

یہ کتاب گویا مراکو کے واقعات کا ایک ذخیرہ ہے اور تین سو سال تک اس سے استفادہ ہوتا رہا ہے اور مورخین نے بھی اس کتاب سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ مارمول گرینیڈ کا باشندہ تھا۔ قید ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ پڑا آٹھ سال تک افریقیہ میں رہا۔ کتاب سوم چہارم مراکو کے متعلق ہے۔

المراکشی (عبدالوحید) مراکش سنہ ۱۲۲۴ع لیدن سنہ ۱۸۴۷ع و سنہ ۱۸۸۱ع الجزائر سنہ ۱۹۱۳-۱۹۲۳ع

المعجب فی تلخیص اخبار المغرب۔ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ای۔ فیگین کیا ہے۔

المراکش نے صرف عہد موحدین تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ اسے سابقہ تاریخیں ہاتھ نہیں لگیں اس امر واقعہ سے اس کتاب کی قیمت اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے کہ اس میں ایسے ایسے واقعات بغیر اسرار کے جمع کئے گئے ہیں۔

مارٹی میری اودی کٹی (ایچ۔ دی۔ ال) لندن سنہ ۱۸۹۹ع

جنرنیران دا کنگدم آف خیرانیڈ ٹو دی کسٹ آف مولائی حسن (مملکت فاس کا سفر و دربار مولائے حسن کی سیر)

اگرچہ کتاب میں بڑے بڑے اہم اور کارآمد واقعات مندرج کئے گئے ہیں اور اگرچہ نقشہ جات جو اس میں متعلق رشتہ کئے ہوئے ہیں مفید ہیں

مگر کتاب فی الحقیقت نامکمل ہے اور نہیں معلوم ایسے قابل مصنف نے کیوں اس کتاب کو نامکمل رکھا۔ مصنف مذکور سے بہت سی باتیں درج ہونگی بعید تھی جو درج نہیں ہوئیں ترجمہ بالکل بھدا ہے۔ کاشکے مصنف از سر کتاب تصنیف کرے۔

میس لیٹری۔ لی۔ بکٹی ایل دی ایپرس ۱۸۶۶ء ۱۸۶۷ء

۱۔ ترٹیز دی پیکس دے دی کرس آدا کو شنس واسٹوریز وغیرہ (وحصہ۔ وضیمہ)

اس کتاب سے تاریخ مراکو کی بنست کم ہی کوئی کتاب زیادہ مفید ہوگی۔ دیباچہ میں جو خلاصہ خط وکتابت وعہد ناموں جات درج کیا ہے۔ وہ بہت مفید ہے اور وہ علیحدہ بھی شائع ہوا ہے۔

پیرس ۱۸۸۶ء

ریلیشن اے کرس دی افریقہ۔

یہ ایک عمدہ تاریخی کتاب ہے اور ان نسخہ جات میں سے ہے جو اطمینان بخش طور پر مراکو کے حالات کے جامع ہیں اور باقی بربری باشندوں کا بھی تذکرہ مندرج ہے۔

مارولے ابیدی۔ دی ا مسٹر دم ۱۷۷۵ء

ریلیشن دی ایل افیر دی لاریکے۔

مصنف کا نام کتاب میں نہیں دیا گیا ہے مصنف غیر معلوم الاسم ہے ۱۷۶۵ء میں اہل فرانس کو جو ناکامیابی لاریکے میں ہوئی اسپر بحث کی ہوئی ہے نیز مصنف نے اپنی دو سالہ قید کے حالات لکھے ہیں جب کہ فرانسیسی قیدوں کا جمعدار مقرر کیا گیا تھا۔ مصنف مراکو اور وہاں کے باشندگان کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔

میبوا ڈبلیو۔ الیس ا مسلا۔

دیکھو فکشن صفحہ

دیکھو ضمیمہ صفحہ

ہندو کا رہیر وینمو ا لس بو ۱۶۰۷ء

جرنیدا دی افریقہ

جس میں مصنف بھی موجود تھا نیز ان قیدیوں کے حالات قلمبند کئے ہیں جو مسلمانان مراکو کے ہاتھ پڑے اور ان کے زر فدیہ کے بارہ میں قلم فرسائی کی ہے۔ یہ کتاب بھی جہاں تک تاریخ مراکو کا تعلق ہے معتبر متصور ہونی چاہیے۔

مینیزا فرینڈودی پسوا اکسیڈ ٹل ۱۷۳۲ء	سسٹوری دی تنجیر طنجہ کے حالات کی جبکہ وہ زیر قبضہ پرتگیز تھا ایک عمدہ تاریخ ہے۔ (سنہ ۱۶۶۲ء) اس کے زمانہ سلف کی بھی مختصر سی تاریخ لکھا ہے۔ آخری پرتگیز گورنر نے

یہہ تاریخ جمع کی تھی۔ اس میں اس کے سوا کچھ درج نہیں ہے کہ طنجہ کس طرح فتح ہوا اور کون کون گورنر مقرر ہوا گورنروں کی فہرست دی ہے اور ان کی لڑائیوں کا حال جو اہل مراکو سے ہوئیں درج کیا ہے۔

مرسیر ا آرنسٹ پیرس سنہ ۸۸-۱۸۹۱ء	سسٹری دی افریقہ ...... تین جلد۔ اس کتاب کے جو باب زمانہ سلف کی تاریخ کے متعلق ہیں وہ نہایت اعلےٰ ہیں۔ لعبدیں ابن خلدون - روضتہ القرطاس - دالزیانی سے

رستنباط کیا ہے گویا یہ کتاب ایک مکمل وبا قاعدہ عمدہ تاریخ ملک بربر ہے اگرچہ مراکو کی نسبت کوئی نئی بات اس میں درج نہیں ہے۔

کنسٹینٹن و پیرس سنہ ۱۸۷۴ء	قدیم سسٹری دی اسٹابلشمنٹ دی عرب ابن خلدون و دیگر مصنفین کے منتشر واقعات کو جمع کیا ہوا ہی اس میں زیادہ تر اولی عربوں کے لغت مقام کا ذکر ہے جو گیارہویں

صدی میں واقع ہوا ہے بہر صورت کتاب بہت فایدہ بخش ہے۔

میری و کولمب فرانسکو میڈرڈ سنہ ۱۸۶۴ء	جی الیا جاو الکسٹرا آدنیریا ماروکوس سنہ ۱۸۶۳ء اس میں کوئی نئی بات مندرج نہیں ہے صرف سفارت کی رپورٹوں کا ذکر ہے۔
فونٹ بارو (جی) لندن سنہ ۱۸۹۴ء	المینگ دی موزر سکچر آف اور سنٹیل لائف اہالی مراکو کے درمیان قیام فاس کے سفر کا دلچسپ طریقہ میں تذکرہ کیا ہے اگرچہ حسب

معمول کوئی بات نہیں لکھی۔ اکثر تصاویر کتاب میں دکھائی گئی ہیں کتاب کے اکثر مقامات میں برا بر مذاق پھی ہے۔

موٹ لی سیور (جی) پیرس سنہ ۱۸۸۳ء	کسٹوری دی کنگوسٹ دی مولا آ سی مولاا سمعیل یہہ کتاب دلچسپ اور اسکا مصنف

ایک قیدی ہے جو کچھ تعلیم یافتہ بھی تھا۔ جو کچھ واقعات اس شخص نے حوالہ قلم کئے ہیں وہ اس وجہ سے زیادہ قابل اعتبار ہیں کہ وہ ایک باشندہ مراکو کی زبانی سنے گئے ہیں۔ جو اتفاق سے مصنف کے ساتھ قید تھا۔ اور اچھا عالم تھا۔

پیرس ۱۷۰۳ء	ریلیشن دی لاکیپ ٹیوٹی دو سیور موٹ وہنس لیس۔ رالوجی دی نیرا ئے ٹی مراک۔

مصنف نے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے ذاتی تجارت تحریر کئے ہیں اور ایسے کارناموں سے کئی باب پر کئے ہیں۔ قیدیان یورپ کے حالات کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ کیونکہ مصنف نے گیارہ سال تک قیدیوں کا ساتھ دیا تھا۔ کتاب میں کچھ زیادہ تاریخی واقعات مندرج نہیں ہیں۔

ادسگے پادری سائمن لندن ۱۷۱۳ء	این کونٹ آف سوتھہ وسٹ بربری (بیان جنوب مغربی بربر)

کتاب کا نام ایڈ طرح کے نام پر ہے جو کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا اور مصنف کا نام جو مراکو میں مقید تھا نا معلوم ہی رہا ہے ملک و باشندگان ملک کا حال بالعموم صحت کے ساتھ لکھا ہے اور قیدیوں کی تکالیف کا حال بہت موثر زبان میں تحریر کیا ہے۔

اولیو وی (ملینوبل) بارسلونا ۱۸۹۳ء	مراکو جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کتاب دلچسپ ہونیکی امید کم ہے اسکا مدعا در اصل یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی طرح ہسپانیہ کی مداخلت

کا جواز ثابت کیا جائے۔

سنٹ لولن رپائیلو دی پیرس ۱۷۹۵ء	ریلیشن دی ایمپائر دی مراک (تعلقات سلطنت مراکو) طبع ثانی لیوس شانزدہم کا خاص حکم تھا کہ مراکو و خاص سلطنتوں کے طرز معاشرت حکومت، مذہب وغیرہ کا صحیح صحیح حال ارقام کیا جائے بنابرین

اس کے سفیر نے حالات درج کئے اسوقت کے سفیر و زمانہ حال کے سفیر کے استقبال کا مقابلہ کیا ہے۔

اولوڈ اکٹر فلیپ) میڈرڈ ۱۸۸۱ء	لاموجر مراکوئی	

یہ کتاب اطمینان بخش ہے۔ مصنف طنجہ میں سفارت کے ساتھ ڈاکٹر تھا۔ اور اسنے اس کتاب کو بڑی محنت سے لکھا ہے۔ مصنف نے مراکوئی عورت کے حالات ارقام کئے ہیں خواہ وہ مور ہو بربری ہو یا یہودی ہو اور القرآن کے قوانین متعلق مستورات کو مختصر طور پر تحریر کیا ہے۔ تصاویر کتاب کی قدر کو کچھ کم کرتی ہیں۔ فرضی معلوم ہوتی ہیں۔

پیڈک جورہ — میڈرڈ سنہ ۱۸۱۸ع

شپ ریک آف دی شپ اسک آف دی آسویگو

ساحل سوس پر جو تکالیف امریکوی ملاحوں کو پیش آئیں انکا بیان ایک نہایت عمدہ طریق پر ادا کیا ہے۔ رسم و رواج باشندگان پر خوب بحث کی ہوئی ہے۔

پیٹن چارلس اے — لندن سنہ ۱۸۷۹ع

(اسمانسروم اے رولنگ سٹون اگرد گاں برگیند)

اس کتاب میں دیگر کتاب سے اقتباس کیا ہے مراکو و دیگر مقامات کی زندگی کی تصویر کھینچی ہے طرز تحریر خوش آیند ہے۔

پیلو جارج

دیکھو نکلسن صفحہ

پیلو ٹامسن — لندن سنہ ۱۷۳۶ع

(کیپ ٹونی واید ونچر رانی لو تھہ بربری۔ احبنوبی بربر میں قید و سرگذشت)

ایک انگریز فالمرتھ کے رہنے والے کا جو چھوٹی عمر میں بحری قزاقوں میں قید کیا گیا (۱۷۱۵ء) حال نہایت دلچسپ پیرایہ لکھا ہوا ہے۔

کرنیل جیمس نے بھی اس کتاب ۔۔۔ کا تذکرہ کیا ہے۔ برتھوست کا بیان ہے کہ پیلو مکناس میں سفیر رسل کے پاس گیا اور اپنے تجارب اس کے سامنے ظاہر کئے۔ اس کتاب کی عبارت میں صرف و نحو کی غلطیاں بہت ہیں۔

لندن سنہ ۱۸۹۰ع

یہ ایک جدید نسخہ ہے جسپر ڈاکٹر رابرٹ براؤن نے شرح لکھی تھی۔ مراکوئی زندگی کا حال خوب ترتیم کیا ہے۔ مصنف تیئس سال تک مراکو میں رہا ہے اور چند سال تک سلطانی فوج میں افسر بھی رہا ہے۔ اس کتاب سے اندازہ پایا جاتا ہے کہ مراکو میں طریق عمل میں کسقدر کم تغیر واقع ہوا ہے۔

پیش الڈوگ لیمپرگ

مراکو

ایک مسافر کے خطوط جو ہمراہ سفارت جرمنی فاس

میں گیا۔ دوبارہ طبع کرائے گئے ہیں معمولی کتاب ہے۔

پرڈی کیرس اوون / لندن سنہ ۱۸۸۷ء
امریکن کلچر اینڈ پروڈکشن آف سبجکٹ ان مراکو دعاوی و امریکہ و حقائق مثلاً (ملتے) اس میں صرف مصنف اور سابق قونصل کا باہمی تنازعہ درج ہے یہ کتاب کوئی تاریخی نسخہ کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔

پیریز دل لورڈ فیلپ / لندن سنہ ۱۸۸۷ء
اسپانہ ان ایل لورسے دی افریقہ
اگرچہ بلحاظ صحت واقعات تو اس کتاب کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی مگر تالیف میں احتیاط اور محنت نظر آتی ہے۔

پیریڑا الیلیا / لندن سنہ ۱۸۷۳ء
اے ونٹران مراکو (مراکو میں موسم سرما)
مصنف نے اس کتاب میں غائر نظر سے کام نہیں لیا صرف طنجہ کی حالت موجودہ اور اس کی سابقہ حالت کا مقابلہ کیا ہے۔

پینیری (رفیل) / میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء
ہسپانیہ کے قلاع واقع مراکو کے حالات مرقوم ہیں مصنف جنگی دفتر (وار آفس) کا ایک ملازم ہے کتاب میں نقشہ جات و تصاویر اکثر درج ہیں۔

فلپس (تھامس) / لندن سنہ ۱۶۸۵ء
(تھامس فلپس کی قید)
یہ ایک دلچسپ مختصر سی کتاب ہے ایک بحری کپتان نے جو مکناس میں قید رہا ہے اپنی ذاتی تجارب تحریر کئے ہیں اس سے بحری قزاقوں کے حالات روشن ہوتے ہیں۔ پی لیس کے نام جس نے مصنف کو شاہ چارلس کے پیش کیا تھا معنون ہے۔

پیکارڈ و ایڈمنڈ / برسلز سنہ ۱۸۹۳ء
المغرب الاقصیٰ۔
اس کتاب میں صرف ڈینل سفیر بلجم (سنہ ۱۸۸۸ء) کے سفر کے حالات لکھے ہیں اور اچھے لکھے ہیں۔ مصنف کا مذاق فرانسیسی ہے جس کی کتاب میں ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

پلنڈنی۔
دیکھو تتمہ صفحہ

پالی تھیس
دیکھو تتمہ صفحہ

پورشر (اجین)

پریڈ وار جوسی۔ مارکویز دی (م) میدرڈو سنہ ۱۸۵۹ء

دیکھو فکشن صفو

حالات افریقیہ تاریخ سیتہ۔

یکینز کی کتاب جو اس نے طنجہ پر لکھی ہے اور کتاب ہذا تقریباً ایک ہی جیسی ہیں۔ بہت مختصر ہے ضروری واقعات نہیں قلم انداز کئے گئے ہیں۔

نیپولمی۔

دی ایورنوپ فرنچ مرانسسکو دی جوتہ سین ان سنہ ۱۸۷۱ء

ملاحظہ ہو تمتہ صفو

مشن سیطوریل دی مراکو

سفارت فرانسسکو کی تاریخ ہے جو بہت مفید ہے اور سابقہ تاریخ عیسائیت پر بھی مختصر بطور یادداشت تحریر کیا گیا ہے۔ سترہویں صدی کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ اس صدی کے اخیر میں مصنف بکتاس میں فرایری (دعا نفاہم) کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ کتاب اپنی قسم میں بہت نفیس ہے۔

رائج ایڈورڈ لندن سنہ ۱۸۷۶ء

دی کنٹری آف دی مورز (ملک موراں)

نام غلط رکھا گیا ہے۔ مضمون کتاب یہ ہے کہ طرابلس واقعہ بربر سے قیروان تک سفر اہالی مراکو کا ذکر تک بھی نہیں۔

روضتہ القرطاس۔ ابوالحسن ابن ابی زرع الفاسی یا صالح بن عبدالحلیم الغرناطی

الانیس المطرب۔ روضتہ القرطاس فی اخبار ملوک المغرب وتاریخ مدینتہ الفاس۔

اس کتاب کی تصنیف دو مصنفوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے جن کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ابن ابی زرع کو نقاد کتاب ہذا نے ترجیح دی ہے۔ روضتہ القرطاس کے وجہ تسمیہ میں بھی شبہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ فاس کے متصل زری بن عطیہ نے ایک باغ لگایا تھا جس سے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ روضتہ القرطاس میں سلطنت مراکو کا ذکر اس کے شروع سے لیکر چودھویں صدی تک درج ہے اور اسمیں واقعات اہم اور قدرتی نظارات کے دلچسپ خلاصہ جات مندرج ہیں۔ جو واقعات کتاب ہذا میں مرقوم ہیں وہ محتاج تصدیق نہیں۔

ریلینس ...... دی لامرسی دیکھو نالسک۔

رینو (اسیطین) پیرس سنہ ۱۸۴۶ع — سلطنت مراکو کا جغرافیہ۔
یہ کتاب اہل فرانس نے چھپوائی تھی۔ مصنف کو ذاتی واقفیت ملک کی نسبت نہیں ہے۔ نہ ہی اسکو باشندگان ملک سے دریافت کرنے کا کافی موقع ملا ہے۔ اس میں ایک نقشہ بھی دیا ہوا ہے۔ جو کہ کسی قدر مفید ہے اور مقامات کے طول بلاد و عرض بلد درج کئے ہیں۔

اپارس (جی) میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ع — مراکوس۔ السریف۔ ملیلا۔
یہ کتاب محض ایک پولٹیکل رسالہ ہے جسمیں گورنمنٹ ہسپانیہ کو تحریک کی گئی ہے کہ جو علاقہ اس کے مراکو کی مقبوضات کے گرداگرد ہے اُسے طلب کرے۔

لے الجزز انیڈ پیرس سنہ ۱۸۴۴ع — بحری سفر مراکو۔
ایک ساحل کے رہنے والے نے دلچسپ طرز میں یہ کتاب لکھی ہے۔ جس میں انگریزوں سے نفرت دلانے کی کوشش کی ہے۔

رچرڈسن (جیمس) لندن سنہ ۱۸۶۰ع — ٹریولز اِن مراکو۔ یعنی سیاحت مراکو (دو جلد)
اس کتاب کا نام غلطی دہ ہے۔ مگر یہ نام رکھنے میں مصنف پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ کتاب اسکی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے۔ کپتان کیو نے کتاب کے شروع میں جو دیباچہ لکھا ہے۔ اس سے کتاب کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی ہے۔ حالات کی نسبت مفید اطلاع کلاٹران سے لی گئی ہے۔ کتاب کی عبارت غیر موزوں اور ناگوار ہے۔

رلی (جیمس) لندن سنہ ۱۸۱۷ع — جہاز امریکہ (اکمرس) کی گمشدگی۔
کیپ بارسوا کے متصل جہاز ساحل پر پھینکا گیا۔ عربوں نے کپتان رلی اور اُس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ اور موگادور میں لے آئے اگرچہ مصنف ایک دقیقہ رس اور فایر نظر سے واقعات لکھنے والا ہے۔ مگر اکثر بہت بے پرواہی سے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

ریبڈا۔ ملاحظہ ہو فکشن۔

رونلفس (جیرہرڈ) بریمن سنہ ۱۸۶۸ع لنڈن سنہ ۱۸۷۴ع — ریزن ڈُرچ مراکو۔

سرگذشت مراکو۔ (ونڈ وڈوریٹ نے جرمن سے ترجمہ کیا۔) کتاب پڑھنے کے قابل ہے خاصکر جہاں تک اس کا ادنےٰ طبقات سے تعلق ہے۔ ڈاکٹر رولفس نے تن تنہا مراکو میں پیادہ بہت لمبا سفر کیا۔ مسلمانوں کا لباس پہن لیا تہا۔ نہ اس کے پاس زاد راہ تہا اور نہ وہ زبان جانتا تھا۔ وہ ملک کے ان حصص میں گیا ہے۔ جہاں عیسائیوں کا جانا ناممکن ہے۔ جو اغلاط اس سے ظہور میں آئے ہیں۔ ان سے کتاب کی وقعت میں بہت فرق آگیا ہے۔

مراکو کی علم ادب پر ڈاکٹر مذکور نے جو کتابیں بعد میں لکھی ہیں وہ کچھ قابل قدر نہیں ہیں اور ان میں صرف دوسرے اشخاص کی تجارب سے استفادہ کیا ہے۔

روچن لے الکسس پیرس سنہ ۱۷۹۱ع	بحری سفر بدغا سکنہ مصنف نے ایک فرانسیسی جہاز میں بطور ایک بحری منجم کے سفر کیا تہا۔ جبیر ڈاکٹر برگنان و جنیرط ۱۷۶۶ع میں آصیفہ کو گئے تھے۔ مصنف نے مراکو کی تعریف کی ہے۔
رسل (ریورنڈ) مچل اڈن برا سنہ ۱۸۳۵ع	ریاستہائے بربری کی موجودہ حالت و تاریخ۔ مراکو کا سرسری حال ارقام کیا ہے۔ زیادہ تر جیکسن علی بے۔ ولیمپیر بری کی تصنیفات سے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھا۔
صالح بن عبدالحلیم۔	ملاحظہ ہو روضتہ القرطاس
سلسلٹ۔	ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ
شلیگنٹ وسیٹ ریڈورٹ ولنبرگ سنہ ۱۸۶۳ع	جنگ ہسپانیہ و مراکو سنہ ۱۸۵۹و۶۰ع ایک افسر ساکن لوبریا۔ اس کتاب کا مصنف ہے۔ اس جنگ کی اطلاع بڑی صحت کے ساتھ دی ہے۔ اپنی قسم میں نہایت اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے۔ مصنف اپنی کتاب جبیر اس کے اپنے ہاتھ کی یادداشت لکہی ہوئی۔ ڈاکٹر بردن کے مجموعہ میں ہے۔
ہنوفر ڈبن سنہ ۱۷۹۳ع	مراکو و فاس یہ ایک مختصر سی کتاب ہے۔ مگر واقعات کے لحاظ سے بہت مفید

ہے۔ اس میں ملک کے حالات بہت اچھی طرح بیان کئے گئے ہیں۔

سکاٹ (انگلینڈ) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

سکاٹ اکرنیل کے۔ ایس الیف۔ لنڈن ۱۸۴۲ء
سیاحت مراکو والجزائر۔
اس کتاب کا اصلی منشا یہ ہے کہ ان الزامات کی تردید کیجائے جو فرانسیسی اخبارات امیر عبد القادر پر تہوپ رہے تھے۔ اسکا مصنف ایک انگریز ہے جو امیر موصوف کے ہاں ملازم تہا۔ مراکو کے حالات اس میں درج نہیں ہیں۔ تاہم مصنف نے تازہ فاس تطاوین وغیرہ کے حالات درج کئے ہیں۔ اگرچہ نامکمل طور پر بیان کئے ہیں اور انکی صحت بہی مشتبہ ہے۔

سائیلیکس ملاحظہ ہو تتمہ۔ صفحہ

سیگرا ڈن برک ۱۸۹۷ء
حیات مولائی سلیمان Z (مترجمہ رابرٹ سیرن)
فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ فرنیکولیس المعروف سعدی ادریس مصنف دراصل جرمن کا باشندہ تہا۔ درمیان میں مسلمان ہوگیا۔ لیکن بعد میں کینیڈز میں جاکر پہر عیسائی ہوگیا۔ دربار مراکو میں وہ ہسپانیہ کیطرف سے غالباً جاسوس تہا۔ مسٹر سیرن کا خلاصہ تاریخ مراکو بہی مفید اور قابل قدر ہے۔

سیران دی لارلور جنوی ۱۸۷۹ء
تذکرہ مولائی محمد ولد مولائے اسمٰعیل۔
مولائے اسمٰعیل کے ہونہار خلف رشید کا تذکرہ ہے مختلف کتب سے تالیف کیا ہے اور شیر منیلا کی کتاب کا بہی حوالہ دیا ہے مصنف کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح گورنمنٹ مراکو کے ظلم و تعدی کی شکایت رفع ہوجائے اور بہیں غرض اس نے سارے نقائص ظاہر کئے ہیں۔

دی سسٹری (جولین لے) بارسلونا ۱۸۹۲ء
یورٹو ود مراکو
دراصل سر جوسی۔ تہامسن کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ تصاویر جو اس میں درج کی ہیں۔ غلط معلوم ہوتی ہیں۔ بہرکیف کتاب قابل خواند ضرور ہے۔

سٹل (الکناہ) ملاحظہ ہو صفحہ

شا اکسفورڈ ۱۸۳۸ء
بربری اور لیوانٹ کی سیاحت یا مشاہدہ۔ اس کتاب

ہیں صرف الجزائر و ٹیونس کا ہی ذکر ہے مراکو کی نسبت کچھ بھی نہیں لکھا۔

شیلے - ملاحظہ ہو فکشن صفحہ -

حملے از کیپٹن اے - ڈبلیو لنڈن ۱۸۵۷ء یہ ایک معمولی رسالہ ہے۔ اس میں مفید واقعات مندرج نہیں ہیں۔

سٹربیو - ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ -

سٹٹفیلڈ (ایف۔ اے ایم) لنڈن ۱۸۸۶ء المغرب بارہ سو میل مراکو کے درمیان سے۔ کتاب میں نہایت دلچسپ قصص و حکایات بیان کی گئی ہیں۔ اور خوش طبعی کا اظہار اکثر مقامات میں کیا گیا ہے۔

مصنف کو اس ملک کی بد آئینی سے خاص دلچسپی تھی۔ اور وہ چاہتا تھا کہ جو ظلم و تعدی عیسائیوں وغیرہ کے ہاتھ سے رعایائے مراکو پر ہو رہی ہے کسی طرح اسکا انسداد ہو اس کی رائے نیک تھی۔ مگر الجزائر کے حالات سے اس کو زیادہ واقفیت ہونی چاہیئے تھی۔ (نیز ملاحظہ فکشن صفحہ)

تفیلتا لنڈن ۱۶۶۹ء تفیلات ([illegible]) کے بعض حصص کا مختصر و عجیب بیان ہے۔ مصنف مراکو میں سرکاری ملازم تھا۔ اور جو واقعات کتاب میں درج ہیں سب سماعی ہیں۔ کتاب ہر سہ زبان یعنے فرانسیسی۔ ولندیزی اور جرمنی میں شایع ہو چکی ہے

طنجہ لنڈن ۱۶۶۴ء طنجہ کا بیان۔ (اس کا کچھ حصہ ہسپانیوی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں مصنف کا نام نہیں دیا گیا)

یہ پرانی طرز کی کتاب ہے اور بالکل خوبی سے معرا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ مراکو میں ایسے انسان ہیں جن کی آنکھیں اور منہ سینے میں ہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں کو بھی بحری قزاقی اختیار کرنی چاہیئے۔ جو ایک جایز طریق وجہ معاش ہے۔

تھامس مارگرٹ لنڈن ۱۸۹۲ء طنجہ اور ہسپانیہ کے درمیان سے ایک دوڑ۔ مصنفہ اسٹریلیا کی رہنے والی ہے۔ لکھتی ہیں کہ یہ امر کافی مشہور ہے کہ طنجہ جہاز سے اترنے کے واسطے غیر مناسب مقام ہے

اور اس کے سفر کے تاریخ سے یہ شہرت زیادہ ہو جائے گی۔

تھامسے رمینٹ
پیریس سنہ ۱۸۴۵ء

لی مراک اے سمس کارا و بنیر

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے یہ کتاب بڑی مفید ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف میں بہت محنت کی گئی ہے۔ تہامسے کتاب میں فرانسیسی خیال تحریر ہے۔ اسواسطے اس نے جو کچھ دوسری اقوام کی نسبت لکھا ہے اسکو نظر انداز نہ کر کے یہ کتاب واقعی تعریف کی مستحق ہے۔

تھامسن (جوزف)
لنڈن سنہ ۱۸۸۹ء

سیاحت اٹلس و مغربی مراکو۔

اس کتاب کا مصنف ایک مشہور شخص ہے۔ گو اٹلس کے دشوار گذار حصوں کے حالات لکھے ہیں۔ اس تصنیف میں اسوجہ سے ایک نقص رہ گیا کہ مصنف زبان ملک و اطوار باشندگان سے محض نابلد ہے اور اسوقت کی وجہ سے وہ ملک کے اکثر حصص کی نسبت دریافت کرنے سے قاصر رہا ہے۔ باوجود اسکے جغرافیہ ملک و اصلیت باشندگان کے متعلق مفید حالات درج کئے ہیں۔ نقشہ جنوب مغربی مراکو بہت عمدہ ہے۔ مگر اس کا بہت سا حصہ قیاسی ہے۔ تہامسن نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

لسٹ چارلس
پیریس سنہ ۱۸۷۰ء

تحقیقات متعلق جغرافیہ مراکو۔

یہ کتاب بڑی قیمتی اور معتبر ہے۔ اس کتاب سے جو قیاسی علم جغرافیہ بعض مقامات کی نسبت تہا وہ منسوخ ہو گیا ہے نقشہ اور فہرست مقامات کے متعلق منسلک کی ہے۔ بڑی کام کی چیزیں ہیں۔ اس مصنف کی اور بہی تین تصنیفات ہیں، جنہوں نے اسکی شہرت کو قایم رکہا ہے۔

ٹارس (دیگو دی)
سیولا سنہ ۱۵۸۶ء

سلطنت مراکو کی اعلےٰ قسم کی تاریخ ہے۔ سنہ ۱۵۰۲ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۵۷۰ء پر ختم ہوتی ہے مصنف ہسپانیہ کا رہنے والا تھا۔ اہل مراکو کا حال بالکل بے تعصبانہ لکہا ہے۔

ٹراٹر کیپٹن فلپ
دی اڈنبرا سنہ ۱۸۸۱ء

ہماری سفارت اور اہل مراکو۔ (اور مشن ٹو دی کورٹ آف مراکو۔)

باوجود اغلاط کے عام کتب سے یہ کتاب بہت اچھی

ہے۔ مصنف نے صرف وہی امور قلمبند کئے ہیں جو اس کے اپنے مشاہدہ میں آئے ہیں اس کا بہترین حصہ وہ ہے۔ جو فاس کے متعلق ہے۔

طروٹن تہامس
لندن سنہ ۱۷۵۱ء

ظلم بربری

عیسائی غلاموں کی نہایت دلچسپ تصویر کھینچی ہے۔ خلیج طنجہ میں جہاز ٹوٹ گیا تھا۔ اسّی آدمی گرفتار کرلئے بارہ ہزار پونڈ کی ضمانت میں جو بابت سابقہ زر فدیہ واجب الادا بیان کیا جاتا تھا مقید رکھے گئے۔ واقعات ملینہ قابل اعتبار نہیں۔

العفرانی محمد سنہ ۱۶۷۱ء
پیرس سنہ ۱۸۸۹ء

تاریخ خاندان سعدی مراکو سنہ ۱۵۲۳ء لغایت سنہ ۱۶۶۳ء ترجمہ نزہتہ الحادی۔ مصنف ہوداس۔ تمام کتاب دلچسپ واقعات سے لبریز ہے اور اس امر سے اسکی وقعت زیادہ ہوگئی ہے

ارکہارٹ (دیوڈ)
لندن سنہ ۱۸۵۰ء

اہرام ہرقل (پلرز آف ہرکلیز) دو جلد

کتاب بہت دل پسند اور مفید ہے۔ اگرچہ مصنف کا ذاتی علم محدود تھا۔ پھر بھی مراکو کی نسبت اس نے بہت کچھ دریافت کیا ہے۔

ارسٹازو۔ فرانسسکو
(وی۔ اے ڈی) میڈرڈ سنہ ۱۸۷۰ء

دیا جبس پور مراکو

اس کتاب میں جو مختصر ہے مراکو و باشندگان کے حالات بہت صحت کے ساتھ ارقام کئے ہیں مصنف اسی ملک میں پیدا ہوا اور طالب عبدالقادر بن الجلالی کے نام سے ملک میں سیاحت کرتا رہا۔

فلاویو روٹیا و نسلاس
آر ڈی میڈرڈ سنہ ۱۸۸۷ء

یہ کتاب دراصل ایک سفر کی ڈائری ہے اور ان چند اوراق میں اس نے جو کچھ لکھدیا ہے وہ دوسروں نے ضخیم جلدوں میں بھی نہیں لکھا۔ البتہ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔

والیس مسٹر ہاورڈ
لندن سنہ ۱۸۹۲ء

طنجہ میں ایک موسم سرما اور ہسپانیہ میں گذرتا

مصنف نے اپنے حلقہ کے دوستوں کی دلچسپی کتاب کے متعلق دیکھی ہوگی۔ فی الحقیقت کتاب ایک قسم کی روزنامچہ کی ڈائری ہے

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے احباب نے اسکی تعریف کی ہوگی جس کی وجہ سے یہ عوام میں پیش کی گئی۔ ورنہ معاملہ برعکس ہوتا۔

واٹسن آر سپنس لندن ۱۸۸۰ء

سیر وزان (اے ذرت ٹو وزان) ڈاکٹر واٹسن کے رہنما نے ہر مقام پر یہ ظاہر کیا کہ ڈاکٹر مذکور شریف وزان کا سالا ہے۔ اسو جہ سے جہاں کہیں وہ گیا اسکی بڑی عزت ہوئی۔ اور اس نے بھی مراکو کی مہمانداری اور تواضع کی بڑی تعریف کی ہے چونکہ وہ بے تعصب شخص تھا۔ اس لئے اہالی مراکو کے اخلاق کی بہت تعریف کی ہے اور اسکو زیادہ عرصہ ان کے درمیان رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اسلئے ان کے نقائص اسے معلوم نہیں ہو سکے بنابریں اس کے مشاہدات دلچسپ اور قیمتی ہیں۔ اور اسکی کتاب قابل اطمینان ہے

وائیٹ لائیڈ ورتھ) ملاحظہ ہو فکشن

ونڈس (جوہن) لندن ۱۷۲۵ء

سفیر لکھتا ہے بر موقعہ سفارت سٹوارٹ ۱۷۲۱ء یہ کتاب بھی ان مقبول کتب میں سے ہے جن کے بہت ترجمے ہوئے ہیں اور بڑی اشاعت ہوئی ہے۔ ونڈس کی شہادت قابل اعتبار متصور ہونی چاہئے کیونکہ وہ ایک بلا واسطہ گواہ ہے اس کتاب میں محل مکناس کا ایک نقشہ ہے جو مشہور گولیش دلندیز نے تیار کیا تھا اور ایک جلسہ میں مولائی اسمٰعیل وغیرہ کی تصویر کھینچ کر دکھائی ہے۔

وائیٹ ۔ ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

الزیانی (ابو القاسم احمد) طلس ۱۸۱۳ء ۔ پیرس ۱۸۸۶ء

الترجمان المعرب عن دول المشرق والمغرب پروفیسر اوہوڈس نے پندرہویں باب کا ترجمہ میں کیا۔ مصنف مراکو میں سرکاری ملازم تھا ملازمت سے علیحدہ ہو کر تاریخ لکھنی شروع کی۔ اس میں ترکوں اور مراکو کے حکمراں خاندانوں کے متعلق مفصل بحث کی ہے اور بطور تتمہ اپنی سیاحت کی حالات بھی دئے ہیں۔ صرف باب پانزدہم مراکو پر ہے۔ مصنف مولائے اسمٰعیل کا سکریٹری آف اسٹیٹ تھا۔ اور اس حیثیت میں جو اس کے ذاتی تجارب ہیں انسے کتاب کی وقعت وقدر بہت بڑھ گئی ہے۔ بلحاظ قدر بیان وغیرہ کوئی دوسری عربی تاریخ الزیانی سے لگا نہیں کھاتی اور

مضامین کو ایسی عمدگی سے سلسلہ وار بیان کیا ہے کہ حد تعریف سے باہر ہے۔

ملاحظہ ہو ار دفتۃ القرطاس

مقام مراکو بعالم فسانہ نگش

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ کئی ایک دور دست ممالک فسانہ نویسوں کے خیال کا مرجع رہے ہیں اور انکی نسبت مختلف قصص و حکایات حیز تحریر میں آئی ہیں تو ہمیں تعجب آتا ہے کہ مراکو نے اسمیں بہت کم حصہ لیا ہے قصے کہانیوں میں مراکو کا تذکرہ آیا ہے اور کنایتہً یا صراحتہً اس کے بحری قزاقوں کا ذکر ہے کیا گیا ہے مگر الششنائے ایک دو مصنفوں کے تمام اشخاص نے جسقدر فسانے وغیرہ تحریر کئے ہیں وہ ملک مراکو کی غلط تصویر کھینچتے ہیں اور آجتک کوئی بھی ایسی معتبر کتاب نہیں لکھی گئی جس سے مراکو و باشندگان کی حالت کا پورا پورا نقشہ اتر آئے۔

پیلی جارج لندن ۱۵۹۴ء ملک مراکو کیطرف سب سے اول اوّل قصہ نویسوں کی توجہ منعطف ہوئی ہے جنکی تصنیفات بذریعہ تماشا و کھیل عوام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد عام قصہ نویسوں کے خیال نے ادہر پلٹا کھایا چنانچہ تین سو سال گذرے ہیں کہ تین بادشاہوں کی مشہور لڑائی پر جس میں ڈان سباسٹین کام آیا ہے اسوقت کے اکثر مصنفین نے اپنے قلم کا زور دکھایا ہے سب سے مشہور کھیل جو اسوقت بنایا گیا وہ پیل کا کھیل ہے جو اسنے القصر کی لڑائی کی نسبت لکھا ہے اگرچہ اس کھیل کو شکسپیر اور بن جونسن نے بنظر حقارت دیکھا ہے کیونکہ اس میں یہ نقص ہے کہ اسمیں باشندگان مراکو کی حالت کما حقہ نہیں ظاہر کی گئی۔ انگلش مین شک لے کیطرف بہت دلچسپی دکھائی گئی ہے۔

وائٹ ایڈیورسن ۱۶۷۹ء ایک نظم ایڈورڈ وائٹ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے جس میں مختصر طور پر برٹش کی خونخوار لڑائی کا تذکرہ ہے۔

ڈائیٹن ایک صدی بعد ڈرائیڈن نے اپنی کتاب ڈان سباسٹین میں ان خوفناک واقعات سے استفادہ کیا ہے جو پیل کے کھیل میں مذکور ہیں۔ اس کھیل کی نسبت سنٹیس

بری نے یہہ اعتراض کیا ہے کہ حالات و اطوار ملک و وقت کا لحاظ بالکل نہیں رکھا گیا مگر اس سے بہی بہتر یہہ ہے کہ اہل اسلام کی نسبت جو کچہہ تحریر کیا ہے وہ کچہہ محض فضول ہی سے بہی زیادہ ہے۔

سٹل الکناہ لندن سنہ ۱۶۷۳ع

سٹل نے ایک کہیل نام شاہزادی مراکو لکہی ہے جیسر فا ائیڈن اور لقبٹ نے نہایت بیرحمی کے ساتہہ نکتہ چینی کی ہے۔ فی الحقیقت اس کتاب میں مراکو کے متعلق کچہہ بہی نہیں لکہا اور جو دربار مراکو اور وہاں کے عشق و تعشق کا ذکر کیا ہے وہ حالات مراکو سے بلکل مختلف ہے۔ سنہ ۱۶۷۵ع میں سٹل نے ایک اور کتاب لکہی ہے جس کا نام وارث مراکو ہے مگر اس میں زیادہ تر حالات الجزائر کے ہیں۔ اسی زمانہ کے قریب کیلڈرن نے جو ایک مشہور ڈراماٹسٹ (تمثیل نویس) ہسپانیہ کا رہنے والا تہا ایک کتاب لکہی جسمیں باشندگان ممالک یورپ کو اس ملک میں تشقہ غلامی لگانیکا ذکر ہے۔ نیز اس نے ایک پلے (تمثیل) ایک شاہزادہ مراکو فی الاصل کے عیسائی مذہب قبول کرنیکی نسبت لکہی ہے۔

کونہیک جیان جے ایل پیرس سنہ ۱۸۴۴ع

اس کتاب میں ایک خوبصورت یہودی عورت مسماۃ سول ہیکوہل کی شہادت کا ذکر ہے اسی عورت کے متعلق لیکے اناٹیو نے ایک ڈراما لکہا ہے اصل بات یہہ ہے کہ ان کتابوں میں واقعات درج نہیں ہیں بلکہ یوں ہی خیالی اور کیاسی باتیں درج ہیں نہیں معلوم کہ یہہ قصہ نویس یا فسانہ نویس اصحاب ایک ملک کے متعلق کیوں غلط بیانیاں کرتے ہیں اور وہ کیوں ایسے ممالک کے متعلق قلم نہیں اٹہاتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہیں۔

شیلے شعرامیں سے کم از کم شیلے ایک ایسا شخص ہے جسنے اپنی کتاب ٹرنزیم آف اٹمس میں مراکو کا ذکر کیا ہے لاکن سوائے نام کے اور کچہہ بہی تحریر نہیں ہے۔ یہ کتاب تیرہ کے قریب لکہی گئی ہے اور مسٹر شیلے نے زور سے لکہا ہے۔ کہ اس کتاب میں نسل کے واسطے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

ملٹن اس کی نظم میں صرف کسی مقام پر مراکو کا نام آیا ہے اس سے زیادہ کچہہ نہیں

لشو اس کتاب میں لشو کی تحریر سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ مصنف حالات مراکو سے محض ناواقف ہے۔

مارلو اوتھیلو کی طرح اس نے بھی تحریر کیا ہے۔ کہ شاہان مراکو و فاس کے چہرے جنہوں نے تیمور اعظم کے آگے گردن اطاعت خم کی تھی۔ پورے درجے کے سیاہ تھے اور برونگ نے بھی ایسا لکھا ہے۔

بل۔ ایک نظم میں جو حال ہی میں لکھی گئی ہے۔ مسٹر بیکمن بل نے ایک کتاب جس کے معنی اوربے لکبس۔ متصل منناگون ہیں۔ لکھی ہیں۔

ڈڈلیر چارلس رسل سنہ ۱۸۴۹ء مراکو کے متعلق فسانہ لکھنے والے اشخاص بہت کم ہیں ان اشخاص میں سے جنہوں نے سب سے پہلے اس بارہ میں قلم اٹھایا ہے ایک ڈڈلیر ہے۔ اس کی کتاب میں تطاوین میں اجنبیوں کے حالات زندگی مندرج ہیں۔

میبو ولیم۔ الیس لندن سنہ ۱۸۵۹ء دس سال بعد ڈاکٹر طمیلو نے جو امریکہ کا رہنے والا تھا۔ ایک کتاب لکھی ہے جسمیں اس نے معدقہ تاریخی واقعات درج کئے ہیں۔ اس کتاب سے اسقدر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ دیگر مصنفین کی نسبت مراکو کے حالات کے متعلق کچھ زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ بھی مراکو یا بربر کے باشندوں کی پوری پوری تصویر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

اس کے بعد جو قصہ مراکو کی نسبت لکھا گیا ہے جس کے معنف

لون الندن سنہ ۱۸۸۷ء کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اسکا لکھنے والا ایک باشندہ امریکہ تھا۔ محمد نبالی نے جو کتاب لکھی ہے وہ فسانہ کے نام کی مستحق نہیں ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو بلحاظ علم ادب محمد نبالی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

میں کالنس مٹلک لندن سنہ ۱۸۹۰ء شاید خراب ترین کتاب جو اس ملک کے متعلق لکھی گئی ہے وہ اس مصنف کی کتاب ہے۔ مصنف نے ایک سرسری مسافر طنجہ و تطاوین تک کیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ تین دیسی رئیس مصنفہ پر عاشق ہو گئے۔ اگر کوئی اس کتاب کا مطالعہ کرے تو مراکو کی نسبت اس کے

عجیب وغریب خیالات ہیں۔

ہیل کین جلد ولندن ۱۸۹۶ء ہیل کین کی کتاب قابل تعریف ہے اور بہت سی کتب میں جو الزام لگائے ہیں ایک طرح سے ان کا کفارہ کرتی ہے۔

مراکوی زندگی کے حالات بڑی احتیاط اور غایر نظر سے تحریر کئے گئے ہیں۔ چھوٹے طبقات سے لیکر اعلیٰ طبقات تک تشریح کی ہے البتہ جہاں کہیں مراکو یا اہل مراکو کے عیوب بیان کئے گئے ہیں وہاں تو غلو سے کام لیا ہے اور جہاں کہیں اس کی خوبیوں کا ذکر آیا ہے وہاں سے خوب گریز کیا ہے اور اکثر واقعات میں غلطی بھی کی ہے اور ایسے واقعات بھی حوالہ قلم کئے ہیں جنکا وقوع پذیر ہونا از قبیل محال ہے۔ بہر کیف کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔

سٹٹ فیلڈ بیف ایم لندن ۱۸۹۱ء جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ محض غلط ہیں نیز اس مہاتموں اور گردوں وغیرہ کا ذکر ہے البتہ ابتدائی فصل میں مصنف نے کچھ اپنی طرف سے ارقام کیا ہے زیادہ تر ذکر اس میں اس سفر کا ہے جو جیس بارہ سومیل کی راہ گھوڑے پر طے کی ہے۔

ڈاسن اے۔ جی) لندن ۱۸۹۸ء ڈاسن کی کتاب کا نام بسم اللہ ہے اس میں مصنف نے مراکوی زندگی کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے اس میں سخت تکلف کیا گیا ہے اور جو کچھ مذکور ہے وہ مراکو کے متعلق معلوم نہیں ہوتا۔ بہرصورت بسم اللہ قابل تعریف ہے۔

پورٹر اجین) لندن ۱۸۸۰ء مصنف نے ریپرٹا کی بہادریوں کی نسبت تحریر کیا ہے جس میں عجیب عجیب نظارات کا تذکرہ ہے۔ مدبر کا نام ابن حمید ظاہر کیا گیا ہے اور یہی بھیس میں وہ اہل ہسپانیہ سے لاریکا واپس لیتا ہے اور پھر تطاوین میں پہونچکر فوت

گریر کے اوٹ) لندن ۱۸۹۰ء ایک حکایت وائرس ٹیلیگرانی اور جنگ کی نسبت تحریر کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ایک دن کسی مرکوئی بندر پر کاٹا ہے اور وہاں سے چند مقامی ناموں کی نسبت واقفیت حاصل کی ہے

ہارڈنگ ڈیوس نیویارک ۱۸۹۳ء یہ کتاب دوسری کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں نا ممکن الوقوع حکایات مندرج ہیں۔ یہ مضامین ابتدا

میں امریکہ کے میگزینوں میں چھپتے رہے۔ فسانہ کی ایک اور قسم یہی ہے۔ یا یوں کہو کہ واقعات کو فسانہ کے ساتھ مخلوط کیا گیا ہے۔

پارٹو پاٹری کلونی سنہ ۱۷۰۰ء یہ ایک مختصر سی نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ مصنف کا نام چھپا ہوا ہے اس میں مولائے اسمعیل کی درخواست کی نسبت جواسنے لوئس چہاردہم کی لڑائی کے واسطے کی تھی حالات مندرج ہیں۔

کپتان رابئل جیونڈ لندن سنہ ۱۷۲۶ء اس کتاب میں کپتان رابرٹ بائیل کے بحری سفر و دیگر حالات درج ہیں لیکن اصلی شخص کتاب کے لکھنے والا ایک رابرٹ چونڈ ہے۔ ۱۷۳۰ میں اسکا زبان فرانسیسی ترجمہ ہوا۔ اگرچہ بعض قصوں میں ایسی رنگ آمیزی دکھلائی ہے کہ وہ اصلی معلوم ہوتے ہیں مگر زیادہ تر مبالغہ کیا گیا ہے البتہ رابنس کروسو کے متعلق جو کچھ انتقام کیا گیا ہے وہ امر واقعہ ہے مگر گورنیور کی ایسی صورت نہیں ہے۔

ریپرڈاس ممائیز یعنی تذکرہ ریپرڈا لندن سنہ ۱۷۴۰ء تذکرہ ڈیوک ریپرڈا سفیر ولندیزان بہ ہسپانیہ۔ بعد وزیر اعظم ہسپانیہ۔ ازاں بعد سپہ سالار افواج مراکو۔ ڈیوک کے حالات میں امورات عجیبہ مذکور ہیں جو فسانہ کے نام سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں۔ یہ شخص مختلف عہدوں پر ممتاز رہا ہے اور عجیب آدمی گذرا ہے۔

وائٹ جیمز لندن سنہ ۱۷۸۹ء جیمز وائٹ کے حالات زندگی اور دیگر سرگذشتہائے عجیب مرقوم ہیں۔ بقول گریبرگ مفید ترین کتاب نہی تتمہ میں مراکو کے متعلق نہایت مفید اطلاع دربارہ جغرافیہ و تاریخ دی گئی ہے۔

سکاٹ الیکزنڈر ادن برا سنہ ۱۸۲۱ء درزی کی بیوی تو الیکزنڈر سکاٹ نے کی ہے مگر ویسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ نامبردہ نے اپنے منرکی طرح ناگرتک پہونچنے کا دعوے کیا ہے۔ مگر اسکا سارا بیان معتبر نہیں۔ اس کتاب کا ماحصل چند فرضی تحریرات متعلق مراکو ہیں۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۹۱ء میں بمقام میدلرڈ ایک اور رسالہ شائع ہوا مگر وہ قابل تشریح نہیں۔

حصۂ سوم

مراکو کی اخباری دُنیا

کوئی ایک صدی منقضی ہوئی ہے کہ ایک مورخ نے یہ لکھا تھا کہ زمانہ سلف میں جس چیز کی کمی تھی وہ اخبار ہے۔ اور افریقہ کی جہالت حماقت اور غلامی کی زیادہ تر یہہ وجہ ہوئی کہ اسوقت وہاں اخبار کوئی نہ تھا۔ بربر میں چھاپہ کے نام سے لوگ ناواقف ہیں۔ سکائین کے اخبار کا ایک نامہ نگار تحریر کرتا ہے (۱۸۷۳ء) کہ اگر کوئی شخص ان کتابوں سے جو اسوقت چھپی ہیں مملکت مراکو کے حالات علم حاصل کرنا چاہئے تو اسکو معلوم ہوگا کہ یہ کتب جو تاریخ مراکو کے ماخذ قرار دے گئے ہیں کسقدر ناقص اور غیر مکمل ہیں چونکہ اخبار اور چھاپہ مراکو میں نہیں تھا اس لئے سولہا دقت تاریخی نشانات کو مٹاتا چلا گیا ہے اور جو ماخذ تاریخ مراکو کی نسبت دستیاب ہوسکتی ہیں وہ صرف ان سیاحوں کی تحریریں ہیں جو ملک میں گذرے اور ان کی تحریریں بھی کسی معتبر بنا پر بنی ہیں مگر موجودہ زمانہ میں مراکو کی حالت ویسی نہیں ہے اور بہت سنور گئی ہے۔ اسوقت وہاں چھاپہ خانہ بھی موجود ہے اور اخبارات کے ذرائع سے غیر ممالک والوں کو وہاں کے حالات معلوم ہورہے ہیں اور یہہ ظاہر ہورہا ہے کہ مراکو جس کو دست قدرت نے اسقدر سامان بہم پہونچائے ہیں وہ کیسے ردی حالت میں پڑا ہوا ہے سا اوّل ہی اوّل ۱۸۸۰ء میں مسٹر گرگوری۔ جی۔ ربرنیز نے ۱۸۸۰ء میں یہاں چھاپہ خانہ قایم کیا اور بتاریخ ۲۸ فروری ۱۸۸۳ء میں عمارت اخباری دُنیا کا بانی ہوا ہے۔ بتاریخ مذکورہ اس نے ایک اخبار بنام المغرب الاقصے نکالا ۱۹۰۵ء میں ٹائمز آف مراکو کے ساتھہ المغرب الاقصے کو ملا لیا گیا اور اُسوقت زبان انگریزی میں یہ اخبار جاری ہے۔

۱۸۶۰ء۔ ایک اخبار بزبان ہسپانیہ شایع ہوا تھا۔ اس اخبار کی اشاعت کا صرف یہ مدعا تھا کہ اس جنگ کے واقعات جو اسوقت ہورہی تھی قلمبند کئے جاویں۔ لیکن ایک سے زیادہ دفعہ اس کی اشاعت نہیں ہوئی۔ بعدازاں ۱۸۸۳ء میں ایک ماہواری اخبار

ستہ میں شایع ہوا۔ مگر اس کا حشر بھی دوسرے اخباروں کی طرح ہی ہوا۔ اور اسکی زندگی کچھ ان سے زیادہ نہ ہوئی۔

پھر ایک فرانسیسی اخبار مراکو میں نکلا ۱۴۔ جولائی سنہ ۱۸۸۳ء اسکا نام لی ریویل دومراک تھا۔ مسٹر لیوی اے کوہن اس اخبار کا مالک و ایڈیٹر تھا۔ مگر اس وقت سے اس کے مالک بدلتے ہی رہتے ہیں۔

دوسرے سال بتاریخ ۵ جولائی ایک انگریز ایڈورڈ ووی۔ میکن نامی نے ٹائمز آف مراکو کی بنیاد ڈالی ایڈیٹر مذکورہ کو بعد میں اس کا بیٹا یعنی موجودہ ایڈیٹر بھی اسی فرائض کی بجاآوری میں مدد دیتا رہا۔ اور آخرکار بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ یعنی بحیثیت ایڈیٹر ٹائمیس آف [illegible] کرنے لگا۔ چونکہ مسٹر میکن مسٹر ابربتھنیس کے ماتحت پوری پوری آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے بتاریخ ۱۶۔ جنوری سنہ ۱۸۸۶ء اسکا اخبار انگریزی چھاپہ خانے سے شایع ہوا اور تب سے یہ اخبار ہفتہ وار شایع ہوتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں ایک اور مختصر سا اخبار نکالا گیا۔ مگر صرف پندرہ پرچوں کے نکلنے کے بعد بند ہو گیا۔ اور چند ہفتہ کے بعد پھر شروع ہو کر ہمیشہ کے واسطے بند ہو گیا۔ سنہ ۱۸۸۶ء کے اوائل میں مسٹر اگسٹیس لیوگرونے بامداد مسٹر آبنرگ للایلڈ ایک اخبار ہفتہ وار یعنی ال اکوماری ٹینو نکالا جو ہفتہ میں دوبار شایع ہوتا ہے۔ بعد ایک اخبار افران سے بزبان فرانسیسی شایع ہوا اس کا نام لی کمرس آمراک تھا اور مہینہ میں دو دفعہ شایع ہوتا تھا۔ اسکی عمر سلسلت اشاعت سے زیادہ نہ ہوئی۔

اس کے بعد لا دیلو دل پیراگرسو مراکوئی نامی اخبار جاری ہوا۔ اس اثناء میں عربی اور عبرانی زبان میں اخبار جاری کرنے کی کوشش کی گئی۔ لاکن کچھ سرسبز ہونے پائی۔

سنہ ۱۸۸۸ء میں طنجہ کی ہسپانوی مجلس تجارت نے ایک دلچسپ ماہواری اخبار بولیٹین جاری کیا اور تھوڑی مدت بعد لاز سٹرنا ایک ہفتہ وار اخبار بزبان ہسپانوی جاری ہوا۔ اور سنہ ۱۸۹۰ء میں ال دیریودی طنجہ اخبار روزانہ طنجہ کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ پرچہ چند سال تک اچھا چلتا رہا۔ ایک اور اخبار سنہ ۱۸۸۹ء میں جاری ہوا۔ اس کا نام ایل ہیرلوڈی مراکو تھا۔ مگر چند ماہ تک جاری رہ کر بند ہو گیا۔ سال مذکورہ میں مراکو پہلا عربی اخبار المغرب شایع ہوا۔ مگر اس کی عمر بھی ایک سال سے کچھ ہی زیادہ ہوئی

۱۸۹۱ء میں ایک عربی اخبار ہفتہ وار جاری ہوا۔ اس کا نام کالاسرائیل تہا۔ عبرانی حروف میں لکہا جاتا تہا۔ سب سے آخر ۱۸۹۳ء میں لاکرونیکا دی ٹینجر انگریزی پرلیس ہفتہ میں دو دفعہ شایع ہونے لگا۔ اور صرف یہ اخبار معہ المغرب الاقصے لی ریویل دومرک۔ اوراپل ایکو ماری ٹینوکے سرسبز ہوا۔

مذکورہ بالا اخبار اندرون حدود سلطنت مراکو شایع ہوتے رہے ہیں۔ اور سب میں اس طاقت کے نقایص وغیرہ پر بڑے زور سے حملے ہوتے رہے۔ عاقبت الامر بعض اشخاص کیطرف سے درخواست گذری کہ اخبار وں کو کلہم بند کیا جائے۔ سیر سعدی حاج محمد گمشنر صاحب بہادر امور خارجیہ نے حکم دیا کہ اگر یہ اخبار آئندہ انتظام سلطنت وغیرہ پر حملہ کریں گے تو اُن کی اشاعت مسدود کیجائے گی۔ اس امر کا ذکر کرنا بہی بیجا نہ ہوگا کہ یہ امر مراکو کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اخبار طنجہ کے متعلق مداخلت کرے کیونکہ از روے معاہدہ باشندگان ممالک کوئی ایسا پیشہ مراکو میں کرنے کے مجاز ہیں جو ان کے اپنے ملک میں جائز متصور ہوتا ہے۔
کوئی سال کے بعد پہر اس سوال پر غور ہونے لگا کہ اخبار مراکو کی منہ زوری کا کسی سخت لگام سے تدارک کیا جائے۔ مگر اس تجویز کی جماعت سفرا کے روشن خیال ممبروں نے مخالفت کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتک اخبار مراکو جاری ہیں۔

تتمہ

مستند شہادت متعلق مراکو

وہ جملہ مورخین جنہوں نے پانسو سال قبل از مسیح کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یا تو فسانہ نویس تھے یا شاعر اور اُن کا علم جغرافیہ بہی فرضی یا قیاسی تہا۔ ہیک ٹیئس سابیے مایل لٹس پہلا شخص گذرا ہے۔ جس کی تصنیف اعتبار کی نظر سے دیکہی جا سکتی ہے معلوم ہوتا ہے ہیک ٹیئس خود سیاح تہا۔ اور اس نے اپنے سفر کے حالات جمع کئے۔

وہ بربری اقوام فری رنگینٹی کی نسبت تحریر کرتا ہے۔ جس کے متعلق بعد میں ہلیڈ ڈولٹس نے بہی لکہا ہے اسے معلوم تہا کہ بنا گویم اہرام ہرقل کے نزدیک واقع ہے وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ امر غیر اغلب نہیں ہے۔ جیسا کہ سر ایڈورڈ بانبری اپنی کتاب تاریخ جغرافیہ

ظاہر کرتا ہے کہ دریائے لزا اور لکشش ایک ہی تھی۔ لیکن اس بارہ میں کوئی بات نفی نہیں کہی جاسکتی اور ہنو کے جغرافیہ پر بھی پورا پورا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ بعض امور جو اس نے ارقام کئے ہیں وہ دور از قیاس معلوم ہوتے ہیں۔ ابنا سے جبل الطارق سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک بستی کی بنا ڈالی گئی تھی۔ یہ بستی غالباً آصلیہ یا رباط کے قریب ہوگی اور شاید مہدیہ ہو۔

بقول مسٹر بجٹ میکن بستی مذکورہ اس جگہ واقع تھی جہاں اب مازاگوں کے نزدیک قصبہ تیت جواب بیجراغ ہے واقع ہے۔ مسٹر ویون دی سنیٹ مارٹن کا رنیج کا ابن البحر کی تحریریں دیکھکر حیران رہ گیا تھا۔ کیونکہ وہ حالات سے محض نابلد تھا۔ مارٹن کہتا ہے کہ جہاں ایک معبد کی بنا ڈالی گئی تھی۔ اس مقام کو اہالی مراکو راس الحدیقہ کہتے ہیں حالانکہ وہاں کھجور کا درخت نام کو بھی نہیں۔ ایم لشٹ بڑے وثوق سے کہتا ہے کہ اصلی باشندگان ملک راس الحدیقہ کے نام سے بالکل ناواقف ہیں۔ راس کا نام راس کنٹین ہے شاید یہ نام قنت الزیت سے لیا ہو۔ مسٹر کونسل وائٹ طنجہ کا یہ اعتراض ہے کہ کنتن کاف کلمن سے لکھا جاتا ہے اور قنت قاف قرشت سے۔ چونکہ اس خوفناک مقام پر اُترنا مشکل ہے۔ اسلئے غالباً ہنو کے ہمراہی اسجگہ اترے ہوں گے۔ جہاں اب شکار گاہ ہے۔

آدھے دن کے سفر کے بعد وہ ایک جھیل پر پہونچے۔ اب کوئی ایسی جگہ موجود نہیں ہے جو جھیلیں مراکو کے کنارے پر مشہور ہیں وہ سب راس قنطین کے شمال کیطرف ہیں۔ اس کے جنوب میں ساحل کے ساتھ ساتھ صرف چٹانیں۔ نشیب یا ریتلے قطعے زمین کے ہیں۔ نہ وہاں کسی ایسی جھیل کا نشان ہے۔ یہ بھی اغلب معلوم نہیں ہوتا کہ برسات کیوجہ سے جو ایک خشک ندی کو لبالب بھر دیتی ہے رد کو وہ لوگ جھیل سمجھے ہوں۔ ہاں صفی ایسا مقام ہے جس کے قریب اس جگہ کا ہونا اغلب ہو جس کا ہنو نے بیان کیا ہے۔ اگر اس نے واقعات کو خلط ملط نہیں کیا۔ یا اس کے مورخوں نے غلطی نہیں کی تو یہ تصور کرنا پڑے گا کہ مراکش کا ساحل ۲۳ صدی کے عرصے میں بالکل بدل گیا ہے اور حقیقت میں اس کا کافی ثبوت ہے۔

طنجے سے مکادور امیگیڈ ور تک چالیس سے ستر فٹ تک اونچے کنارے ہیں۔ اور رباط کے شمال کیطرف جتنی جھیلیں ہیں وہ سب انہیں بلندیوں کی وجہ سے ہیں۔

اسی طرح کہیں کہیں زمین بھی بیٹھ گئی ہوگی۔ جس حالت میں صفی کی کھاڑی ہنلو کے زمانے میں دلدل یا جھیل ہوگی۔ اور دریائے تنسفت کا دھانہ ایک راس ہوگا۔ ہاتھیوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کا گرد و نواح میں کثرت سے ہونا بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ اس سے چار صدی بعد پلنی کے زمانے میں بھی کثرت سے پائے جاتے تھے اگرچہ آجکل یہ صحرائے میں کہیں نہیں دیکھے جاتے۔

اس جھیل سے روانہ ہوکر اہل کارتھیج نے ساحل کے ساتھ ساتھ پانچ شہر آباد کئے جن کی جگہ تلاش کرنا اب لاحاصل ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ انکا ایمس آج کل کا اجادیر ہے۔ جس کے معنی شہر پناہ۔ مگر یہ لفظ اور بھی کئی مقامات کے واسطے مشتق ہوتا ہے۔ اسکا پورا نام اجادیر عیر ہے۔ ان کی دوسری جائے قیام کے قریب تک پائے لکس تھا۔ یہ وہ دریا نہیں ہے جو آج کل لکس کے نام سے مشہور ہے۔ غالباً یہ دریا آجکل سوس یا خرا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے کنارے پر جو لوگ رہتے تھے وہ گلہ بان اور ملہا نہ تھے۔ مگر ان لوگوں کا بیان ہے کہ ملک کے اندرونی حصے کے لوگ بہت خونخوار اور جاہل تھے۔ اور اس میں جنگلی درندے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اکثر جگہوں پر اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ جن سے دریا بہتے تھے۔ اور انکی غاروں میں وحشی لوگ آباد تھے۔ پہاڑ تو انہوں نے خود بھی دیکھے ہونگے۔ کیونکہ کوہ اطلس کی ایک شاخ مقام اجادیر پر سمندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور جیسا کہ ایک مولف اپنے تجربے سے بیان کرتا ہے۔ بڑے اطلس کی برفانی چوٹیاں جہاز میں بیٹھے ہوئے بآسانی دکھائی دیتی ہیں۔ جزیرہ سرن جہاں وہ بہت مدت تک آباد رہے شاید آج کل ہاکرن ہوگا۔ جو رالیو دی اورو کے دہانے میں واقع ہے اور جسمیں کچھ مدت سے اہل ہسپانیہ آباد ہیں۔ کیونکہ اجادیر کے قریب جہاں شرح کرنے والوں نے اسکا جائے وقوع بتایا ہے کوئی اور جزیرہ نہیں ہے۔

مشہور و معروف بانی علم جغرافیہ نے سولاییں کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض اور رسائلکس میں نے بھی یہ نام دیا ہے۔ اور اس سے موجودہ راس قنطین مراد لیا ہے۔ لیکن ہم اگادر اس سے راس سپارٹل مراد لیتا ہے۔ مراکو کے بحر اوقیانوس ساحل پر اسنے مزید کسی مقام کا ذکر کیا ہے اور غالباً یہ بھی کارتھیجن ملاحوں سے سنا ہوگا۔ اس ملک کی بابت

اسکا اتفاقی تجربہ نہیں ہے۔ اور افریقہ کے بحر روم کی طرف کے ساحل کی تو اسے سوائے تونس کوئی جگہ معلوم نہیں۔

ہائیلکس بھی جبل الطارق (جبرالٹر) سے پرے کے ملک سے بالکل ناواقف تھا۔ لیکن وہ راس سپارٹل کے قریب ایک مقام کو جانتا تھا۔ اس نے ایک مقام کا ذکر کیا ہے جس کے یونانی نام کے معنی "شہر لب دریا" کے ہیں۔ معنوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایم لشسٹلے نے شش و پنج میں نتیجہ نکالا ہے کہ یہ شہر اس مقام پر تھا جہاں اب طنجہ ہے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ پرانا طنجہ ذرا جنوب مشرق کو ہٹا ہوا۔ دریائے وادالحق کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اس کا پوتامس آجکل کا وادالعقم ہے۔ اس کا پانٹیوں طولیس کیپولیس غالباً موجودہ بجرین اور خرف العقب ہوگا۔ اور اسکا کیمپ لمنی میگالی آجکل کا مخار اور تو ہت کا نشیب ہوگا۔ اسی طرح اس نے وادالعرائش و العکوس اور سپرا میں شہر لکس کے متعلقات کا جائے وقوع بیان کیا ہے۔ لکس وہی شہر ہے جس میں سپرنڈینز کے بہت سے باغات تھے اور آجکل اس کا جائے وقوع ایک چھوٹا سا گاؤں شمس تبایا جاتا ہے جو دریائے کوس پر واقع ہے۔ جس دلیسی گاؤں یا لسی بیبوں کا اس نے ذکر کیا ہے وہ غالباً موجودہ رائیش کی جگہ پر واقع ہوگا۔ اور اس میں تو کسی طرح کا شک نہیں کہ جس دریا کا اس نے ذکر کیا ہے وہ دریائے لسبو تھا جو مراکش کے سب دریاؤں سے بڑا ہے جس مقام پر میدیا واقع ہے وہاں پر ہیوا اور اس نے دونوں نے ایک شہر کے ہونے کی بابت لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سائیلکس کو جزیرہ سرن تک افریقہ کے ساحل کی واقفیت تھی۔ وہ راس سولوئیس کی بابت لکھتا ہے کہ وہاں ایک راس ایک دلیر پہلوان کی طرح سمندر میں بڑھی ہوتی ہے جسکی سرے پر ایک پاسیڈن (یونانی بحری دیوتا) کا معبد ہے۔ یہی راس ہے جسکا ہینو اس طرح بیان کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ایڈ وڈ لبری کا خیال ہے کہ سائیلکس نے اس کی بابت اسی بڑے جہازراں سے سنا ہوگا۔ بہرحال اس نے یہ حالات کار تھیجین ذرائع سے معلوم کئے ہیں۔ اس نے سولوئیس اور سرن کے درمیان دریائے زائن لکھا ہے۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ وہی دریا ہے جسکو آجکل سوس کہتے ہیں۔ اور جس کو ہینو نے لکس لکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جسکو سائیلکس نے لکس لکھا ہے وہ موجودہ وادالکوس ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعد کے مورخوں نے بجائے یونانی نام کے لکھا ہے۔ اس زمانے میں دریا کا ایک طرف

تو فنشین گاؤں تھا۔ اور دوسری طرف بربری تھا۔ سائلکس کے خود اپنے بیان کا حوالہ اسطو نے دیا ہے مگر اسکی کتاب کبھی کی ضائع ہو چکی ہے جو کتاب اسکی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ بھی دوسرے دوسرے لوگوں کی کتابوں سے حوالے جمع کر کے تالیف کیگئی ہے۔

ہیراڈوٹس کے زمانے سے پولیبیس کے زمانے تک ہمارے مراکو کے علم کے بہت کم اضافہ ہوا ہے۔ مگر پولیبس کو روم و یونان کی جنگ سے بہت سی واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملگیا اگرچہ وہ ایک یونانی تھا۔ اور پھر غمال کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنے دوست سپیو کی مدد سے شمالی اور مغربی افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحری سفر کرنے کی اجازت حاصل کرلی۔ لیکن بد قسمتی سے ہمیں اس سفر کا کچھ بھی حال معلوم نہیں۔ ہاں پلینی کی پہلے درجے کی بے سروپا تالیف میں کہیں کہیں اسکا حوالہ ملجاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پولیبس نے ایک سفرنامہ لکھا تھا۔ جس سے اس کے بعد کے سیاحوں کو مدد ملی۔ مگر وہ اصلی کتاب اب ناپید ہے۔ اس سے نقل کردہ بیان میں لکس اور رامنٹس کے نام لکھے ہیں۔ شاید وہ موجودہ ام الرّبیع ہو۔ وہ ایک مقام کا ذکر کرتا ہے۔ جہاں اٹلس سمندر تک پہنچا ہے۔ شاید راس جبر سے مراد ہو۔ مگر فاصلے اور دوسرے ذرائع سے یہ رائے لگانی بہت مشکل ہے۔ اور اگرچہ اس نے جس دریا کا ذکر کیا ہے کہ اسمیں گھڑیال بہت ہوتے ہیں وہ سوائے موجودہ وزّہ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا مگر یہ عجیب ہے کہ اس میں گھڑیال ایک بھی نہیں ہے۔ ساحل کے جس حصّے کو فنشین قوم نے سکھایا ہے یا سنیٹ مارٹن نے کو ٹننگ ہاس دگنتی گھر لکھا ہے اسپر اہلکار تھیجا کی بہت سی بستیاں تھیں۔

لکس اور سیبو کے درمیان کی راس پر ایک قصبے کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ایم ٹیسٹ کا خیال ہے کہ وہ موجودہ گاؤں مولائے بوسلہام کی جگہ ہوگا۔ جو دریائے زرجا پر ہے۔ جب تمام باتیں اسی طرح اندازاً بیان کیجارہی ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ فلومن کا سنم داد جبر ہے جو ملسا کے قریب سمندر میں گرتا ہے۔ اسی طرح مساقات ماسہ ہونا چاہیئے۔ اور فلومن سلسوم دالملا اسی طرح اور کئی جگہوں کی بابت اندازاً کہہ سکتے ہیں کہ ان کے موجودہ نام فلاں فلاں ہیں بہرحال پولیبس کی کتاب بہری پلیس میں جس قدر مقامات کا ذکر ہے۔ ان کا آجکل پتہ لگانے کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی جغرافیہ دان نے ہینو کا سفرنامہ پڑھکر مقامات کے غلط نام لکھدئے ہیں۔ پولیبس ایسا ہی مصنف ہے کہ ٹالمی نے جسرح ملی

سے ایک صدی پیشتر اسکی بابت وہی رائے بیان کی تھی جو آج کل کے مورخ کرتے ہیں۔ کہ طریقہ تحریر کی خوبیاں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب چھوڑ گیا ہے جس کو کوئی شخص پورے طور پر پڑھنے کو کافی صبر نہیں رکھتا۔ اس کلی فیصلے سے اس کے مترجم بری ہیں۔ ایمیں سردانڈر ویلیے بھی ہے جس کی جیم کتاب جنگ اہل کارتھیجیا وند نمبریسیاء ع ۱۸۲۰ء میں چھپی تھی۔

کیئس سلیش چونکہ سیزر کے ساتھ اس کی افریقہ کی مہم میں شامل تھا۔ اور نومیڈیا کا گورنر رہ چکا تھا۔ اس لئے اسنے خود اپنے کوشش سے یا اپنے ماتحتوں کے ذریعے سے بہت کچھ واقفیت حاصل کرلی تھی۔ لیکن وہ ایک جغرافیہ داں نہیں تھا۔ جو وقت اسے جگرتھا کی لڑائی کی بابت نوٹ لکھنے سے فرصت کا ملتا تھا۔ اس میں وہ دولت جمع کرتا تھا۔ جس سے اسنے رکم پہنچ کر ہاوتی سلشیانی تعمیر کروائے۔ جو کو منل سکے واسطے ایک مجموعہ روزگار اور باعث ملامت تھے۔ لوئی کیطرح جنگی تواریخ اپنی پارٹی کے حالات سے بھری پڑی ہے۔ وہ اصلی واقعات کی نسبت عبارت کی آرائش کا بہت دلدادہ تھا۔ اسلئے اس کی ضائع شدہ کتابوں میں کچھ ہی لکھا ہو۔ جو کتابیں باقی رہ گئی ہیں وہ ایک جغرافیہ داں کی امیدوں کا خون کرنے والی ہیں۔ اسنے ملک کے اندرونی حصے کی بابت بھی کچھ تحقیقات کی تھی۔ جہاں کے باشندے بعض خانہ بدوش اور بعض مقیم تھے۔ جو جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ ان سے پرے سیاہ فام حبشی آباد تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ہرکیولنر (ہرقل) مرگیا تو بے لگام ایرانی۔ ارمنی اور اہل میڈیا افریقہ میں کود پڑے اہل ایران نے وہاں کی قوم میں شادیاں کرلیں اور ان کی اولاد کا نام نمیڈی مشہور ہوگیا میڈیوں کا نام بگڑ کر ماری ہوگیا۔ ان دونوں قوموں نے ملکر تمام ارگرد کی قوموں کو زیر کرلیا۔ یہ سب کچھ فنیشن قوم کی نوآبادی سے بہت قبل وقوع میں آیا۔ یہ ان پرانے افسانوں کا خلاصہ ہے جنکو سلسٹ نے جمع کیا تھا۔ تاہم بے پرواہی سے اسنے بعض ایسی حکایات بھی جمع کرلی ہونگی جو اصلی واقعات پر مبنی ہونگی۔ مراکو کے خانہ بدوشوں کے خیمے جو الٹی کشتی کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پرانی قوم مپالہ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ سلسٹ کہتا ہے کہ ایرانی کشتیوں کو الٹا کرا نہیں رہا کرتے تھے۔ اس لئے بعد میں اسیطرح کے خیمے بنانے کا رواج ہوگیا۔ لفظ مپالہ عربی لفظ محالہ سے ملتا ہوا ہے جس کے معنی گھریا خیمے کے

ہیں سٹدویں سینٹ مارٹن کہتا ہے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ایک قوم جو مانہ مسلمانوں کے حملے کے وقت میڈیا کے ایک حصے میں آباد تھی یہی سلسٹ کے ارضی ہونگے۔ میڈز غالباً وہ بربر قوم ہے جسکا ذکر البکری نے کیا ہے۔ میطغرہ میداطا کی ایک شاخ ہیں۔ ایک اور قبیلہ اسی نام سے مشہور ہے اور مارٹیانیہ میں رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پرشین لفظ فارسی سے بگڑ کر بن گیا ہو۔ فارسی ایک قوم ہے جو پولبیس کے بعد اس نام سے مشہور ہوئی۔ اور اب بھی بنی فراس کہلاتی اور بوگی اور ٹیڈال کے درمیان آباد ہے۔ اسیطرح اور کئی مقامات کا پتہ چل سکتا ہے۔

سٹریبو کو افریقہ کے اس حصے سے کچھ واقفیت نہیں تھی۔ اور جو تھی وہ بھی متقدمین سے حاصل کی ہوئی تھی۔ وہ شیروں۔ چیتوں اور پہاڑیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ فلاں دریا میں مگرمچھ بہت ہیں۔ کیونکہ وہ ان چیزوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جوبا کی کتاب کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اور ایسے مصنف کا حوالہ دیتا ہے جس کی تصنیفات ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔ اس وقت تک یہاں سے کل تیجین نو آبادیاں نیست و نابود ہو چکی تھیں۔ کیونکہ الایا ئیش کے جنوب کی طرف کسی مستقل آبادی کے نشانات نہیں پائے جاتے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ کوہ اطلس تمام مارٹیانیا میں پھیلا ہوا ہے اس نے چند اقوام کا بھی ذکر کیا ہے جو اسوقت وہاں آباد تھیں۔ یہ وہی تھیں جنکا سلسلٹ نے ذکر کیا ہے۔ باقی اس کے شہروں کا اب پتہ چل سکتا ہے۔

سب پرانے مصنفوں سے پلنی کو افریقہ کے شمالی ساحل کی جبرالٹر سے مصر تک بہت اچھی واقفیت تھی۔ اسمیں صرف یہ نقص ہے کہ وہ اپنی معلومات کو اچھی طرح آراستہ نہیں کر سکتا تھا۔ سلسلے سے پرے کے ملک کا اسکو بھی صاف علم نہیں تھا۔ مگر وہ لکھتا ہے کہ اہل ملک اطلس کو دائیرس کہتے ہیں۔ شاید موجودہ لفظ دارین یا ادسادین سے مراد ہو جو بربری مستعمل ہوتا ہے وہ شکایت کرتا ہے کہ ملک کے اندرونی حصّے کی بابت ازادۃً غلط بیانیاں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہاں لوگ اکثر سائٹرس کی تلاش میں جاتے ہیں یہ ایک قسم کی لکڑی ہوتی ہے جس سے عنبری رنگ نکلتا ہے۔ اس کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ وہ غالباً جوبا کی تحریروں سے دیکھکر جو اس علاقہ کا حاکم تھا بیان کرتا ہے کہ سیلے زمانہ سالا سے ڈیڑھ سو دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ

پومبیس کا اناٹس اور عربوں کا ام ربیعہ تھا۔ پلینی جیسے فوٹ لکھتا ہے وہ آجکل کا شنفطہ ہے۔ اسی طرح وہ اور کئی دریاؤں کا ذکر کرتا ہے۔ جو جانے کے قابل تھے وہ لکھتا ہے وادکوس کے دہانے پر ہیسپرائیڈر کا باغ تھا۔ اور نگہبان اژدھا سے مطلب دریا ہے۔ اسکی حفاظت کرتا تھا۔ پرانے کھنڈرات کے گرد کھجور کے باغات اور انگور کی باڑیوں کے نشانات پرانی کارتھیجین آبادیوں کا ثبوت دیتے ہیں مگر پلینی کا سب سے مشہور بیان یہ ہے کہ دریائے سالا مہر کے کنارے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے قطعہ زمین میں سے گذرتا تھا جس میں ہاتھی کثرت سے پائے جاتے تھے اور وحشی لوگ آباد تھے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ جانور گڑھے کھود کر پکڑے جاتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن جنگلی ہاتھیوں کا سیبو نے ذکر کیا ہے وہ اسی علاقے کے ہونگے۔ الجزائر میں کئی دفعہ ہاتھی دانت زمین سے نکلے ہیں۔ اور اگر زیادہ تفتیش کیجائے تو اور بھی بہت سے نکلیں۔

پمپونیس میلا چونکہ جنوبی فرانس کا رہنے والا تھا۔ اسلئے وہ جبرالٹر سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ میری جائے ولادت مارٹیا نیا کا ایک گاؤں ہے وہ خود کہتا ہے کہ اس گاؤں میں فنشین آباد تھے جو افریقہ سے لائے گئے تھے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اتبک بھی اندلس کے تمام شہروں میں سے اس گاؤں میں مراکش رنگ بہت پایا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جبرالٹر اور کیوٹہ دو ہرقل کے ستون ہیں اور اپنے آپ کو پہلی چٹان کی تمام غاروں سے بخوبی واقف ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان دونوں میں چھوٹے سے چھوٹا فاصلہ دس میل ہے۔ اور یہ قریب قریب صحیح ہے کیونکہ یہ فاصلہ جغرافیہ کے مطابق ساڑھے نو میل ہے اسی طرح اور کئی مقامات کا ذکر کرتا ہے مگر ایم ٹسٹ کا خیال ہے کہ شاید موجودہ غاریں جو ہرقل کے نام سے منسوب کی جاتی ہیں وہ نہیں ہیں۔ جو میلا کے وقت تھیں کیونکہ یہ صرف چکی کا پتھر کھودنے سے نکلی ہیں۔ غالباً جبل عشاکر کی غاریں مراد ہونگی جو قدرتی طور پر بنی ہوتی ہیں۔

پلینی کے زمانے سے بطلیموس کے زمانے تک جبکہ روم و یونان کی قومیں تواریخ لکھنے کا مصالح جمع کر رہی تھیں۔ اور ان دونوں ملکوں کی نوآبادیاں دنیا کو شائستہ بنا رہی تھیں کوئی مورخ ایسا نہیں ہوا جسکو اسوقت کی شمالی افریقہ کی بابت واقعات کو قلمبند

کرنے کا شوق ہوتا۔ اگرچہ بعض مورخوں نے سلطنت کے اور علاقوں کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر ماریٹینیہ اور طنجہ کی بابت بالکل کچھ نہیں لکھا۔ ہاں اسکندریہ کے ایک مصنف ٹالیومیس نے ایک نہایت ضخیم کتاب میں افریقیہ کے بہت سے اندرونی علاقوں کا بھی مفصل حال لکھا ہے۔ ڈاکٹر سکیچر بیان کرتا ہے کہ اسکی طرز تحریر اور تحقیقات بالکل آجکل کے زمانے کے مطابق ہے۔ مراکو میں وہ لکھتا ہے کہ راس جیر کوہ اٹلس کی ایک شاخ کے بڑھنے سے بنی ہوئی ہے۔ اور سیولوکی جائے وقوع وہ اس جگہ بتاتا ہے جہاں اب دریائے سوس ہے۔ اگرچہ اس کے مقامات کی مختلف فاصلوں کے بیانات بالکل ٹھیک نہیں ہیں۔ تاہم ساحل کے ساتھ کی آبادیوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ ڈراڈس اس نے دراکو لکھا ہے۔ اگرچہ اسکا منبع اس نے بہت دور جنوب کیطرف بیان کیا ہے۔ چونکہ اس نے اپنے بیان کردہ مقامات کی جگہ اچھی طرح قائم نہیں کی اسلئے صرف اٹکل سے معلوم کرنا پڑتا ہے کہ کونسا مقام کس جگہ پر ہوگا۔

جتنی کتابیں رومی فوجوں کی رہنمائی کے واسطے تصنیف کی گئی ہیں۔ اُنمیں سب سے اچھی اور زیادہ ضروری انیٹا منیس ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نام کے ایک ایریٹینجے کے ظالم بادشاہ کے عہد میں بنائی گئی تھی۔ اس میں شہروں کے نام اور ان کے درمیان کے فاصلے بالکل ٹھیک ٹھیک لکھے گئے ہیں۔ یہی ایک پہلی کتاب ہے جنکو مورخ پرانے مقامات کے اصلی نشانات دریافت کر سکتے ہیں۔ ایم لسٹ اور دوسرے لوگوں نے اس کی شرح لکھی ہے اور پرانے اور نئے مقامات کی تطابق میں محنت کی ہے۔

مثلاً۔ مالوا فلیومن ملویا ہے۔ ایڈ ٹریس الشوسی۔ جافرن ہے۔ امدایڈ پرمنٹریم۔ بربری صاف ظاہر ہے کہ وادلاسے مراد ہے۔ مراکو کے لوگ ایک چھوٹے دریا کو اس نام سے پکارتے ہیں یہ دریا دہانے کے قریب اتنا گہرا ہے کہ جہاز آسانی سے ٹھہر سکتے ہیں۔

رومیوں کی یہ کتاب مراکو کے اندرونی حصے کے واسطے بہت ہی مفید ہے اور اسی پر ہمارے اس حصے کے جغرافیہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جہاں اسوقت فوجی سپاہی آباد ہوتے تھے۔ اس کتاب میں سب مقامات کا حال باترتیب لکھا ہوا ہے کہ کھنڈرات

سے معلوم ہوتا ہے کہ کالونیا علی نیاسا - دریائے سیبو کے بائیں کنارے پر تھا اسکا ثبوت ایک نوشتہ سے بھی ملتا ہے - ٹیوبیڈا اسی جگہ تھا - جہاں اب سیدی علی بن احمد ایک قبع یعنی بزرگ کی خانقاہ ہے - جس کے گرد بہت سے کھنڈر ہیں - چونکہ یکسیلو السیو کو کا جلانے و توع دریا سالا سے سولہ میل کے فاصلے پر بیان کیا جاتا ہے - اس لئے وہ واعگن اور وادو شرات کے درمیان ہونا چاہیئے - اور رومی فوج کے اس مقام کا کوئی پتہ نہیں چلتا جو وادعکن اور فداد کے درمیان مین مراکش قصبات کی شکل میں قائم کیا گیا تھا تاکہ قوم بلالہ کو روکا جائے - جنہوں نے بیس صدیوں کے حملہ آوروں میں کسی کی اطاعت قبول نہیں کی - ایک سڑک ٹلو ساسیلٹا سے طنجہ کو جاتی تھی - پہلے مقام کی بابت شک ہے - شاید یہ متعبلہ - ذریوں یا سیدی قاسم ہو - تمام مقامات جن کا پتہ ٹسٹ رو ڈاکٹر سے پہلے لگایا گیا تھا - غلط تھے - کیونکہ وہ پلینی کے بعض تحریروں پر مبنی تھے - لیوا نیہ لیوا فرقینیں راستے سے بہت دور تھا - اگرچہ اس نے فیض میں پرورش پائی تھی - مارٹ سچائی سے اس قدر بھٹکا ہوا ہے کہ وہ لیو کی گالائی کو دریائے سیبو پر تلاش کرتا ہے جو تیاسا سے پنتیس میل کے فاصلے پر ہے -

ایکوا ڈاسیکا سلفات کی پہاڑی کے قریب ایک گندھک سے ملے ہوئے پانی کا چشمہ ہے وائیو شیا جبل کورت پر ہوگا - جہاں البکری بیان کرتا ہے کہ ایک پرانے شہر کے کھنڈر تھے - ٹریمیون لبصرے کے کھنڈرات کی جگہ تھا - جو نویں صدی میں بسایا گیا تھا - اور بکری کے زمانے میں اتنا بڑا تھا کہ اس کے دس دروازے تھے - اس کے بعد کی صدی میں ادریسی اسکی بابت لکھتا ہے کہ ایک وقت میں یہ بہت مشہور شہر تھا - آجکل سوائے فصیل کے اور کچھ نظر نہیں آتا - اس میں کسی طرح کلام نہیں ہو سکتا کہ اوپیلم نودم - القصر الکبیر اور ایدلونوس سیدی الیمانی ہے اور کالونیا او لیابابا کمپٹھ لیس جو سڑک سے کچھ فاصلے پر ہے - الشریف ہے -

مفروضہ مظالم آرمینا

اس میں عالی جناب معزز قیصر و سلطان کے سلطنت متعلق ترکی کی اور مسئلہ آرمینیا کے مخالف پہلو دن پر بدلائل شایستہ دیرا میں یا گفتہ بحث کی ہے۔ تمام اصحاب جنھوں نے اس کتاب کو مضامین کو پڑھا ہے نہایت زور سے اس کتاب کی جامع اور بسیط ہونے کی تعریف کی ہے۔ اردو زبان میں ایسی جامع کتاب جو روم اور یسیجی یورپ کے تعلقات کی متعلق حالات سے کامل آگاہی دے سکے۔ اب تک کہیں تالیف نہیں ہوئی تھی نامہ سیمین حشی کانو۔ خطوط نپولین بونا پارٹ۔ تقریر گلیڈسٹون وغیرہ کے علاوہ خلافت مآب کی کامیابی کی تصدیق شدہ پیشگوئی درج ہے یہ فخر اسی کتاب کو حاصل ہے کہ مسئلہ آرمینیا کے تصفیہ کے متعلق جو قیاس ۱۸۹۵ء میں اس کتاب میں ظاہر کیے گئے تھے۔ وہ درست ثابت ہوئے۔ طبع سوم۔ قیمت فی جلد ۵ ؎ ایضاً بزبان انگریزی ۔ ۔ ۔ ۔ ۶ ؎

تاریخ خاندان عثمانیہ

اس تاریخ میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے حالات و واقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی بحث کرنے کے ساتھ ہی ان ضروری امور اور خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے۔ جن کے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ و سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ پائیں گے آج تک اردو میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی شرح و بسط سے جدید اصول پر لکھے گئے ہوں۔

اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں۔ قیمت دو روپیہ اور دوسری جلد میں سلیمان ثانی ۱۰۹۹ھ سے لیکر جلالت مآب سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کیے گئے ہیں جس کی قیمت دو روپیہ چار آنہ ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۴ ؎

ترکی کی موجودہ حالت اور اسکی پالیسی

اس رسالہ میں ترکی مصر شہر سویز تیونس۔ بلغاریہ۔ بوسنیا۔ ہرزیگوینا۔ ساموس اور کریٹ کے تمدن تجارت بحری اور بری فوج کا تعلیم ریکو و قومی صنعت و حرفت۔ زراعت۔ مردم شماری۔ رقبہ۔ طرز و آئین حکومت اور موجودہ پولیٹیکل حالت پر بحث کی گئی ہے

عربی اور اُردو کُتب

جن کا مطالعہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(۱) حمائل شریف مطبوعہ عمدہ قابل دید ہے قیمت عہ

(۲) التعویذی حمائل مع ڈبیہ آئینہ دار دنیا بھر میں اس سے بہتر جزو تبرک نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۲؍

(۳) مشکوٰۃ شریف مع ترجمہ حاشیہ چار حصوں میں قیمت کامل کتاب مٹے ؍

(۴) نقشہ حجاز ریلوے واکثر مقبوضہ جات طبع دوم سادہ عہ دیواری ۱۲؍ اس لائن کی تجویز و تحریک کی مفصل کیفیت مع دیگر بیشمار قابل مطالعہ حالات کے کتاب اسلامی دنیا کا فوٹو میں درج ہے قیمت ۴

(۵) اُردو ترجمہ مقدمہ تاریخ ابن خلدون فلسفہ تاریخ پر اس کے پایہ کی کوئی کتاب نہیں عروج اسلام کے زمانہ کے تمام علوم و فنون کا بھی ذکر آ گیا ہے اور اسلامی عہد کی پہلی چھ صدیوں کے تمام اہم واقعات پر اس مقدمہ میں محققانہ بحث کی گئی ہے منجملہ واقعات شہادت امام حسین علیہ السلام اور ان نزاعات پر بھی جو جنگ جمل و صفین وغیرہ وغیرہ میں ہوئے بکمال عالمانہ محاکمہ کیا ہے قیمت حصہ اول و دوم عہ حصہ سوم ؍ تینوں کے مجموعی خریدار سے ؍ یہ رعایت مارچ ۱۹۱۰ء تک رہے گی۔

(۶) عہد حکومت سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی اس کتاب کی قدر و منزلت کی یہ قوی شہادت ہے کہ مسٹر مرحوم ایسا محتاط شخص بھی اسکی تعریف میں رطب اللسان تھا طبع چہارم قیمت ۱؍

رسالہ عہد حکومت خلیفۃ المسلمین

اعلیٰ حضرت سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ اس نادر کتاب میں بالتفصیل شہنشاہ روم کے عہد حکومت کے سچے حالات بڑی وضاحت اور عمدگی سے درج کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بوجہ عام پسند اور دلچسپ ہونے کے کئی دفعہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہے۔ بلکہ بر سلسلہ کمالات انگلستان کی ایک مشہور ذی کی کتاب سے لئے گئے ہیں۔ اردو زبان کی کتابوں میں اس بات کا فخر صرف یہی کتاب کر سکتی ہے کہ اس کے حصے حضرت سلطان المعظم نے اسکا ترکی میں ترجمہ کئے جانے کا ایما فرمایا۔ اس کتاب کو ۱۸۷۶ء سے ۱۸۹۵ء تک بیس برس کے زمانہ کے تمام اسلامی ممالک اور نیز اسلامی دنیا اور دیگر دول امریکن۔ یورپین۔ افریقین۔ ایشیا کے باہمی تعلقات کی مفصل و مکمل دلچسپ تاریخ سمجھنا چاہیئے۔ تنازعہ شرائط السوال کے ابتدائی حالات بھی اس میں موجود ہیں۔ حجم چھ سو صفحہ ۶۰۰

قیمت ۲؍

سات روپے کو بکتی ہے وطن نے ایک اردو زبان میں بھی جامع تاریخ مرکوم حصہ میں شائع کی ہے قیمت فی حصہ عہ ؍

[illegible]

لاہور کا مشہور و معروف

وطن

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ اسلامی۔ ملکی۔ قومی۔ فوجی زراعتی۔ تعلیمی۔ طبی۔ اور اخلاقی و تمدنی معاملات و مضامین پر بحث کرنیوالا ہندوستان کا واحد اُردو اخبار جس نے چند مہینوں میں ملک کے ہر طبقہ و جماعت کے باسمجھ حصّہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور انہیں تسلیم کرا دیا ہے کہ وہ فی الواقع اسم با مسمیٰ اور ملک و وطن کا سچا خادم ہے۔ یہ اخبار ہر جمعہ کی شام کو حمیدیہ پریس لاہور میں طبع ہو کر دفتر حمیدیہ ایجنسی سے شایع ہوتا ہے۔

شرح قیمت } رؤسا سے ۶ روپیہ سالانہ۔ للعہ ششماہی۔
دیگر شائقین سے للعہ سالانہ۔ دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی۔ کم استطاعت طلبا سے ۳ سالانہ۔ دو روپیہ ششماہی۔

پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہو سکتا۔

المشتہر

محمد انشاء اللہ (سابق ایڈیٹر اخبار وکیل) مالک ایڈیٹر اخبار وطن و دفتر حمیدیہ ایجنسی [illegible]